سلطان الواعظین مولانا ابو النور محمد بشیر صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا۔ (پ ۲۱ ع ۶)

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے۔ کہ ان سے آرام پاؤ

حضرت حوّا علیہا السلام سے لیکر آجکل کی ماڈرن عورتوں تک کی حکایات

مسمّٰی بہ

عورتوں کی حکایات

مؤلفہ

سلطان الواعظین مولانا ابوالنّور محمد بشیر صاحب مدظلہ

اس مفید اور دلچسپ کتاب میں انبیاء کرام علیہم السّلام کی بیویوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات۔ اور آپ کی چار صاحبزادیوں کی حکایات۔ پھر صحابیات و ولیات کی حکایات اور پھر دانا عورتوں اور چالاک عورتوں کی حکایات۔ اور سب سے آخر میں ماڈرن عورتوں کی حکایات درج ہیں۔ ہر حکایت کے بعد مولانا موصوف نے اپنے مخصوص انداز میں سبق بھی لکھا ہے۔ اور ہر حکایت باحوالہ درج ہے

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار

لاهور

مؤلف ---------- ابوالنور محمد بشیر

نام کتاب ---------- عورتوں کی حکایات

مطبع ---------- جنرل پرنٹرز
۱۰/۲۲ ریٹیگن روڈ۔ لاہور

قیمت ---------- ۲۴/۰۰ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پہلی نظر

ماہنامہ ماہِ طیبہ کے بند ہو جانے سے مَیں ایک بہت بڑی ذمّہ داری سے فارغ ہو گیا ہوں۔ صحافت سے تعلق رکھنے والے ہی جانتے ہیں کہ یہ کام کتنا مشکل ہے۔ اکیس ۲۱ سال تک مَیں نے جس محنت و مشقت کے ساتھ ماہِ طیبہ کو جاری رکھا۔ اسے مَیں ہی جانتا ہوں۔ ہر مہینے ماہِ طیبہ ہی کا خیال اس کے لئے مضامین کی تکمیل و ترتیب کی فکر۔ تقریباً ہر مضمون خود ہی تیار کرنا۔ حاجی حق حق کے نام سے نظمیں بھی خود ہی لکھنا۔ پھر اس کی کتابت و طباعت کی نگرانی اور اس کے بعد اس کی ترسیل کا صبر آزما کام۔ ان سارے کاموں کا بار میرے ایک ذہن پہ رہا کرتا تھا۔ کاغذ کی قلّت بلکہ نایابی کے باعث ماہِ طیبہ بند ہوا تو یہ بار میرے ذہن سے اُتر گیا اور مَیں نے فارغ ہو کر کچھ نئی کتابیں لکھ ڈالیں۔ ایک تو "مثنوی کی حکایات" لکھی جو شائع ہو کر ناظرین سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہے دوسری کتاب "عورتوں کی حکایات" لکھی جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اسمیں مَیں نے حضرت حوّا سے لے کر دَورِ حاضر کی ماڈرن عورتوں تک کی حکایات جمع کر دی ہیں۔ اس کے نو باب ہیں اور ان ابواب میں حسبِ ذیل حکایات درج ہیں:

- پہلے باب میں انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی بیویوں کی حکایات۔
- دوسرے باب میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وِلادت شریفہ اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ آپ کی مُرضِعہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہما کی حکایات۔
- تیسرے باب میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی حکایات۔
- چوتھے باب میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بناتِ طیبات۔ (اس باب کی ابتداء

میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کا چار ہونا شیعہ حضرات کی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے)

- پانچویں باب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیات اور آپ کی اُمت میں جو ولیات گزری ہیں ان کی حکایات ہیں۔
- چھٹے باب میں متفرق حکایات ہیں۔
- ساتویں باب میں دانا عورتوں کی حکایات ہیں۔
- آٹھویں باب میں چالاک عورتوں کی حکایات ہیں۔
- نانویں باب میں آجکل کی فیشن ایبل اور ماڈرن کہلانے والی آزاد منش عورتوں کی دلچسپ حکایات ہیں۔ یہ نانواں باب اس کتاب کا گویا نمکین صفحہ ہے۔ یوں تو ساری کتاب ہی دلچسپ ہے لیکن یہ نانواں باب ساری کتاب میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ آجکل کی مادر پدر آزادی نے جو کرشمے دکھائے ہیں اور ان ماڈرن عورتوں نے جو گل کھلائے ہیں نانویں باب کی حکایات میں ان کا نقشہ آپ کو نظر آئے گا۔

ہر حکایات باحوالہ درج کی گئی ہے اور ہر حکایت کے بعد میں نے اپنے دستور کے مطابق "سبق" کے زیرِ عنوان بہت کچھ لکھ ڈالا ہے۔

ابوالنور محمد بشیر

فہرست حکایات

ختم شد

انبیاءِ کرام

علیہم السّلام

کی

بیویاں

وَمِنْ اٰیَاتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ

مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا

لِتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا (پ۲۱ ع۵)

اور اس کی نشانیوں سے ہے

کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے

جوڑے بنائے۔ کہ ان سے آرام پاؤ"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پہلا باب

انبیاء کرام علیہم السّلام کی بیویاں

حکایت ۱

حضرت حوّا

اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو حضرت آدم علیہ السّلام کو جنّت میں ٹھہرایا۔ آپ جنّت میں اکیلے تھے۔ ایک دفعہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام پر نیند غالب کر دی۔ اور وہ سو گئے۔ خدا نے پھر آپ کی دائیں پسلی میں سے ایک پسلی نکال کر اس سے حوّا کو پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ السّلام کی نکالی ہوئی پسلی کی جگہ کو گوشت سے بھر دیا۔ حضرت آدم علیہ السّلام جاگے تو اپنے سَر کے پاس حضرت حوّا کو بیٹھے پایا۔ آپ نے پُوچھا تم کون ہو؟ عرض کیا۔ مَیں عورت

ہوں۔ فرمایا۔ تو کیوں پیدا کی گئی؟ عرض کیا اس لئے کہ آپ مجھ سے سکون پائیں اور مَیں آپ سے۔ فرشتوں نے پُوچھا۔ اے آدم! اس کا نام کیا ہے؟ فرمایا حوّا۔ فرشتوں نے پُوچھا۔ یہ نام کیوں ہے؟ فرمایا۔ اِس لئے کہ یہ حیّ (زندہ) سے پیدا کی گئی ہے۔ (رُوح البیان ص ۷۳ ج ۱)

سبق

عورت کو خدا تعالیٰ نے مرد کے سکون کے لئے پیدا فرمایا ہے اور مرد کو عورت کے سکون کے لئے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا ہے۔

وَ مِنْ اٰیٰاتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا۔ (پ ۲۱ ع ۵)

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ۔"

معلوم ہُوا کہ میاں بیوی کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے لئے سکون کے واسطے پیدا فرمایا ہے اور یہ سکون اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے۔ جب بیوی اپنے میاں کو میاں اور میاں اپنی بیوی کو بیوی سمجھے اور اگر بیوی بھی میاں بننے لگے۔ اور کہنے لگے کہ مَیں بھی مرد کے دوش بدوش چلوں گی تو پھر سکون کا حصول مشکل ہے۔ مَیں نے لکھا ہے

نئی تہذیب کا نقشہ عیاں ہے ۔۔۔ میاں بیوی ہے اور بیوی میاں ہے
برابر مرد کے عورت کو سمجھیں ۔۔۔ زمیں کو کہہ رہے ہیں آسماں ہے

اسی طرح آج کل کے بعض مرد بھی ایسے ہیں جو دیکھنے میں میاں نہیں بیوی نظر آتے ہیں چنانچہ ایک لطیفہ بھی سُن لیجئے ایک ڈانسر نے کمال کا ڈانس کیا۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک شخص نے داد دیتے ہوئے کہا —— واہ! ری لڑکی کمال کر دیا تُو نے! —— دوسرا شخص جو اس شخص کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ بولا۔ ارے وہ تو میرا بیٹا ہے"۔ —— پہلے شخص نے معافی مانگتے ہوئے کہا۔ مِس صاحبہ معاف کیجئے۔ دوسرا پھر بولا۔ ارے مَیں تو اس کا باپ ہوں" —— فرمائیے ایسے جوڑوں میں جن میں میاں بیوی کا امتیاز ہی کوئی نہ ہو۔ سکون پیدا ہو سکتا ہے؟ مَیں نے لکھا ہے۔ ؎

نئی تہذیب کا دُولہا بھی آتا ہے نظر دُلہن
یہ گویا ہو رہا ہے عقد لڑکی ہی سے لڑکی کا

یہاں ایک حدیث سُنیئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اُحِلَّ الذَّھَبُ وَالْحَرِیْرُ لِاُنَاثِ مِنْ اُمَّتِیْ وَحُرِّمَ عَلٰی ذُکُوْرِھَا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۷)

میری امت کی عورتوں پر تو سونا اور ریشم حلال ہے لیکن مردوں پر حرام ہے۔"

معلوم ہوا کہ سونے کا زیور انگوٹھی وغیرہ عورتیں پہنتی ہیں مرد نہیں لیکن آجکل شادیوں میں لڑکی والے دُولہا میاں کے لئے سونے کی انگوٹھی تیار کر کے دُولہا میاں کو پہناتے ہیں اور دُولہا خوش ہو جاتا ہے حالانکہ دُلہن والے دُولہا کو سونے کی انگوٹھی پہنا کر میرے شعر کے اس مصرعہ کی تائید کرتے ہیں

کہ ؎

یہ گویا ہو رہا ہے عقد لڑکی ہی سے لڑکی کا

یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے اس سے نرمی اختیار کرو کیونکہ پسلی کو اگر سختی کے ساتھ سیدھا کرنا چاہوگے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اس کا ٹوٹنا کیا ہے؟ طلاق۔ اسلئے حتیّ الامکان عورت سے نرمی اختیار کرو" (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۲)۔ سبحان اللہ! کیسی مبارک تعلیم ہے۔ اگر اسی ایک حدیث پر عمل ہو جائے تو یہ آئے دِن کے طلاق کے جھگڑے ختم ہو جائیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جہاں مردوں کے حقوق عورتوں پہ سے بیان فرمائے ہیں۔ وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ تم میں سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرلے اور میں اپنی بیویوں سے تم سب سے اچھا سلوک کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف۔ ص ۲۷۲) مرد کا درجہ اگرچہ عورت سے بڑا ہے لیکن عورت کے حقوق بھی مردوں پر بہت ہیں۔ ایک آدمی کی بیوی مرگئی تو وہ کہنے لگا۔ بھائیو! میری بیوی ہی نہیں مری۔ میرا باورچی بھی مرگیا۔ میرے گھر کا محافظ بھی مرگیا۔ میری دھوبن بھی مرگئی۔ میری باورچن بھی مرگئی اور میرے بچوں کی آیا بھی مرگئی۔ گویا یہ سارے کام ایک بیوی کیا کرتی تھی۔ اسی لئے اسلام نے عورت سے حُسن سلوک کا درس دیا ہے۔ ؎

چاہتا ہے چین و اطمینان گر
چل رسُول اللہ کی تعلیم پر

حکایت ۲

اقلیما

اقلیما حضرت آدم علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔ تسلسل کے لئے یہ حکایت اسی باب میں درج کر دی گئی ہے۔

حضرت حوّا کے حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا۔ اور جب کہ آدمی صرف حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد میں منحصر تھے تو مناکحت کی اور کوئی صورت ہی نہ تھی۔ حضرت آدم علیہ السّلام کے گھر ایک حمل میں قابیل و اقلیما پیدا ہوئے اور دوسرے حمل میں ہابیل و یہودا پیدا ہُوئے۔ قابیل کی بہن اقلیما ہابیل کی بہن یہودا سے زیادہ خوب صورت تھی۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے اسی دستور کے مطابق قابیل کا نکاح یہودا سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا نکاح اقلیما سے جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا۔ قابیل اس پر راضی نہ ہُوا۔ اقلیما چونکہ زیادہ خوب صُورت تھی اس لئے اس کا طلب گار ہُوا۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے لہٰذا تیری بہن ہے۔ اس کے ساتھ تیرا نکاح حلال نہیں۔ کہنے لگا یہ آپ کی اپنی رائے ہے۔ اللہ کا یہ حکم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تو تم دونوں قربانیاں لاؤ۔ جس کی قربانی مقبول ہو جائے وہی اقلیما کا حقدار ہے۔ اس زمانہ میں جو قربانی مقبول ہوتی تھی آسمان سے ایک آگ اُتر

کر اس کو کھا لیتی تھی۔ قابیل نے ایک انبارہ گندم کا اور ہابیل نے ایک بکری قربانی کے لئے پیش کی۔ آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو لے لیا اور قابیل کی گندم کو چھوڑ دیا۔ اس پر قابیل کے دل میں بغض و حسد پیدا ہو گیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام حج کے لئے مکّہ مکرّمہ تشریف لے گئے تو قابیل نے ہابیل سے کہا میں تجھ کو قتل کر دُوں گا۔ ہابیل نے کہا۔ کیوں؟ کہنے لگا۔ اس لئے کہ تیری قربانی مقبول ہوئی میری نہ ہوئی اور اقلیما کا تو مستحق ٹھہرا ہے۔ اس میں میری ذلّت ہے۔ ہابیل نے کہا۔ تو اگر مجھے قتل کرنے کو ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہرگز ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ قابیل نے آخر ہابیل کو قتل کر دیا۔ پھر وہ اس قتل کو چھپانے کے لئے حیران ہوا کہ لاش کو کیا کرے کیونکہ اس وقت تک کوئی انسان مرا ہی نہ تھا۔ مدّت تک لاش کو اپنی پیٹھ پر لادے پھرا تو اللہ نے اُسے دو کوّے دکھائے۔ دونوں آپس میں لڑ پڑے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر زندہ کوّے نے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کو کُرید کر گڑھا کھودا اور اس میں مرے ہوئے کوّے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا۔ یہ دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مُردے کی لاش کو دفن کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس نے زمین کھود کر ہابیل کو دفن کر دیا۔ (قرآن مجید پ ۶ ع ۷، معہ تفسیر خزائن العرفان ص ۱۶۲)

سبق

سب سے پہلا قتل جو واقع ہوا۔ وہ قابیل کے ہاتھوں ہابیل کا قتل تھا۔ اور اس قتل کا سبب عورت تھی۔ چنانچہ آج تک

یہ بات مشہور ہے کہ زر۔ زن۔ زمین لڑائی جھگڑے اور قتل کا باعث ہیں۔ آجکل بھی اکثر قتل عورت ہی کی وجہ سے ہوتے ہیں اور اس کی بنیادی وجہ انکارِ حدیث ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے ارشاد کو قابیل نے ان کی رائے کہہ کر نہ مانا۔ گویا۔ پرویزیت کی بناء اس نے ڈالی۔ تو نتیجہ بُرا نکلا۔ معلوم ہُوا کہ پیغمبر کے ارشاد کو خدا کا ارشاد سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ نتیجہ بُرا نکلتا ہے۔ آج کل بھی جو عورتوں کا اغوار اور ان کے باعث قتل و غارت تک نوبت پہنچ جاتی ہے اس کا باعث انکار حدیث ہے۔ لوگ قرآن کی آڑ لے کر قرآن کو آیات کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال کر عورتوں کو عُریانی و بے حجابی کے ساتھ گھر سے نکال کر بازاروں میں پھرانے لگتے ہیں حالانکہ قرآن پاک جس ذاتِ بابرکات پر نازل ہُوا۔ اس کے ارشادات کے مطابق عورت کے لئے عُریانی و بے حجابی اور اغیار سے مِلنا ملانا۔ غیروں سے ہاتھ مِلانا ہرگز جائز نہیں۔ حضور نے عورتوں کو نماز پڑھنے کے لئے بھی یہ درس دیا ہے کہ وہ اپنے گھر میں پڑھیں اور آج کل کی ماڈرن عورتیں دِن بھر بازاروں میں اور رات کلب میں گذارتی ہیں اور یہ سب کرشمے انکارِ حدیث کے ہیں۔ عورت کا معنی ہی یہ ہے۔ ”چھُپانے والی چیز“ عورتوں کو مستورات بھی اسی لئے کہتے ہیں یعنی ستر و پردے میں رہنے والیں۔ لیکن آجکل؟ میں نے لکھا ہے۔ ؎

یہ عورت تھی کبھی خاتونِ خانہ مگر اب شمعِ محفل ہے کلب میں
وہ عورت جو کہ تھی سرتاپا عورت نظر آتی ہے اب سب کو سب میں

اور اپنی ماڈرن مثنوی میں مَیں نے لکھا ہے ؎

کہہ دیا ہے ماڈرن اسلام نے
عورت آسکتی ہے سب کے سامنے

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں بہن بھائی کا نکاح جائز تھا کیونکہ اس کے سوا دوسری کوئی صورت ہی نہ تھی۔ مگر اب ہماری شریعت میں یہ بات حرام ہے۔ اس حقیقت کو یوں سمجھیئے کہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے کپڑوں پر اپنے پاجامے میں حتیٰ کہ ماں باپ کی گود میں پیشاب و پاخانہ کر دینا جائز ہے لیکن بڑا ہو کر ایسا کرے گا تو جوتے کھائے گا۔ بچپن کے احکام اور ہیں۔ جوانی کے اور بچپن میں ننگے پھرنا جائز اور جوانی میں ناجائز۔ بچے کی قمیض چھوٹی ہوتی جاتی ہے اور جوں جوں بچہ بڑھتا جاتا ہے۔ پہلی قمیض تنگ ہوتی جاتی ہے اور اس کی قمیص کا ناپ بدلتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب وہ اپنے پورے شباب پر پہنچ جاتا ہے تو اس وقت اس کی قمیص کا جو ناپ ہوگا۔ آخر عمر تک وہی رہے گا۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کے وقت دین ابھی ابتدائی دور میں تھا گویا بچہ تھا۔ اور بچے کے لئے وہ باتیں جائز ہوتی ہیں جو جوان کے لئے جائز نہیں ہوتیں۔ یہ بچہ جوں جوں جوان ہوتا رہا۔ اس کی قمیص کا ناپ یعنی شریعت بھی بدلتی رہی۔ یہانتک کہ جب یہ اپنے عالمِ شباب پر پہنچا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو خدا نے فرما دیا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔

یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی

نعمت تم پہ تمام کر دی۔"

گویا اب یہ دین اپنے شباب کو پہنچ چکا ہے اور اب جو شریعت حضور صلے اللہ علیہ وسلّم لے کر آئے ہیں۔ جس طرح عالم شباب کی قمیص کا ناپ آخر عمر تک باقی رہتا ہے اسی طرح اب یہ شریعت میں تبدیلی کی حاجت نہیں رہی۔ اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد اب کوئی نبی بھی نہیں آ سکتا کیونکہ اب کسی نبی کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ لہٰذا اب جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد نبوّت کا دعوای کرے وہ جھوٹا ہے ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی یہ شان ہے کہ ؎

حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرے
رسولوں میں رسول ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے

حکایت ۳

واہلہ اور واعکہ

واہلہ حضرت نوُح علیہ السلام کی بیوی کا نام ہے اور واعکہ لوُط علیہ السلام کی بیوی کا نام ہے۔ یہ دونوں کافرہ تھیں۔ باوجودیکہ یہ دونوں دو نبیوں کی بیویاں تھیں مگر دونوں اپنے مقدّس شوہروں کے خلاف اور کافروں کا ساتھ دینے والی تھیں۔ واہلہ اپنی قوم سے حضرت نوح علیہ السّلام کے متعلق کہتی تھی کہ وہ دیوانے ہو گئے ہیں (معاذ اللہ) اور واعکہ حضرت لوُط علیہ السّلام کے خلاف جاسوسی کر کے کافروں کو

خبریں دیا کرتی تھی۔ خدا تعالےٰ کو ان کی یہ حرکتیں پسند نہ آئیں۔ اور ان کے جہنمی ہونے کا اعلان فرما دیا۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے۔

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً لِلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَأَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَأَتَ لُوْطٍ ؕ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ صَالِحَیْنِ فَخَانَتَاھُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْھُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰاخِلِیْنَ ۝ (پ ۲۸ ع ۲۰)

اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے۔ نوُح علیہ السلام کی عورت اور لُوط علیہ السلام کی عورت وہ ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے ان سے دغا کی (یعنی کفر اختیار کیا) تو وہ اللہ کے سامنے۔ انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرما دیا گیا۔ کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ۔ جانے والوں کے ساتھ۔"

چنانچہ یہ دونوں کافرہ عورتیں اس دُنیا میں کافروں کے ساتھ ہلاک ہو گئیں۔ نوُح علیہ السلام کی بیوی طوفان میں غرق ہو گئی اور لُوط علیہ السلام کی بیوی بھی اس آفت میں آکر ہلاک ہو گئی جو اس قوم پر آئی۔ یہ تو دنیا میں ہوا۔ اور قیامت میں جہنمیوں کے ساتھ ساتھ جہنم میں ڈال دی گئیں۔ (خزائن العرفان ص ۷۹ اور تفسیر حقانی ص ۱۴ ج ۷)

سبق

ایمان اور نیک کام ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ چاہیئے وہ کسی پیغمبر کا کتنا بڑا مقرب و عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ کفر اور بُرا کام اگر پیغمبر کی بیوی یا کوئی دوسرا عزیز بھی اختیار کرے گا تو اس کی

سزا اُسے ضرور ملے گی۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بھی فرمایا کہ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (پ ۱۹ ع ۱۵) اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔"

معلوم ہوُا کہ انبیاء کرام علیہم السّلام اور اولیاءِ کرام کی اولاد اور ان کے دیگر رشتہ داروں کے لئے بھی ایمان و عمل صالح ضروری ہے۔ یہ لوگ قرابت کے غرور میں اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت سے سرتابی ہرگز نہ کریں۔ خوش عقیدہ سیّد حضرات ہمارے سَر کا تاج اور آنکھوں کا نور ہیں لیکن یہ بات غلط ہے کہ جو صاحب سیّد ہوں وہ کچھ بھی کرتے پھریں۔ نماز نہ پڑھیں۔ روزہ نہ رکھیں۔ داڑھی منڈائیں۔ شراب پیئیں۔ انہیں کچھ نہ کہو۔ اس لئے کہ وہ سیّد بادشاہ ہیں۔ سیّد کو اگر بادشاہ بننا ہے تو اسے بھی حضور صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کرنی پڑے گی ورنہ وہ کچھ بھی نہیں۔ حضور صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت اگر غیرسیّد کے لئے لازم ہے تو سیّد کے لئے بھی لازم بلکہ بیحد ضروری ہے۔ ریل گاڑی کے تھرڈ کلاس ڈبے کو اگر لاہور سے کراچی پہنچنے کے لئے انجن کے پیچھے لگنا اور ریلوے لائن پہ چلنا ضروری ہے تو فسٹ کلاس ڈبے کو بھی کراچی پہنچنے کے لئے انجن کے پیچھے لگنا اور ریلوے لائن پر چلنا ضروری ہے اسی طرح اگر غیرسیّد کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے لگ کر ان کی اتباع کرنا اور شرعی لائن پر چلنا ضروری ہے تو سیّد کو بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے لگ کر ان کی اتباع کرنا اور شرعی لائن پر چلنا ضروری ہے جس طرح فسٹ کلاس

کا ڈبہ اگر انجن کے پیچھے نہ لگے گا تو لاہور کے یارڈ میں ہی کھڑا رہے گا اور کراچی ہرگز نہ پہنچ سکے گا۔ اِسی طرح سیّد صاحب بھی اگر حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے نہ لگیں گے تو گمراہی کے یارڈ ہی میں کھڑے رہیں گے۔ جنّت میں ہرگز نہ پہنچ سکیں گے۔ ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

اور اقبال نے لکھا ہے۔ کہ ؎

یُوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مُسلمان بھی ہو

یہاں ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیجئے کہ ہو سکتا ہے کہ کسی پیغمبر کی بیوی کافرہ ہو جائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی پیغمبر کی بیوی بدکار ہو۔ فَخَانَتَاهُمَا میں جس خیانت کا ذِکر ہے۔ وہ ایمان میں خیانت ہے جو اُن دونوں بیویوں نے کی۔ کردار کی خیانت یعنی زناکاری مراد نہیں کیونکہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں ہوئی۔ (رُوح البیان ص ۴۰۷ ج ۴ اور تفسیر حقانی صفحہ ۱۶۰ ج ۷)

حکایت ۴

حضرت سارہ و ہاجرہ

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی کا نام سارہ اور دوسری کا نام ہاجرہ تھا۔ سر زمین شام میں حضرت ہاجرہ کے بطن پاک سے حضرت اسماعیل علیہ السّلام پیدا ہوئے۔ حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہ تھی اس وجہ سے انہیں رشک پیدا ہوا اور انہوں

نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے کہا کہ آپ ہاجرہ اور ان کے بیٹے
کو میرے پاس سے جدا کر دیجئے۔ حکمتِ الٰہی نے یہ ایک سبب پیدا
کیا تھا چنانچہ وحی آئی کہ حضرت سارہ کے کہنے کے مطابق آپ ہاجرہ
اور ان کے بیٹے اسمٰعیل کو اس سرزمین میں لے جائیں جہاں اب مکّہ
مکرّمہ آباد ہے۔ وحی کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہاجرہ اور انکے
بیٹے کو براق پر سوار کر کے شام سے سرزمین حرام میں لے آئے اور
کعبہ مقدسہ کے نزدیک اُتارا۔ یہاں اس وقت نہ کوئی آبادی تھی۔ نہ
کوئی چشمہ نہ کوئی پانی۔ کعبہ مقدسہ بھی طوفانِ نُوح کے وقت آسمان پہ
اٹھا لیا گیا تھا۔ گویا اس وقت وہ جگہ بالکل ویران خُشک اور غیر آباد
تھی۔ کھانے پینے کا دُور دُور تک نشان نہ تھا۔ ایسے بھیانک مقام
پہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ہاجرہ و اسماعیل کو ایک توشہ دان میں
میں کچھ کھجوریں اور ایک برتن پانی ان کو دے کر اُتارا۔ اور آپ
وہاں سے واپس ہوئے اور مُڑ کر ان کی طرف نہ دیکھا۔ حضرت ہاجرہ
نے یہ صورتِ حال دیکھ کر عرض کیا کہ آپ کہاں جاتے ہیں اور ہمیں
اس بے آب و گیاہ وادی میں تنہا چھوڑ کر کہاں جاتے ہیں۔ آپ نے
کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت ہاجرہ نے پھر پوچھا کہ کیا اللہ نے آپ کو اس
کا حُکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس وقت آپ کو اطمینان ہوا۔
حضرت ابراہیم علیہ السّلام چلے گئے۔ حضرت ہاجرہ اپنے فرزند اسماعیل کو
دُودھ پلانے لگیں۔ جب وہ پانی ختم ہو گیا اور پیاس کی شدت غالِب
ہوئی اور صاحبزادے شریف کا حلق بھی خشک ہو گیا۔ تو آپ پانی کی
تلاش میں صفا مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات مرتبہ اِدھر اُدھر
دوڑیں۔ یہاں تک کہ حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے قدمِ مُبارک مارنے
سے اس خشک زمین سے پانی نکل آیا جو آج تک زمزم کے نام سے

مشہور ہے۔ اتفاقاً وہاں سے ایک قبیلہ جرہم کا گزر ہوا۔ انہوں نے دُور سے ایک پرندہ دیکھا۔ وہ حیران ہوئے کہ اس خشک وادی میں پرندہ کیسا؟ شاید کہیں پانی کا چشمہ نمودار ہوا ہے چنانچہ وہ اس طرف آئے تو دیکھا ایک پانی کا چشمہ جاری ہے۔ وہ ایک نورانی شکل کی عورت اپنی گود میں بچّہ لئے تنہا بیٹھی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر وہ حیران رہ گئے یہاں شاہنامہ اسلام کے دو شعر بھی سُن لیجئے۔ ؎

ندا آئی کہ اے جرہم کے بچّو باد یہ گردو
اے بوڑھو اور جوانو۔ اور اے بچّو۔ عورتو۔ مردو
یہ عورت اور اس کی گود میں بچّہ جو لیٹا ہے
یہ پیغمبر کی بیوی ہے یہ پیغمبر کا بیٹا ہے

یہ دیکھ سُن کر قبیلہ والوں نے حضرت ہاجرہ سے وہاں بسنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ وہ لوگ وہاں بسے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام جوان ہوئے تو ان لوگوں نے آپ کے صلاح و تقویٰ کو دیکھ کر اپنے خاندان میں ان کی شادی کر دی۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں اب کعبہ شریف اور وہاں مکہ مکرّمہ کا شہر ہے اور اطراف عالم سے لوگ کھچے کھچے وہاں حاضر ہوتے ہیں۔

(تفسیر خزائن العرفان ص ۳۶۸)

سبق

خدا تعالےٰ کے ہر کام میں حکمت مضمر ہوتی ہے۔ حضرت ہاجرہ کے ہاں فرزند پیدا فرما کر حضرت سارہ کے ذریعہ ماں بیٹے کو ایک ایسی جگہ پہنچایا جہاں کھانے پینے کا کوئی سامان نہ تھا اور پھر ان کی برکت سے اس ویران جگہ کو مرکزِ عالم بنا دیا

معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندے کسی ویران جگہ بھی تشریف
فرما ہو جائیں تو وہ جگہ آباد ہو جاتی ہے اور لوگ ہزاروں
تکالیف بھی برداشت کر کے وہاں پہنچنے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ
مکہ مکرمہ کا مقدس شہر حضرت ہاجرہ اور ان کے صاحبزادے
حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدمانِ مبارک کی برکت سے آباد
ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم
بچپن کے عالم میں بھی ایسے با برکت تھے کہ ان کی بدولت
جو چشمہ جاری ہوا۔ آج تک وہ خشک نہیں ہوا اور کروڑوں۔
اربوں۔ کھربوں لوگوں کی پیاس بجھا چکا ہے۔ بجھا رہا ہے اور بجھاتا
رہے گا۔ ہمارے کھودے ہوئے کنوئیں دن رات مسلسل استعمال
ہونے پر خشک ہو جاتے ہیں مگر ایک نبی کے قدم مبارک کی برکت
دیکھئے کہ یہ چشمہ ہزاروں سال سے بدستور جاری ہے۔ اب بھی
ہر سال لاکھوں کی تعداد میں حجاج وہاں پہنچتے ہیں۔ اُسی زمزم کے
کنوئیں سے نہاتے بھی ہیں۔ وضو بھی کرتے ہیں۔ کفن بھی بھگو کر
لاتے ہیں اور پھر ڈرموں میں بھر بھر کر اس کا پانی اپنے اپنے وطن
میں بھی لاتے ہیں۔ یہ کنواں چوبیس گھنٹے دن رات چلتا رہتا ہے
ٹیوب ویل سے اور ڈولوں سے ہر وقت اس سے پانی نکالا جاتا
رہتا ہے۔ لیکن اللہ رے برکت قدمِ نبی۔ کہ آج تک اس کنوئیں
سے پانی ختم نہیں ہوا اور نہ ہوگا اور قیامت تک ایسا ہی رہیگا
یہ قدمِ نبی ہی کا صدقہ ہے کہ دنیا بھر کی زمین کے سارے پانیوں
سے زمزم کا پانی افضل ہے۔ صرف ایک پانی زمزم کے پانی سے بھی
افضل ہے اور وہ پانی وہ ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں
سے جاری ہوا تھا جن کے متعلق اعلیحضرت نے لکھا ہے۔ ؎

اُنگلیاں ہیں فیض پر آئے ہیں پیاسے ٹوٹ کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ وا

یہ بھی معلوم ہوا ہے آج بھی جو حاجی صفا مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات چکّر لگاتے ہیں۔ یہ حضرت ہاجرہ کی سنت پہ عمل اور ان کی نقل کرنا ہے۔ اسی طرح حج کے دوران میں کعبے شریف کا طواف اور حجرِ اسود کو چُومنا حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی ادائے مبارک کی نقل ہے۔ مِنا میں شیطانوں کو پتھر مارنے۔ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السّلام کی نقل ہے۔ گویا سارا حج ہی اللہ کے مقبولوں کی اداؤں کی نقل کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبولوں کی نقل کرنا ہی اللہ کی عبادت ہے۔ بعض لوگ جو غیر اللہ غیر اللہ کی رَٹ لگائے پھرتے ہیں وہ بتائیں کہ یہ کیا بات ہے؟ کہ حج میں نقل ہو اللہ کے مقبولوں کی اور عبادت ہو اللہ کی۔ دیکھئے یہ پانچ نمازیں جو ہم پہ فرض ہیں یہ بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی اداہائے مُبارک کی نقل ہے۔ ورنہ اگر نماز کی رکعات اور رکوع و سجود ہی اصل مقصود ہوتے تو کوئی شخص فجر کی دو رکعت کے بجائے چار رکعات اور مغرب کی تین رکعات کی بجائے چھ رکعات پڑھتا تو خدا کو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ اس نے میرے لئے رکعات اور رکوع و سجود زیادہ کر دیئے مگر نہیں ایسے شخص پر خدا خوش نہیں ہوگا بلکہ اس کی نماز ہی ادا نہ ہو گی۔ اس لئے کہ اس نے اللہ کے محبوب کی صحیح نقل نہیں اُتاری اللہ کے محبوب نے فجر کی دو رکعت پڑھی ہیں تو خدا کو بھی دو ہی رکعت منظور ہیں۔ حضور نے مغرب کی تین رکعت پڑھی ہیں تو خدا کو بھی تین ہی رکعت محبوب ہیں۔ اس لئے کہ اللہ رکعات کو نہیں دیکھتا۔ اپنے محبوب کی اداؤں کو دیکھتا ہے۔ اسی واسطے حضور نے

بھی فرما دیا کہ صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ ۔ نماز ایسی پڑھو
جیسی مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ ؎

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروغ ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

÷

حکایت ۵

زلیخا

حضرت یوسف علیہ السّلام جب قید سے رہا ہوئے تو
آپ نے اس خوشی میں ایک مہینہ تک لگاتار کھانے کا انتظام
کیا اور لوگوں کو جمع کر کے ہر چھوٹے بڑے کو دعوت دی
جبریل علیہ السّلام نے عرض کی۔ حضور! ابھی دعوت پوری نہیں ہوئی
فرمایا۔ کونسی بات رہ گئی۔ کہا۔ وہ دیکھئے۔ کھجور کی جھونپڑی میں
ایک اندھی بڑھیا بیٹھی ہے اُسے کھانا نہیں کھلایا گیا۔ فرمایا۔ میں
ابھی بلاتا ہوں اُسے۔ چنانچہ آپ نے اُسے بھی بلانے کیلئے
ایک آدمی بھیجا۔ بڑھیا نے "قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ یوسف
خود میرے پاس آئیں اور پھر فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔ ؎

لَا تَبْعَثُوْنَ مَعَ النَّسِیْمِ رِسَالَۃً
اِنِّیْ اَغَارُ مِنَ النَّسِیْمِ عَلَیْکُمْ

تم نسیم کو قاصد بنا کر میرے پاس نہ بھیجو کیونکہ مجھے نسیم سے
تم پہ رشک آتا ہے۔" قاصد بڑھیا کا یہ جواب سُن کر پلٹا اور حضرت
یوسف علیہ السّلام کو بڑھیا کے جواب سے مطلع کیا۔ حضرت یوسف
علیہ السّلام اُٹھے اور اس کے پاس جا کر کہنے لگے۔ اے بڑھیا!

ہماری دعوت قبول کر کے مجلس کی رونق بڑھا۔ بڑھیا نے یوسف کی زبانی یہ کلمہ سن کر ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ ہائے۔ ایک دن وہ تھا کہ تو مجھے یَا سَیِّدَتِی کہہ کر ادب سے پکارتا تھا آج وہ دِن ہے کہ ٹکڑ گدا بڑھیا کہہ کر پکارتا ہے۔ مَیں نے اپنا بے گِنت مال تجھ پر نچھاور کیا۔ تیرے قدموں کے تلے بیش قیمت موتی بچھائے۔ بڑھیا کی ان باتوں کو سُن کر یوسف علیہ السّلام نے ناہانہ سختی سے فرمایا کہ یہ کیا گستاخی اور تازہ کرشمہ ہے۔ بڑھیا نے کہا۔ یوسف! مَیں زلیخا ہوں۔ اِس حیرت انگیز اِنکشاف پر یوسف علیہ السّلام کے دِل پر بڑا اثر ہُوا اور آپ رونے لگے۔ زلیخا وہاں سے اُٹھ کر مجلس دعوت میں آئی تو تمام لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے پھر ایک قیمتی خلعت اسے پہنایا۔ زلیخا نے کہا۔ میرے قبضہ میں اس سے بہت کچھ بڑھ کر تھا۔ اگر میرا دِلی مقصد اس وقت بر لائیں تو بہتر ورنہ مَیں پھر اپنی جھونپڑی میں چلی جاؤں گی۔ فرمایا وہ کیا مقصد ہے۔ بولی میری گئی ہوئی جوانی اور آنکھوں کی روشنی واپس آ جائے اور آپ مجھے اپنے نکاح میں لا کر مجھے عزت بخشیں۔ یوسف علیہ السّلام کچھ سوچنے لگے کہ جبریل امین نے آکر عرض کی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے تیرے لئے اُس کی جوانی اور بینائی واپس کر کے اسے عظمت بخشی۔ سو اب تو نکاح کے ساتھ اس کے سر پہ عزت کا تاج رکھ۔ آپ نے دیکھا زلیخا جوان اور بینا ہو گئی اور آپ نے اس سے نکاح کر لیا۔

(نزہۃ المجالس باب الامانت ص ۳ ج ۲)

سبق

معلوم ہُوا کہ زلیخا کو اللہ کے پیغمبر سے سچّی محبّت تھی اور وہ آپ کے ہجر و فراق میں بوڑھی اور نابینا ہو گئی تھی اللہ کے پیغمبر کے ساتھ اس سچی محبت کی بدولت وہ جوانی وبینائی جو جا کر کبھی واپس نہیں آتیں۔ اللہ تعالیٰ نے واپس کر دیں اور از سرِ نو شباب و نور سے مشرّف فرما دیا اور وہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے نکاح میں آکر پیغمبر کی بیوی بن گئیں۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ جن سچّے مُسلمانوں کو حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سے محبّت ہوتی ہے۔ اُن کے چہروں پر نور برستا نظر آتا ہے اور ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ اِذَا رُاُوْ ذُکِرَ اللہِ جب انہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آجاتا ہے اور وہ لوگ حضور کا نام سُن کر چُوم کر آنکھوں سے لگا لیتے ہیں۔

اور اس کے بر عکس جنہیں حضور سے محبّت نہیں ہوتی ان کے دِل بھی سیاہ اور چہرے بھی بے نور اور حضور کے فضائل دیکھنے میں آنکھوں کے اندھے نظر آتے ہیں۔

ایک آجکل کا ماڈرن عشق و محبّت بھی ہے کہ یورپ کی فیشنی کھجور کی ماڈرن جھونپڑی میں رہ کر بڑھیا میک آپ کر کے مصنوعی جوان بنتی ہے اور کمزوریٔ نظر کو چھپانے کے لئے کالی عینک پہن کر نکلتی ہے اور سِول میرج کے ذریعہ شادی کر کے تھوڑی دیر کے بعد ہی پسینہ آجانے پر پھر بُڑھیا کی بُڑھیا اور عینک اُتارنے پر پھر وہ اندھی کی اندھی نظر آنے لگتی ہے۔

یہاں ایک لطیفہ بھی سُن لیجئے۔ ایک دوست نے اپنے دوست

سے کہا۔ مَیں نے آرائشِ حُسن کی چیزیں بنانے والوں کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ دوست نے پوچھا۔ مگر کیوں؟ وہ بولا کہ ان چیزوں کو استعمال کر کے ایک عورت نے جو بُڑھیا تھی جوان بن کر مجھے دھوکا دیا ہے۔" مَیں نے لکھا ہے۔ ؎

کالی چمنی پہ یہ پوڈر کی سفیدی مل کر
بُتِ عیّار تو دھوکا نہ دے پروانے کو

حکایت ۶

ملکۂ سبا بلقیس

ملک یمن کے علاقہ سبا کی ملکہ بلقیس بہت بڑی حکمران تھی اور اسے سلطنت کے سب سازو سامان حاصل تھے اور اسکا جو تخت تھا بہت بڑا تھا۔ سونے اور چاندی کا بنا ہُوا تھا اور بڑے بڑے قیمتی جواہرات سے مُرصّع تھا۔ یہ تخت اَسّی گز لمبا چالیس گز چوڑا اور تیس گز اونچا تھا۔ یہ زمانہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز اپنے دربار میں ہُدہُد پرندے کو موجود نہ پا کر فرمایا کہ ہُدہُد کی غیر حاضری پر مَیں اسے سزا دُوں گا۔ ورنہ کوئی معقول عُذر بیان کرے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہُدہُد بھی آگیا اور اس نے ملکہ سبا بلقیس کا حال بیان کیا کہ وہ بہت بڑی حکمران ہے۔ اس کے پاس ایک بڑا عمدہ اور بڑا بھاری تخت بھی ہے جس پر وہ بیٹھتی ہے مگر ہے وہ مُشرکہ۔ وہ اور اس کی رعایا کے لوگ سُورج کی پرستش کرتے ہیں اور اللہ کو

سجدہ نہیں کرتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی گفتگو سن کر ملکہ سبا بلقیس کے نام ایک خط لکھا جس کا عنوان یہ تھا۔

اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِۙ
اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَىَّ وَاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ۔ (پ ۱۹ ع ۱۸)

بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ تم میرے پاس مسلمان بن کر حاضر ہو جاؤ۔ اور تکبر نہ کرو۔

ہدہد یہ خط لے کر سبا میں جا پہنچا اور ملکہ سبا بلقیس کے تخت پر جا ڈالا۔ بلقیس نے پڑھا تو گھبرا گئی اور اپنے ارکان دولت سے ذکر کیا کہ لو یہ خط پڑھو اور اپنی رائے بیان کرو اور بتاؤ کہ میں سلیمان کے پاس جاؤں یا نہ جاؤں۔ انہوں نے کہا ہم تو بڑے قوی لڑنے والے لوگ ہیں۔ سلیمان سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں تاہم آپ کی جو رائے ہو وہی ٹھیک ہے۔ بلقیس عقل مند تھی اس نے کہا۔ لڑائی کا انجام بُرا ہے۔ اگر وہ غالب آگیا تو آکر اُلٹ پُلٹ کر دے گا۔ عزت داروں کو ذلیل کرے گا کیونکہ بادشاہوں کا یہی دستور ہے۔ صُلح کر لینی بہتر ہے۔ اوّل مرتبہ تو اس کے پاس جانا بہتر نہیں مصلحت اس میں ہے کہ پہلے کچھ تحفے دے کر ایلچیوں کو بھیجا جائے اس سے سلیمان کی پوری کیفیت معلوم ہو جائے گی۔ یہ بات سب کو پسند آئی اور بڑے بڑے بیش قیمت ہدیئے دے کر ایلچیوں کو بھیجا تا کہ سلیمان اس مال کو دیکھ کر نرم ہو جائیں۔ بلقیس کی یہ بھول تھی کیونکہ سلیمان علیہ السّلام تو اللہ کے پیغمبر تھے۔ ان کا مقصد تو اس سُورج پرست ملکہ کو اسلام میں لانا اور برائی سے بچانا تھا اس لئے اس کے ایلچی جب بیش قیمت ہدیئے لے کر سُلیمان علیہ السّلام کے پاس پہنچے تو

آپ نے ان کو کچھ بھی خاطر میں نہ لا کر یہ فرمایا کہ اللہ کا دیا میرے پاس سب کچھ ہے۔ ایسے ہدیوں سے تم ہی خوش ہو جاؤ جاکر اُسے کہہ دو کہ وہ مسلمان بن کر حاضر ہو ورنہ مَیں ایسا بھاری لشکر بھیجُونگا کہ جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اور مَیں ان کو وہاں سے ذلیل وخوار کر کے نکال دُوں گا۔ ایلچی تو اُدھر روانہ ہوئے اور اِدھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا کہ تم میں سے ہے کوئی بلقیس کے آنے سے پہلے میرے پاس اس کا تخت اٹھا لائے۔ ایک بڑے قوی جنّ نے کہا۔ حضور! مَیں وہ تخت آپ کے دربار سے رخصت ہونے سے پہلے لے آتا ہوں۔ ایک دوسرے درباری نے جو کتاب کا علم رکھتا تھا۔ کہا۔ حضور! میں اس کا تخت آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں چنانچہ پلک جھپکتے ہی اس نے وہ تخت لا کر سلیمان علیہ السّلام کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد بلقیس جب دربارِ سلیمان میں پہنچی تو اپنے سے پہلے وہاں اپنا تخت دیکھ کر حیران رہ گئی اور کہنے لگی۔ حضور! ہمیں تو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ بڑے طاقتور اور خدا کے برگزیدہ ہیں اور پھر کہنے لگی۔

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (پ ۱۹ ع ۸)

اے میرے ربّ مَیں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا اور اب مَیں سلیمان کے ساتھ اللہ کی حکم بردار (مسلمان) ہوتی ہوں جو سارے جہانوں کا رَبّ ہے۔" (قرآن مجید و تفسیر حقانی ص۲۹ ج۵)

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السّلام نے بلقیس سے نکاح فرما لیا۔ (نزہۃ المجالس ص ۴۴۴ ج ۲)

سبق

اللہ کے پیغمبر شرک و کفر سے لوگوں کو باز رکھنے کے لئے تشریف لاتے ہیں اور گمراہوں کو گمراہی سے بچا کر اللہ کے آگے جُھکا دیتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ کوئی کتنی بڑی سلطنت کا مالک بادشاہ و حکمران بھی کیوں نہ ہو۔ اللہ کے پیغمبر کے سامنے وہ کچھ بھی نہیں اور اسے دنیوی جاہ و جلال و متاع و مال کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ مفسّرین نے لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السّلام کے دربار اور بلقیس کے تخت کے مقام کا درمیانی فاصلہ دو مہینہ کی راہ کا تھا اور تخت کا طول و عرض آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ تیس گز اُونچا چالیس گز چوڑا اور اسّی گز لمبا تھا۔ اسی طویل مسافت اور اتنے وزن دار ہونے کے باوجود سلیمان علیہ السّلام کا ایک مصاحب اسے پل بھر میں لے آیا۔ تو پھر سیّدالانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اولیاء اتنی دُور دراز کی مسافت سے کسی کی اعانت وحمایت کو کیوں نہیں پہنچ سکتے؟ علاوہ ازیں سلیمان علیہ السّلام کا ایک سپاہی اگر دو مہینے کی مسافت پل بھر میں طے کر سکتا ہے تو سیّدالانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم شبِ معراج میں فرش و عرش کی مسافت پل بھر میں کیوں طے نہیں کر سکتے؟

قرآنِ پاک میں اس عالمِ کتاب کا تخت کو پل بھر میں لے آنے کا واقعہ ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ۔

اُس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ مَیں اسے آپ کے حضور لے آؤں گا۔ آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے۔"

آیتِ شریفہ میں جو "اٰتِیْکَ بِہٖ" کا لفظ ہے۔ اِس کا معنی ہے
مَیں اسے آپ کے حضور لے آؤں گا۔" یہ "لے آؤں گا" جبھی واقع
ہو سکتا ہے جبکہ وہ پہلے جائے بھی۔ یعنی وہ پہلے جائیگا پھر لے کر
آئے گا۔ آنے کے لئے پہلے جانا ضروری ہے گویا اس نے یوں
عرض کی کہ مَیں جاؤں گا اور آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آؤنگا چنانچہ
وہ آنکھ جھپکنے سے پہلے اتنی دور گیا بھی اور آ بھی گیا اور اتنی سُرعت
کے ساتھ کہ دربار سے غائب بھی نہیں ہوُا۔ یہ ہے سلیمان علیہ السّلام
کے ایک سپاہی کی کرامت کہ ایک ہی وقت میں یہاں بھی ہے اور
وہاں بھی۔ پھر سیّدالانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک وقت میں متعدد
جگہ ہونا کیوں ممکن نہیں؟ اور یہ بھی معلوم ہوُا کہ جنگ اور لڑائی اچھی
چیز نہیں۔ اسی لئے جنگ کی تمنا بھی گنہ ہے۔ مسلمان امن و سلامتی کا
داعی ہے۔ اسی واسطے مسلمانوں نے جب بھی جنگ لڑی۔ مدافعانہ لڑی۔
جارحانہ نہیں۔ جارحانہ جنگ شیوۂ کفّار ہے۔ مسلمان کے لئے یہ سبق
ہے کہ خود جنگ نہ چھیڑو۔ پہل نہ کرو اور اگر دشمن پہل کرے تو
پھر فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَار کے مطابق جنگ سے پیٹھ پھیرنا گناہ
ہے گویا مسلمان کے لئے یہ حکم ہے کہ کِسی کو مت چھیڑو۔ اور اگر
کوئی چھیڑے تو مت چھوڑو۔

حکایت ۲۷

بی بی رحمت

حضرت ایّوب علیہ السّلام کی بیوی کا نام رحمت تھا۔ یہ
آپ کی بڑی فرمانبردار اور جانثار تھی۔ حضرت ایّوب علیہ السّلام جب

بیمار ہوئے۔ تمام جسم شریف پر آبلے پڑے۔ بدن مبارک سب کا سب زخموں سے بھر گیا۔ سب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا مگر آپ کی بیوی نے آپ کو نہ چھوڑا۔ وہ آپ کی خدمت کرتی رہیں اور یہ حالت کئی سال تک رہی۔ ایک روز آپ بازار گئیں تو راستے میں شیطان طبیب بن کر لوگوں کا علاج کر رہا تھا اور اعلان کر رہا تھا کہ میرے پاس ہر مرض کا علاج ہے۔ بی بی رحمت نہ جان سکیں کہ یہ شیطان ہے اپنے مقدس شوہر کے غم میں ان کا علاج دریافت کرنے کو اس کے پاس چلی گئیں اور کہا کہ میرے شوہر بیمار ہیں اور یہ یہ انہیں شکایت ہے شیطان نے اسی غرض کے لئے تو طبیب کا بھیس بدلا تھا۔ بی بی رحمت سے کہنے لگا کہ مَیں ان کا علاج کر سکتا ہوں وہ بالکل اچھے ہو جائینگے۔ مگر شرط یہ ہے کہ جب وہ اچھے ہو جائیں تو مجھ سے اتنا کہدیں۔ اَنْتَ شَفَيْتَنِیْ۔ تو نے مجھے شفا دی ہے۔" بس میری فیس صرف یہی ہے اور کچھ نہیں۔ بی بی رحمت خوشی خوشی گھر آئیں اور حضرت ایوب علیہ السّلام کو سارا قصّہ سُنا دیا۔ حضرت ایوّب علیہ السّلام جان گئے کہ یہ طبیب کے بھیس میں شیطان ہے۔ آپ غصّے میں آگئے اور جلال میں آکر فرمایا۔ تم اس کے پاس کیوں گئیں؟ مَیں اچھا ہو گیا تو بخدا تمہیں ۱۰۰ کوڑے ماروں گا۔ پھر آپ جب اچھے ہو گئے تو جبریل امین حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ کی بیوی نے آپ کی بڑی خدمت کی ہے اور آپ نے اُسے سو کوڑے مارنے کی قسم فرما رکھی ہے۔ اب اس قسم کو یوں پُورا کیجئے کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لیجئے جس کی سو شاخیں ہوں۔ وہ ایک دفعہ مار دیجئے۔ آپ کی قسم پوری ہو جائے گی۔

چنانچہ خدا نے فرمایا۔

خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ (پ ۲۳ ع ۱۳)

اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور آپ کی قسم پوری ہو گئی۔

(روح البیان ص ۲۵۶ ج ۳)

سبق

خاوند کی خدمت و اطاعت سے خدا خوش ہوتا ہے۔ عورتوں کو حضرت بی بی رحمت کے کردار سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور اپنے خاوند کی خدمت و اطاعت میں کمربستہ رہنا چاہیئے یوں نہ ہونا چاہیئے کہ خاوند بیمار پڑ جائے تو اسے ہسپتال میں داخل کرا کے اسے نرسوں کے حوالے کر کے خود سیر سپاٹے اور سینما بینی میں دن رات گذارنے شروع کر دیئے جائیں چنانچہ کہتے ہیں ایسی ہی ایک ماڈرن عورت سینما دیکھنے میں مصروف تھی اس کے دونوں طرف کی نشستیں خالی تھیں۔ یکایک ایک شخص آیا۔ اور بولا۔

محترمہ! اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو آپ کی برابر والی کرسی پر میں بیٹھ جاؤں۔

عورت نے جواب دیا۔ ضرور! دراصل بات یہ ہے کہ ان دونوں نشستوں کو میں نے اپنے دوستوں کے لئے مخصوص کرا لیا تھا مگر میرے تمام دوست میرے شوہر کے جنازے میں گئے ہوئے ہیں۔"

یہ ہے آج کل کی ماڈرن عورت کا کردار کہ شوہر مر کر قبرستان میں اور بیوی سینما ہال میں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان گمراہ کرنے کے لئے نئو نئو بھیس بدل لیتا ہے کبھی طبیب بن جاتا ہے کبھی عالم اور کبھی صوفی اور کبھی مبلّغ بھی بن جاتا ہے۔ قرآن بھی پڑھنے لگتا ہے۔ حدیثیں بھی سنانے لگتا ہے سادہ لوح انسان تو اس کے اس داؤ میں آ جاتے ہیں مگر اہلِ بصیرت جان

لیتے ہیں کہ یہ شیطان ہے۔ اسی لئے مولانا رُومیؒ نے لکھا ہے کہ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

پس نہ باید داد در ہر دست دست

یعنی بہت سے شیطان انسانوں کے بھیس میں پھر رہے ہیں اس لئے بغیر سمجھے بُوجھے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دے دینا چاہیئے۔ ہر چمکدار دھات سونا نہیں۔ ہر دوائی فروش طبیب نہیں اور ہر قرآن خواں اور حدیث سُنانے والا اور نماز و روزہ کی تلقین کرنے والا مسلمان نہیں۔ مسلمانوں کو شیطانوں کے ہر داؤ سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت میں حیلہ کرنا جائز ہے جیسے کہ سَو کوڑے مارنے کی قسم کو خدا تعالےٰ نے سو شاخوں والے جھاڑو مار دینے کے حیلے سے پورا فرما دیا۔ صاحبِ رُوح البیان نے لکھا ہے کہ لیث بن سعد نے قسم کھائی کہ وہ امام ابُوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو تلوار سے مارے گا۔ پھر وہ اس قسم پر پشیمان ہُوا کہ یہ قسم مَیں نے کیوں کھائی؟ اور امام صاحب سے دریافت کرنے لگا کہ کوئی ایسی صورت بیان فرمایئے جس سے مَیں اس قسم سے بری ہو جاؤں۔ فرمایا۔ تلوار پکڑ کر اس کی چوڑان سے مجھے مار لو قسم پوری ہو جائے گی۔ (رُوح البیان ص ۳۵۶ ج ۳) ؎

ہم پہ یہ احسانِ حق ہے لا کلام

بُوحنیفہ ہیں ہمارے جو امام

حکایت ۸

حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کی بیوی

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جب فرعون کی مخالفت شروع کی تو فرعون

کی تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دینے کا حکم دیا اور لوگ آپ کی تلاش میں نکلے تو فرعونیوں میں سے ایک نیک آدمی نے موسیٰ علیہ السلام کی خیر خواہی سے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اپنی جان بچانے کو کہیں اور تشریف لے جائیں چنانچہ آپ اسی وقت نکل پڑے اور مَدین کی طرف رُخ کر لیا۔ مدین وہ مقام ہے جہاں حضرت شعیب علیہ السّلام تشریف رکھتے تھے۔ یہ شہر فرعون کی حدود سلطنت سے باہر تھا۔ حضرت شعیب علیہ السّلام کا ذریعہ معاش بکریاں تھیں۔ دو آپ کی صاحبزادیاں تھیں۔ مدین میں ایک کنواں تھا۔ موسیٰ علیہ السّلام پہلے اسی کنویں پر پہنچے آپ نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اس کنویں سے پانی کھینچتے اور اپنے جانوروں کو پانی پلا لیتے ہیں اور حضرت شعیب علیہ السّلام کی دونوں لڑکیاں بھی اپنی بکریوں کو الگ روک کر وہیں کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ان لڑکیوں سے پُوچھا کہ تم اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے ڈول کھینچا نہیں جاتا۔ یہ لوگ چلے جائیں گے تو جو پانی حوض میں بچ رہے گا وہ ہم اپنی بکریوں کو پلا لیں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رحم آگیا اور پاس ہی جو ایک دوسرا کنواں تھا جس پہ ایک بہت بڑا پتھر ڈھکا ہُوا تھا اور جس کو بہت سے آدمی مل کر ہٹا سکتے تھے۔ آپ نے تنہا اس کو ہٹا دیا اور اس میں سے ڈول کھینچ کر ان کی بکریاں کو پانی پلا دیا۔ گھر جا کر دونوں صاحبزادیوں نے حضرت شعیب علیہ السّلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ بیان کیا تو حضرت شعیب علیہ السّلام نے اپنی بڑی صاحبزادی صفورا سے فرمایا۔ جاؤ۔ اس مردِ صالح کو میرے پاس بُلا لاؤ۔

فَجَاءَتْهُ إِحْدٰهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَاءٍ

"تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی"

مفسّرین نے لکھا ہے کہ اپنے چہرہ کو آستین سے ڈھکے ہوئے اور جسم کو چھپائے ہوئے بڑی شرم و حیاء سے چلتی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا کہ چلئے میرے والد آپ کو بلاتے ہیں چنانچہ آپ حضرت شعیب علیہ السّلام کی زیارت کی نیت سے چل پڑے اور صفورا سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے رہ کہ رستہ بتاتی جاؤ۔ یہ آپ نے پردے کے اہتمام سے فرمایا اور اسی طرح تشریف لائے جب حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ کے حالات سُن کر انہوں نے فرمایا۔ اب کوئی فکر نہ کرو۔ ظالم فرعونیوں سے بچ کر تم یہاں چلے آئے۔ اب یہیں میرے پاس رہو۔ چنانچہ آپ دس برس حضرت شعیب علیہ السّلام کے پاس رہے اور حضرت شعیب علیہ السّلام نے اپنی ایک صاحبزادی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نکاح کر دیا۔ (قرآن کریم پ۲۰ ع ۶۔ تفسیر خزائن العرفان ص ۵۴۷)

سبق

اللہ کا نام لینے والوں کی مخالفت ہوتی چلی آئی ہے اور اللہ اپنے نام لیواؤں کی حفاظت فرماتا ہے اور شرِ اعداء سے انہیں بچاتا ہے یہ بھی معلوم ہُوا کہ اللہ کے پیغمبر سارے انسانوں سے ممتاز و بالا ہوتے ہیں جس وزنی پتھر کو کئی آدمی مل کر ہٹا سکتے تھے موسیٰ علیہ السّلام نے تنہا اسے ہٹا دیا۔ اس موقعہ پہ ہمارے آقا و مولیٰ سیّد الانبیاء صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے متعلق اعلٰحضرت کا یہ شعر پڑھیئے۔ ؎

جس کو بارِ دو عالم کی پرواہ نہیں
ایسے بازو کی ہمّت پہ لاکھوں سلام

یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی نیک لڑکیاں حضرت صفورا کی طرح شرم و حیار اور پردہ و حجاب سے چلتی ہیں۔ نیک لوگ اپنی لڑکیوں کو شرم و حیار کا درس دیتے ہیں اور انہیں کھُلے بندوں ننگے سر ننگے مُونہہ بازاروں میں پھرنے کی اجازت نہیں دے دیتے اور نہ ہی نیک لڑکیاں غیروں کی مجلسوں میں جاکر بے حیائی کے ساتھ غیر مردوں سے ہاتھ ملاتی ہیں لیکن افسوس آج کل تو کچھ ایسی "روشن خیالی" چل پڑی ہے کہ ؎

ہے بلند اخلاق مسٹر اور بڑا روشن خیال
اپنی بیوی کو ملا کر غیر سے مسرُور ہے

اور اس روشن خیالی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ؎

مرد حاکم تھا کبھی عورت پہ لیکن آجکل
بیوی گھر کی مالکہ ہے اور میاں مزدور ہے

یہ بھی معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السّلام نے پردے کے اہتمام سے حضرت صفورا کو اپنے پیچھے رہ کر چلنے کو کہا۔ اسی طرح آج بھی بُرقعہ پوش عورت اپنے شوہر کے پیچھے پیچھے چلتی ہے لیکن بے حجاب ماڈرن بیوی آگے اور اس کا شوہر بیوی کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ اس میں شاید اس خطرے کا انسداد ملحوظ ہوتا ہے کہ ماڈرن عورت نظروں میں رہے اور کہیں غائب نہ ہو جائے اور پیچھے پیچھے چلنے میں اس حقیقت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ کہ ؎

بیوی گھر کی مالک و مختار ہے
اور میاں بیوی کا تابعدار ہے

حکایت ۹۷

حضرت مریم علیہا السلام

حضرت مریم کسی کی بیوی نہیں ہیں۔ ہاں ایک پیغمبر کی ماں ہیں۔ آپ کا ذکر بھی اسی باب میں موزوں ہے

حضرت مریم علیہا السلام کے والد عمران اور ذکریا علیہ السلام دونوں ہم زلف تھے۔ عمران کی بیوی کا نام حنہ تھا اور ذکریا علیہ السلام کی بیوی کا نام ایشاں تھا۔ عمران کی بیوی حضرت حنہ سے ایک زمانہ تک اولاد نہ ہوئی یہاں تک کہ بڑھاپہ آگیا اور مایوسی ہوگئی۔ یہ صالحین کا خاندان تھا اور یہ سب لوگ اللہ کے مقبول بندے تھے ایک روز حنہ نے ایک درخت کے سایہ تلے ایک چڑیا اپنے بچے سمیت دیکھی تو یہ دیکھ کر آپ کے دل میں اولاد کا شوق پیدا ہوا اور بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی کہ یا ربّ اگر تو مجھے بچہ دے تو میں اس کو بیت المقدس کا خادم بناؤں۔ اور اس خدمت کے لئے حاضر کر دوں چنانچہ خدا نے دُعا سُن لی اور جب وہ حاملہ ہوئیں اور انہوں نے یہ نذر مان لی تو ان کے شوہر نے فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا اگر لڑکی ہو گئی تو وہ اس قابل کہاں ہے۔ اس زمانہ میں لڑکوں کو خدمتِ بیت المقدس کے لئے دیا جاتا تھا اور لڑکیاں عوارضِ نسوانی اور مردوں کے ساتھ نہ رہ سکنے کے باعث اس قابل نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ وضع حمل سے پہلے عمران کا انتقال ہوگیا اور حضرت حنہ کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اللہ کے فضل سے ایسی لڑکی پیدا ہوئی جو فرزند سے زیادہ فضیلت رکھنے والی تھی۔ یہ صاحبزادی ہی حضرت مریم تھیں اور اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے اجمل و افضل

تھیں۔ ان کا نام مریم اس لئے رکھا گیا کہ مریم کا معنی ہے۔ عابدہ۔ (قرآن کریم پ ۳ ع ۱۲ تفسیر خزائن العرفان ص ۸۰۔۸۱)

سبق

اللہ تعالےٰ اپنے نیک بندوں کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ حضرت حنہ کو بڑھاپے میں بچہ عطا فرما دیا اور حضرت حنہ کی تمنا بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ نذر یہ مانی کہ خدا بچہ دے تو میں اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی آجکل کی ماؤں کی طرح نہیں کہ خدا بچہ دے تو اُسے میں لندن بھیجوں گی اسے ڈی سی بناؤں گی اور انہیں تو تھانیدار ہی بناؤں گی وہ الگ بات ہے کہ تھانیدار صاحب اپنی ماں ہی کو ہتھکڑی لگانے آ دھمکیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ سے اولاد طلب کیجائے تو تمنا یہ ہونی چاہیئے کہ میرا بچہ دین کا خادم بنے۔ مسجدیں آباد کرے اور خدا کو یاد کرے۔ یہ نہیں کہ دن بھر ہاکی کا میچ ہی کھیلتا رہے۔ مَیں نے لکھا ہے۔ ؎

بنی ٹی اور کبھی بنتی ہیں ٹیمیں
رہے ہیں آپ تو لس ٹی ہی ٹی میں
نماز عصر کی فرصت نہیں ہے
کہ ہیں مصروف وہ ٹی پارٹی میں

حکایت ۱۰۔

حضرت مریم محراب میں

حنّہ نے جو نذر مانی تھی۔ خدا تعالیٰ نے قبول فرما لی۔ حضرت حنّہ نے ولادت کے بعد حضرت مریم کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدّس میں احبار کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ احبار حضرت ہارون علیہ السّلام کی اولاد میں سے تھے۔ چونکہ حضرت مریم ان کے امام کی دختر تھیں اور ان کا خاندان بنی اسرائیل میں بڑا اُونچا خاندان تھا۔ اِس لئے ان سب نے جن کی تعداد ستائیس تھی۔ حضرت مریم کو لینے اور ان کا کفیل بننے کی رغبت کی۔ حضرت ذکریا نے فرمایا مَیں چونکہ مریم کا خالو ہوں۔ اِس لئے سب سے زیادہ حقدار میں ہوں۔ معاملہ اس پر ختم ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے۔ قرعہ ڈالا۔ تو قرعہ حضرت ذکریا کے نام ہی نکلا اور آپؑ حضرت مریم کے کفیل بنے آپ نے پھر بیت المقدس میں حضرت مریم کے لئے محراب کے پاس ایک کمرہ بنایا اس میں آپ کو رکھا۔ حضرت مریم کی یہ کرامت تھی کہ آپ ایک دِن میں اتنا بڑھتیں جتنا دوسرا بچّہ سال بھر میں بڑھتا ہے اور آپ نے کسی عورت کا دُودھ بھی نہیں پیا بلکہ حضرت ذِکریا جب کمرہ بند کر کے اُسے قفل لگا کر باہر تشریف لے جاتے اور واپس وہاں آتے تو ان کے پاس رنگ رنگ کے بے موسم پھل موجود پاتے۔ ایک روز آپ نے یہ منظر دیکھا تو پُوچھا

یَا مَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذِهٖ

اے مریم! یہ میوے تیرے پاس کہاں سے آئے۔

آپ نے جواب دیا۔

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ

وہ اللہ کے پاس سے ہے

یہ بھی حضرت مریم کی کرامت تھی کہ بچپن میں آپ نے بات سن کر اس کا جواب دیا اور فرمایا یہ بے موسم کا پھل اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ حضرت ذکریا علیہ السّلام نے جب یہ دیکھا کہ اللہ تعالےٰ مریمؑ کے پاس بے موسم کے پھل بھیج رہا ہے تو فرمایا کہ جو ذاتِ پاک مریم کو بے وقت، بے فصل اور بغیر سبب کے میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے۔ وہ بے شک اس پر بھی قادر ہے کہ میری بانجھ بیوی کو نئی تندرستی دے۔ اور مجھے بڑھاپے کی عمر میں امید منقطع ہو جانے کے بعد فرزند عطا فرمائے۔ بایں خیال۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً۔ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔

(پ ۳ ع ۱۲)

یہاں پکارا ذکریا اپنے رب کو بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے۔ ستھری اولاد۔ بے شک تو ہی ہے دُعا سُننے والا۔

چنانچہ وہاں مانگنے کا یہ اثر ہوا کہ جبریلِ امین حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰي

آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا

چنانچہ مقدس بڑھاپے میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السّلام عطا فرمائے۔ (قرآن کریم پ ۳ ع ۱۲ روح البیان ص ۳۲۳ ج ۱ خزائن العرفان ص ۸۱)

سبق

کراماتِ اولیا حق ہیں۔ حضرت مریم بغیر کسی عورت کا دُودھ پیے ُ کے دن میں اتنا بڑھتیں جتنا دوسرا بچہ سال بھر میں بڑھتا ہے اور آپ کے لئے سامانِ خورد و نوش جنت سے آتا۔ معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پہ قادر ہے یہ جو عام قوانین قدرت نظر آتے ہیں خدا تعالیٰ ان کا پابند نہیں بلکہ یہ قوانین خود خدا کی مرضی کے پابند ہیں وہ اپنے قانونِ کے خلاف بھی جو چاہے کر سکتا ہے یعنی اس کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ عام قوانین کے برعکس جو چاہے کر دکھائے جو لوگ معجزات و کرامات کے منکر ہیں وہ شانِ الُوہیت سے بے خبر ہیں وہ خدا کو ان قوانین کا تابع سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ حالانکہ سب قوانین اس کے تابع ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کی خاص تربیت فرماتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں کسی اللہ کے نیک بندے کے قدم لگ جائیں۔ اس جگہ میں یہ تاثیر پیدا ہو جاتی ہے کہ وہاں جو بھی دُعا مانگی جائے۔ اللہ قبول فرما لیتا ہے اِسی لئے تو حضرت ذکریا نے هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ کے مطابق وہاں کھڑے ہو کر دُعا مانگی جہاں مریم بیٹھی تھیں گویا حضرت مریم کے قدموں کی برکت سے وہ قطعۂ زمین ایسا قطعہ بن گیا تھا کہ وہاں جو دعا مانگو قبول ہو جاتی تھی ورنہ حضرت ذکریا نے وہی جگہ دُعا کے لئے کیوں منتخب کی۔ بیشک ساری زمین اللہ ہی کی زمین ہے مگر اس زمین کے بعض حصے شور زدہ اور بعض قطعے پیداوار کے حق میں مفید ہوتے ہیں قصور کی زمین سے میتھی خوشبودار پیدا ہوتی ہے۔ پسرور کی زمین ہانڈیوں کے لئے مشہور ہے ہمارے سیالکوٹ کا خطّہ علم خیز مشہور ہے۔ مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

کے علاوہ یہاں سے بڑے بڑے اہلِ علم پیدا ہوئے۔ نجد کی سرزمین فتنوں کی زمین ہے۔ انگلستان کی زمین مکرو عیاری اور تصنّع و بناوٹ پیدا کرتی ہے۔ مدینہ منورّہ کی سرزمین رشک جنّت اور مہبط ملائکہ ہے۔ الغرض جہاں کسی اللہ کے بندے کے قدم لگ جائیں۔ وہ قطعۂ زمین متبرک ہو جاتا ہے۔ حضرت ذکریّا علیہ السّلام نے اِسی لئے اسی جگہ دعا مانگی جہاں مریم بیٹھی تھیں۔ اسی طرح ہم جو داتا صاحب کے مزار پر یا اجمیر شریف کی حاضری دے کر وہاں دُعا مانگتے ہیں اسی لئے کہ یہ قطعاتِ زمین اللہ والوں کے قدموں کی برکت سے مقدّس ہو چکے ہیں جہاں اللہ سے جو بھی دعا مانگی جائے گی۔ خدا قبول فرمائیگا اور مدینہ منوّرہ کی حاضری نصیب ہو جائے تو پھر کہنے ہی کیا۔ وہ سرزمین تو ہے ہی جنّت اور مہبطِ ملائکہ۔ وہاں جو مانگو پاؤ۔ ؎

منگتے کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دُوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

حکایت ۱۱۷

ابنِ مریم علیہ السّلام

حضرت مریم جب جوان ہوئیں تو ایک بار ان کو خوب صورت آدمی کی شکل میں خدا کا فرشتہ جبریل علیہ السّلام نظر آیا۔ قرآن پاک میں ہے فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا۔ تو اس کی طرف ہم نے روحانی (جبریل) بھیجا۔ وہ اس کے سامنے ایک تندرست بشر

بن کر ظاہر ہوا۔ـــــ مریم گھبرا گئیں اور کہا۔ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے۔ جبریل نے کہا۔ میں انسان نہیں بلکہ میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ تاکہ تمہیں میں ایک ستھرا بیٹا دوں" بولی یہ کیوں کر ہوگا۔ مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا نہ میں بدکارہ ہوں۔ فرشتے نے کہا۔ یونہی تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے وہ اپنی قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے بچہ پیدا کر سکتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ ہم اس طرح بچہ پیدا فرما کر اس بچے کو لوگوں کے واسطے نشانی بنائیں گے۔ تب جبریل نے ان کے کرتے کے گریبان میں دم کر دیا یعنی پھونک دیا اس کے بعد مریم کو حمل ہو گیا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف تیرہ سال کی تھی سب سے پہلے جس شخص کو حضرت مریم کے حمل کا علم ہوا وہ انکا چچازاد بھائی یوسف نجار ہے جو مسجد بیت المقدس کا خادم تھا اور بہت بڑا عابد شخص تھا۔ اس کو جب معلوم ہوا کہ مریم حاملہ ہیں تو نہایت حیرت ہوئی۔ جب چاہتا تھا کہ ان پہ تہمت لگائے تو اُن کی عبادت۔ زہد و تقویٰ اور ہر وقت کا حاضر رہنا کسی وقت غائب نہ ہونا یاد کر کے خاموش ہو جاتا تھا اور جب حمل کا خیال کرتا تھا تو ان کو بُری خیال کرنا مشکل نظر آتا تھا بالآخر اُس نے حضرت مریم سے کہا کہ میرے دل میں ایک بات آئی ہے ہر چند چاہتا ہوں کہ زبان پہ نہ لاؤں مگر اب صبر نہیں ہوتا۔ آپ اجازت دیں کہ میں کہہ گزروں تاکہ میرے دل کی پریشانی دُور ہو جائے۔ حضرت مریم نے کہا اچھی بات ہے کہو تو اس نے کہا کہ اے مریم مجھے بتاؤ کہ کیا کھیتی بغیر بیج اور درخت بغیر بارش کے اور بچہ بغیر باپ کے پیدا ہو سکتا ہے؟ حضرت مریم نے فرمایا کہ ہاں۔ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو سب سے پہلے

کھیتی پیدا کی اور درخت اپنی قدرت سے بغیر بارش کے اگائے کیا تو یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پانی کی مدد کے بغیر درخت پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ یوسف نے کہا میں تو یہ نہیں کہہ سکتا۔ بے شک میں اس کا قائل ہوں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے جسے کُن فرمائے وہ ہو جاتی ہے۔ حضرت مریم نے کہا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بی بی کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ حضرت مریم کے اس کلام سے یوسف کا شبہ دور ہو گیا اور حضرت مریم حمل کے سبب سے کمزور ہو گئی تھیں۔ اس لئے خدمت مسجد میں یوسف ان کی نیابت کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو الہام کیا کہ وہ اپنی قوم سے علیحدہ چلی جائیں اس لئے وہ بیت الحم میں چلی گئیں فَاَجَاءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ "پھر اُسے دروزہ ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا"—— اس کھجور کا درخت بالکل خشک ہو چکا تھا اور یہ ایک ایسی دور افتادہ ویران جگہ تھی۔ جہاں پانی کا نام تک نہ تھا نہ کچھ کھانے کا سامان وہاں تھا ایسی جگہ پہنچ کر آپ نے خشک کھجور کے درخت کی جڑ سے ٹیک لگائی اور فضیحت کے خیال سے فرمایا۔ ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔ ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے حضرت مریم کی مدد فرمائی تو جبریل نے وادی کے نشیب سے آواز دی۔ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا تیرے رب نے تیرے نیچے نہر بہا دی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ نے اپنی ایڑی زمین پہ ماری تو آبِ شیریں کا چشمہ جاری ہو گیا یہ تو پینے کا انتظام فرمایا اور کھانے کے لئے فرمایا۔ هُزِّيْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ

عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا۔ اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر
تازی پکی کھجوریں گریں گی ——— فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا۔
تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ" ——— پھر تو اگر کسی آدمی کو
دیکھے اور کچھ پوچھے تو اشارے سے کہدینا کہ میں نے آج کا دن
چپ رہنے کا روزہ رکھا ہے۔ اس لئے آج کسی سے بات نہ
کروں گی۔ اس کے بعد جب آپ عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لئے
اپنی قوم کے پاس آئیں تو وہ بولے۔ اے مریم تو نے بہت بڑی
بات کی۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا اور نہ تیری
ماں بدکار تھی۔ تم نے یہ کیا کیا؟ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ۔ اس پر مریم نے
بچّے کی طرف اشارہ کیا کہ اسی سے پوچھ لو۔ بات کیا ہے۔ وہ بولے
ہم کیا پاگل ہیں جو ایک دن کے بچّے سے جو ابھی پالنے میں بچّہ ہے
بات کریں۔ آپ نے اشارہ کیا کہ تم اس سے پوچھو تو۔ انہوں نے پوچھا
تو قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَّجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ
مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ
يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا۔ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ أَمُوْتُ وَيَوْمَ
أُبْعَثُ حَيًّا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پہلے روز ہی بول اٹھے کہ میں
اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا اور
اپنی ماں سے اچھا سلوک کیا۔ میں کہیں ہوں اور مجھے نماز و زکواۃ کی
تاکید فرمائی۔ میں جب تک جیوں اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا
اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا اور سلامتی ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہُوا اور جس دِن
وصال اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں" ——— جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام
نے یہ کلام فرمایا تو لوگوں کو حضرت مریم کی برأت و طہارت کا یقین ہو گیا
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنا فرما کر خاموش ہو گئے اور اس کے بعد کلام نہ

جب تک کہ اِس عُمر کو پہنچے جس میں بچے بولنے لگتے ہیں۔
(قرآن کریم پ ۱۶ ع ۵ تفسیر خزائن العرفان ص ۴۳۴۔ ۴۳۵ اور تفسیر حقانی ص ۱۵ ج ۵)

سبق

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو بغیر باپ کے بچہ عطا فرمایا اور یہ اس کی قدرتِ کاملہ کی نشانی ہے۔ عام قانون تو یہ ہے کہ ماں باپ دونوں کے ہوتے ہوئے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کسی قانون کا پابند نہیں۔ قانون اس کا پابند ہے۔ وہ چاہے تو بغیر باپ کے بھی بچہ پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ اس نے حضرت مریم کے ہاں بچہ پیدا کر دکھایا۔ اور فرمایا یہ بات میرے لئے آسان ہے اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ عیسٰی علیہ السلام باپ کے بغیر پیدا ہوئے لیکن ماں تو اُن کی تھی یعنی ماں کا ہونا ضروری ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرما کر بتا دیا کہ میں بغیر ماں کے بھی بچہ پیدا کر سکتا ہوں اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ ماں باپ میں سے کم از کم ایک کا ہونا ضروری ہے تو خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرما کر بتا دیا کہ میں بغیر ماں باپ کے بھی بچہ پیدا کر سکتا ہوں۔ حضرت آدم و حوا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش خارق عادت اور اللہ کی قدرتِ کاملہ کا نمونہ ہے ویسے عام قانون یہی ہے کہ ماں باپ کے ہوتے ہوئے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

لطیفہ ایک دفعہ ایک صاحب وعظ فرما رہے تھے کہ جو دیتا ہے اللہ ہی دیتا ہے۔ غیر اللہ کے پاس ہرگز نہیں جانا چاہیئے ایک منچلے نے اٹھ کر کہا۔ مولوی صاحب! اگر کوئی عورت دن رات

اللہ سے بچہ طلب کرتی رہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے ہرگز بچہ نہ دے گا جب تک وہ غیر اللہ یعنی اپنے شوہر کے پاس نہ جائے گی۔

الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی پیدائش اللہ کی خاص نشانی ہے آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں جس پہ قرآن پاک کی متعدد آیات شاہد ہیں۔ خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں جہاں بھی عیسیٰ علیہ السّلام کا ذکر فرمایا ہے وہاں عیسیٰ علیہ السّلام ابن مریم ہی فرمایا ہے۔ اگر آپ کا باپ ہوتا تو خدا ابن کی نسبت آپ کے باپ کی طرف کرتا اور سُنیئے اسی پارہ میں جہاں عیسےٰ علیہ السّلام کی ولادت کا ذکر ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السّلام کا ذکر بھی ہے۔ خُدا فرماتا ہے۔

یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ وَّ اٰتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَکٰوۃً وَکَانَ تَقِیًّا وَّ بَرًّا بِوَالِدَیْہِ وَلَمْ یَکُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا۔

اے یحییٰ! کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اُسے بچپن ہی سے نبوّت دی اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی اور کمال ڈر والا تھا اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا۔ زبردست و نافرمان نہ تھا“

اس آیت شریفہ میں بَرًّا بِوَالِدَیْہِ کا جملہ قابل غور ہے اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا“ مگر یہی وصف جب خدا نے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کا بیان کیا تو فرمایا بَرًّا بِوَالِدَتِہٖ اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا“ یہاں صرف ماں کا ذکر ہے۔ باپ کا نہیں کیونکہ آپ کا باپ تھا ہی نہیں۔ اگر ہوتا تو یہاں بھی یہ جملہ ہوتا“ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا“

لطیفہ ہمارے قصبہ کے پوسٹ آفس میں ایک مرتبہ عیسائی پوسٹ

ماسٹر متعین ہو کر آیا۔ ایک دن وہ دفتر ماہِ طیبہ میں آیا اور کتب خانہ دیکھ کر کہنے لگا۔ میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں ؟ میں نے کہا شوق سے پوچھیے۔ بولا ہمارے یسوع مسیح کے متعلق آپ بھی مانتے ہیں کہ ان کا باپ نہ تھا اور ان کے بیوی بچے بھی نہ تھے۔ میں نے کہا۔ ہاں تو کہنے لگا۔ خدا کا بھی کوئی باپ نہیں اور اس کے بھی بیوی بچے نہیں ہیں تو یہ خدائی اوصاف ہمارے یسوع مسیح میں ثابت ہو گئے۔ میں نے کہا۔ بابو صاحب! اگر خدائی کا انحصار اسی بات میں ہے کہ جس کے ماں باپ نہ ہوں یا جس کے بیوی بچے نہ ہوں وہ خدا ہوتا ہے تو پھر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پورے خدا ثابت نہیں ہوتے کیونکہ آپ کی ماں تو تھی۔ ہاں بقول آپ کے حضرت آدم علیہ السلام (معاذاللہ) پورے خدا ٹھہریں گے جن کا باپ تھا نہ ماں۔ علاوہ ازیں کئی آدمی ساری عمر شادی نہیں کرتے اور بغیر بیوی بچوں کے عمر گذار دیتے ہیں۔ ہسپتال کی اکثر نرسیں کنواریاں کہلاتی ہیں۔ میاں بچے نہیں رکھتیں تو کیا یہ سب بھی خدائی اوصاف سے متصف مانیں جائینگے اصول یہ نہیں کہ جس کا ماں باپ نہ ہو وہ خدا ہے۔ اصول یہ ہے کہ جو خدا ہے اس کا ماں باپ کوئی نہیں۔ اگر آپ کا اصول تسلیم کر لیا جائے تو کئی موسموں میں کئی جانور بغیر ماں باپ کے پیدا ہوجاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک نمونہ ہیں۔ ہمارا ان پہ ایمان ہے کہ وہ اللہ کے سچے پیغمبر تھے اور ہاں بابو صاحب! یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ حضرت یسوع مسیح نے شادی نہیں کی۔ ذرا فرمائیے تو سہی کہ آپ کا شادی نہ کرنا نیکی ہے یا بُرائی ؟ برائی تو وہ کہہ ہی نہیں سکتے تھے۔ ہاں خاموش ہو گئے میں نے کہا آپ کو ماننا پڑے گا کہ آپ کا شادی نہ کرنا نیکی تھا۔ تو اگر

نیکی تھا۔ تو پیغمبر آتا ہی اِس لئے ہے کہ امت کو نیکی کی طرف راغب کرے اور اپنے اتباع کا درس دے تو آپ کی اس نیکی پر اگر عیسائی امت عمل کرنے لگے یعنی شادی کرنا چھوڑ دے تو چند سالوں ہی میں یہ امت ختم ہو جائے تو یہ اچھی نیکی ہے جو دنیا ہی کو ختم کر دے آپ حضرات جو شادی کرتے ہیں اور بیوی بچے رکھتے ہیں۔ اپنے پیغمبر کی سنّت کے خلاف کرتے ہیں اور یہ ہمارے پیغمبر حضور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر آپ کو ناچار عمل کرنا پڑتا ہے اور اپنی بقاء کے لئے غیر ارادی طور پر دامنِ مصطفےٰ تھامنا پڑتا ہے۔ ہمارے حضور نے شادیاں کیں اور امت کو بھی شادیاں کرنے کی تلقین فرمائی۔ پس جو عیسائی بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ زبانِ حال سے یہ اعلان کرتا ہے کہ اے دنیا والو! میں اگر پیدا ہوا ہوں تو نبی آخر الزمان حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں پیدا ہوا ہوں کیونکہ اگر میرے ماں باپ اپنے پیغمبر کی سنت پر عمل کرتے اور شادی نہ کرتے تو میں پیدا ہی نہ ہوتا اور اگر پیدا ہو بھی جاتا تو حلال زادہ نہ کہلاتا۔ پس اے بابو صاحب! شادی کرنا نیکی ہے اور ضروری ہے۔ اسی لئے ہمارے حضور فرما گئے ہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام بھی آسمان سے نازل ہونے کے بعد شادی کریں گے اور ان کے بچے بھی پیدا ہوں گے۔ میری تقریر سے بابو صاحب کافی متاثر ہوئے اور پھر ہر روز آنے لگے اور اکثر مذہبی گفتگو کرتے رہتے اور سمجھتے۔ بالآخر ان کا تبادلہ ہو گیا۔ ان کا نام یوسف مسیح تھا۔ اب خدا جانے کہاں ہیں۔

سبق طویل ہو گیا ہے اور مجھے ابھی بہت کچھ لکھنا ہے۔ ولادت عیسےٰ علیہ السلام میں قرآن پاک کی حسبِ ذیل آیات قابلِ غور ہیں۔

(۱) فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔

تو اس کی طرف ہم نے روحانی (جبریل) بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست بشر بن کر ظاہر ہوا۔

(۲) لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ (جبریل) نے کہا مَیں اس لئے آیا ہوں، تاکہ تمہیں مَیں ایک سُتھرا بیٹا دوں۔"

(۳) فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ۔ پھر اُسے دردِ زہ ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا۔"

(۴) هُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا۔ اور کھجور کی جڑ پکڑ۔ اپنی طرف ہلا۔ تجھ پر تازی کھجوریں گرینگی

(۵) قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۔ فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں۔

(۱) اس آیتِ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت مریم کے پاس جبریل کو بھیجا۔ جو نوری مخلوق ہے لیکن وہ مخلوق مریم کے پاس بشر بن کر آیا۔ اب اگر کوئی شخص حضرت جبریل کو بھی اپنے جیسا بشر کہنے لگے اور انہیں نور نہ مانے اور دلیل میں قرآن کی یہی آیت پیش کرے کہ قرآن میں جب انہیں بشر کہا گیا ہے تو ہم کیوں نہ کہیں تو اس کی عقل میں فتور مانا جائے گا یا نہیں؟ اگر کہا جائے کہ مریم کے پاس نوری کا بشر بن کر آنا حکمت پر مبنی تھا اور ان کا بشر کی شکل میں آجانا ان کے نور ہونے کے منافی نہیں تو ہم کہیں گے کہ ہمارے پاس بھی حضور سراپا نور کا جامۂ بشریت پہن کر تشریف لانا ہزاروں حکمتوں پر مبنی تھا اور حضور کا بشریت کے لباس میں تشریف لانا ان کے نور ہونے کے منافی نہیں۔

(۲) بچہ دینے والا حقیقی طور پر خدا ہی ہے لیکن جبریل امین نے یوں کہا کہ مَیں اس لئے آیا ہوں تاکہ مَیں تمہیں ایک سُتھرا بیٹا دُوں معلوم ہُوا کہ جس کی وساطت سے فعل کا ظہور ہو۔ فعل کی نسبت

اس کی طرف کرنا بھی جائزہ اور قرآن سے ثابت ہے جیسے شفا اللہ دیتا ہے لیکن کسی قابل طبیب کے ہاتھوں شفا حاصل ہو تو کہدیا جاتا ہے کہ اس طبیب نے مجھے شفا دی اور یہ نسبت مجازی کہلاتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی اللہ کے مقبول بندے اور متبع شریعت پیر کی دُعا سے اللہ کسی کو بچہ دے تو ہم اس کا نام پیر بخش رکھ سکتے ہیں۔ اِس نسبت مجازی کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جبریل بخش - تو اِسی نسبت سے کوئی بچہ نبی بخش اور پیر بخش کیوں نہیں ہو سکتا؟

(۳) بعض لوگ محفلِ میلاد پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ بھرے مجمع میں حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی ولادت کا ذِکر کیا جاتا ہے جو ادب کے خلاف ہے۔ وہ قرآن پاک کی اس آیت کو پڑھیں کہ خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی وِلادت کا صاف انداز میں ذکر فرما رہا ہے حتیٰ کہ دردِ زہ کا بھی ذِکر فرما رہا ہے۔ کیا یہ لوگ خدا پر بھی یہ اعتراض کریں گے کہ ولادتِ عیسیٰ کا ذکر اس اس انداز میں کیوں گیا گیا ہے۔

(۴) خشک کھجور کی جڑ کو اللہ کی مقبول مریم کے ہاتھ لگنے ہی سے وہ درخت فوراً سرسبز اور پھلدار ہو گیا حتیٰ کہ فوراً ہی اُوپر سے تازہ کھجوریں بھی گرنے لگیں۔ یہ ہیں اللہ والوں کے ہاتھ۔ کہ خشک کھجور کو بھی سرسبز کر دیں اور ایک آجکل کے ہاتھ بھی ہیں کہ بھری جیب میں بھی پڑیں تو اُسے خالی کر دیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ولادت کی خوشی میں خشک کھجور سے تازہ کھجوریں تقسیم ہوئیں۔ پھر ہم اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں شیرینی تقسیم کریں تو وہ بدعت کیوں ہوُا۔

ہم ہوئے پیدا محمّد کی محبّت کے لئے
اور کوئی پیدا ہُوا تقسیم بدعت کے لئے

(۵) سب سے پہلا کلام آپ نے یہ کیا کہ مَیں اللہ کا بندہ ہوں گویا آپ کو اس وقت ہی یہ علم تھا کہ لوگ مجھے اللہ کا بیٹا کہیں گے اس لئے سب سے پہلے اس غلط عقیدہ کی تردید فرما دی اور یہ بھی فرما دیا کہ مَیں اللہ کا نبی ہوں۔ گویا نبی پیدا ہوتے ہی نبی ہوتا ہے۔ گو ظہورِ نبوّت بعد میں ہو معلوم ہُوا کہ نبی کو آئندہ باتوں کا پہلے ہی علم ہوتا ہے اِسی لئے مَیں نے حضور کے متعلق لکھا ہے کہ

تو دانائے ماکان اور مایکون ہے
مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

جو لوگ حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ حضور کو دیوار پیچھے کا بھی عِلم نہ تھا (معاذ اللہ) وہ کسی عیسائی کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ جبکہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا بچپن میں آئندہ کی بات کو جان لینا قرآن سے ثابت ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے عِلم کا منکر کسی عیسائی کے اس طعن کا جواب کیسے دیگا کہ ہمارے یسوع مسیح کا آئندہ کی بات کا عِلم قرآن سے ثابت ہے اور تمہارے نبی کو دیوار پیچھے کا بھی عِلم نہ تھا۔

مقامِ غور ہے کہ حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کے عِلم کا اِنکار کرکے کوئی مُسلمان کسی عیسائی کو مُسلمان ہونے کی ترغیب دے ہی نہیں سکتا کیونکہ عیسائی یہ کہہ دے گا کہ آئندہ کی بات جان لینے والے نبی کو چھوڑ کر ہم ایسے نبی کو کیوں مانیں جسے دیوار پیچھے کا عِلم بھی نہیں پس ہر مسلمان کو اپنا یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ یارسول اللہ سے

دلِ فرش پہ ہے تری نظر سرِ عرش پہ ہے تری نظر ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضور

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ” وِلادت “

آپ کی ماں

آمِنہ اور مرضعہ حلیمہ

رضی اللہ عنہما

مبارک ہے وہ شہ پردے سے باہر آنے والا ہے

گدائی کو زمانہ جس کے دَر پر آنے والا ہے

فقیروں سے کہو حاضر ہوں جو مانگیں گے پائیں گے

کہ سلطانِ جہاں محتاج پرور آنے والا ہے

دُوسرا باب

حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی "ولادت"

آپ کی ماں آمنہ اور مُرضِعہ حلیمہ

رضی اللہ عنہما

حکایت ۱۲

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بڑے حُسین و جمیل تھے۔ آپ کی پیشانی میں نورِ محمّدی کی چمک دمک سے کئی عورتیں آپ سے نکاح کرنا چاہتی تھیں۔ حضرت عبد اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے والد حضرت عبد المطلب کے ساتھ کعبہ شریف کے پاس سے گزرے تو راستے میں ورقہ بن نوفل کی بہن بیٹھی تھیں جو کتبِ سابقہ کی عالمہ تھی۔ اس نے جب حضرت عبُداللہ کی جبینِ انور میں نورِ محمدی دیکھا تو حضرت عبداللہ سے

عرض کیا کہ مجھ سے نکاح کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا میں اپنے والد کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ حضرت عبدالمطلب نے وہب بن مناف جو عرب میں حسب و نسب میں بہت اشرف تھے کی بیٹی حضرت آمنہ سے حضرت عبداللہ کا نکاح کر دیا۔ حضرت آمنہ سارے قریش میں حسب ونسب کے لحاظ سے ممتاز تھیں۔ پھر جب نور محمدی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ انور میں منتقل ہو گیا تو ایک روز حضرت عبداللہ اسی راہ سے گزرے جس راہ میں ورقہ بن نوفل کی بہن نے ان سے نکاح کر لینے کی درخواست کی تھی تو اس روز اس نے حضرت عبداللہ کی طرف التفات نہ کیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ آج کیا بات ہے تم میری طرف دیکھتی بھی نہیں۔ بولی وہ نور جو آپ کی پیشانی میں دیکھا تھا وہ آج مجھے نظر نہیں آتا۔

وہ جس کے نور سے تیری چمکتی تھی یہ پیشانی
اُسی کی تھی میں طالب اسی کی تھی میں دیوانی
مگر میں رہ گئی محروم قسمت میری پھوٹی ہے
سنا ہے کہ وہ نعمت آمنہ نے تجھ سے لوٹی ہے

(مواہب لدنیہ ص ۱۹ ج ۱۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۳۰)

سبق

محدثین کرام علیہم الرحمۃ نے تصریح فرما دی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین حضرت عبداللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما تک حضورؐ کے جملہ آباء و امہات مومن اور اشرف تھے۔ قرآن پاک میں جہاں اللہ تعالیٰ نے وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ فرمایا ہے۔ مفسرین کرام نے اس کی یہ تفسیر بھی فرمائی ہے کہ اس آیت

ہیں ساجدین سے مومنین مراد ہے اور معنی یہ ہیں کہ زمانہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ و آمنہ خاتون تک مومنین کے اصلاب و ارحام میں آپ کے دورے کو اللہ ملاحظہ فرماتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے تمام اصول آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب مومن ہیں۔

(تفسیر خزائن العرفان ص ۵۳۰)

حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبداللہ ہی اِس امر پر شاہد ہے کہ آپ مومن تھے اور آپ کے والد عبدالمطلب بھی مشرک نہ تھے ورنہ وہ اپنے فرزند کا نام عبداللہ نہ رکھتے۔ حضور کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بھی اس حقیقت پر شاہد ہے کہ آپ مومنہ تھیں۔ عبداللہ ہو اور مومن نہ ہو۔ آمنہ ہو اور مومنہ نہ ہو کیسی بے تکی اور گمراہی کی بات ہے۔ عبداللہ کو اللہ نے وہ فرزند عطا فرمایا جس نے بتوں کے بندوں کو عباد اللہ بنا دیا اور آمنہ کو وہ لختِ جگر عطا فرمایا جس نے بے ایمانوں کو ایمان عطا فرما کر امان دے دی۔ عبداللہ کو مومن وہی نہ مانے گا جو خود عبداللہ نہ ہو اور آمنہ کو وہی مومنہ نہ مانے گا جو خود مومن نہیں۔ عقلِ سلیم بھی اس امر کو تسلیم نہیں کرتی کہ جو ذاتِ با برکات ساری کائنات کے لیے باعثِ نجات بن کر آئی ہو۔ اور جس کی نظروں نے بُت پرستوں کو خدا پرست۔ ڈاکوں کو محافظ، اندھوں کو بینا اور ناریوں کو جنتی بنا دیا ہو۔ اس باتِ والا صفات کے اپنے ماں باپ ناجی نہ ہوں۔ ایک حدیث میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے قرآن پڑھا اور اس پہ عمل کیا۔

اُلبِسَ وَالِدَاہُ تَاجًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ضَوْءُہٗ اَحْسَنُ

مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۸۶)

اس کے ماں باپ کو قیامت کے روز ایک ایسا نورانی تاج پہنایا جائیگا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ حسین ہوگی۔

غور فرمایئے کہ جب ایک امتی جو قرآن پڑھتا ہے اس کے ماں باپ کو قیامت کے روز نورانی تاج پہنایا جائے گا تو خود وہ ذاتِ والاصفات جس پہ قرآن اُترا جو خود قرآنِ ناطق ہے ان کے والدین کریمین کی بروز قیامت کوئی تعظیم وتکریم نہ ہو؟ کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے؟ ؎

جن دلوں کے مُصطفےٰ اک لختت ہوں
کیوں نہ وہ ماں باپ پھر خوش بخت ہوں

حکایت ۱۳

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ارشادات

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ چھ مہینے حمل کے گزر گئے لیکن مجھے کوئی آثارِ حمل معلوم نہ ہوئے اور نہ ہی کوئی تکلیف محسوس ہوئی۔ چھ مہینے کے بعد کسی نے خواب میں مجھ سے کہا۔

يَا اٰمِنَةُ اِنَّكِ حَمَلْتِ بِخَيْرِ الْعَالَمِيْنَ فَاِذَا وَلَدْتِيهِ فَسَمِّيهِ مُحَمَّدًا۔

اے آمنہ! تیرے حمل میں سارے جہانوں سے افضل جلوہ گر

ہے جب تو اسے جنے تو اس کا نام محمدؐ رکھنا۔"

اسی طرح انبیاء کرام کے مقدس گروہ آپ کے ظہور قدسی کی بشارت سناتے رہے۔ جب ولادت شریفہ کا وقت آیا میں گھر میں اکیلی تھی حضرت عبدالمطلب حرم شریف میں طواف کر رہے تھے۔ میں نے ایک خوف ناک آواز سنی جس سے میں کانپ گئی۔ پھر ایک فرشتہ سفید مرغ کی شکل میں آیا۔ جس نے اپنے پَر میرے سینے پر ملے اور میرا خوف جاتا رہا اور ساری تکلیف بھی دُور ہو گئی پھر میرے لئے کوئی ایک پیالہ شربت کا لایا جس کو میں نے پیا۔ اس کے پینے سے مجھے ایک بلند نور نظر آیا۔ میں نے دیکھا کہ عبدالمناف کی بیٹیاں میرے گرد کھڑی ہیں۔ میں حیران رہ گئی۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے کہا۔ میں فرعون کی بیوی آسیہؓ[1] ہوں اور دوسری بولی میں عیسٰی علیہ السلام کی ماں مریم ہوں اور یہ دوسری عورتیں جنّت کی حوریں ہیں ہم سب بحکم خدا تمہاری خدمت کے لئے جنّت سے آئی ہیں۔ پھر فرمایا کہ

كَشَفَ اللّٰهُ عَنْ بَصَرِيْ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَرَاَيْتُ ثَلٰثَةَ اَعْلَامٍ مَضْرُوْبَاتٍ۔ عَلَمًا بِالْمَشْرِقِ وَعَلَمًا بِالْمَغْرِبِ وَعَلَمًا عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ۔ اللہ نے میری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا۔ پس میں نے دنیا کے مشرق و مغرب دیکھ لئے اور تین جھنڈے بھی دیکھے اور ایک جھنڈا مشرق میں گڑھا تھا۔ دوسرا مغرب میں۔ اور تیسرا کعبہ کی چھت پہ۔ اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور میں

---

[1] اس کی حکایت آگے آ رہی ہے۔

نے دیکھا تو آپ سجدے میں پڑے ہوئے تھے۔

(مواہب اللدنیہ ص ۲۱ ج ۱)

سبق

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ساری ماؤں سے زیادہ خوش نصیب ماں ہیں۔ اتنی خوش نصیب کہ آپ کی خدمت کے لئے جنت سے آسیہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی ماں اور جنت کی حوریں خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ ایسی خوش نصیب ماں کے خلاف کوئی بے حد بدنصیب شخص ہی زبان کھولے گا۔ معلوم ہوا کہ حضرت آمنہ خیر العالمین سید العالمین کی ماں ہیں۔ آپ کو جنت کے فرشتے اور انبیاء کرام بشارتیں دیتے رہے۔ آپ کے لئے جنت سے شربت بھیجا گیا۔ پھر جس مقدس ماں کی اس دنیا میں بھی جنت کی حوریں خدمت کریں اور اس دنیا میں بھی جنت کا شربت جسے ملے کیا یہ ممکن ہے کہ اس جہاں میں آپ کو اس جنت سے دور رکھا جائے؟ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جبھی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو تکالیفِ حمل کا سامنا نہیں ہوا اور آپ نے شربت پینے کے بعد ایک بلند نور دیکھ بھی لیا اور پھر اسی نور کی برکت سے آپ کی آنکھوں سے پردے جو ہٹے تو دنیا کے مشرق و مغرب کو آپ نے دیکھا اور مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پہ گڑھے ہوئے جھنڈے بھی دیکھ لئے۔ پھر کس قدر ظلم و جہل کی بات ہے کہ جس ذاتِ نور کی ماں کی بصارت و رویت کا یہ عالم ہو اس ذاتِ نور کے متعلق کوئی یوں کہہ لکھ دے کہ انہیں تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا (معاذ اللہ) یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سراپا معجزہ ہیں کہ پیدا ہوتے ہی سجدے میں گر گئے اور یہ اس طرف اشارہ

تھا کہ مَیں دُنیا میں دُنیا کو اللہ کے حضور سجدے میں گِرانے کو آیا ہوں اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے اس سجدے سے ساری رُوئے زمین حضور کے لئے مسجد بن گئی چنانچہ حضور نے فرمایا ہے۔ جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاک کر دینے والی بنا دی گئی۔ یہ جبینِ مُصطفےٰ کے زمین پر لگنے کا صدقہ ہے کہ ساری زمین مسجد اور پاک کنندہ بن گئی۔ ؎

مُبارک ہو جہاں میں سیّدِ لولاک آئے ہیں!
جو تھے ناپاک سرکاران کو کرنے پاک آئے ہیں

حکایت ۱۴

نُور ہی نُور

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب حضور پیدا ہوئے تو مَیں نے ایک نور دیکھا۔ جس سے شام کے محل مَیں نے دیکھ لئے۔ حضرت فاطمہ بنت عبداللہ کہتی ہیں کہ ولادتِ شریفہ کے وقت میں حاضر ہوئی تو مَیں نے سارے گھر کو نُور سے پُر دیکھا اور ستاروں کو دیکھا کہ آسمان پر سے نیچے اُتر آئے ہیں۔ مجھے گمان ہُوا کہ شاید مجھ پر آ گرِیں گے اور حضرتِ آمنہ فرماتی ہیں کہ حضور سراپا نور بن کر پیدا ہوئے۔ آپ کے ساتھ کسی قِسم کی الائش نہ تھی۔ آپ بالکل پاک و صاف نظیف و لطیف پیدا ہوئے۔ (مواہب لدنیہ ص ۲۲ ج ۱۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۲۷)

سبق

ہمارے حضور سراپا نور بن کر تشریف لائے اور آپ کے نور کی برکت سے آپ کی والدہ نے شام کے محل دیکھ لئے۔ پھر خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رویت و بصارت کی وسعت کا انکار کرنا کیوں کر گمراہی و تاریکی نہ ہو گی۔ آپ کا تشریف لانا گویا اس شعر کا مصداق ہے ؎

نور اندر نور باہر کوچہ کوچہ نور ہے!
بلکہ یوں کہیئے کہ سب دنیا کی دنیا نور ہے

یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور کی بشریت مقدسہ نورانی بشریت ہے۔ آپ پیدا ہوئے تو بالکل ہر کسی قسم کی آلائش سے پاک صاف اور ستھرے۔ یہ جو ان کی مثل بنتے پھرتے ہیں یہ ہولی فیملی ہسپتال میں بھی پیدا ہوں تو کئی گنہ مربع زمین گندی کر دیتے ہیں۔ اسی لئے کسی شاعر نے لکھا ہے کہ ؎

خدا کی شان تو دیکھو کہ کلچڑی گنجی!
حضورِ بلبلِ بستان کرے نوا سنجی

حکایت ۱۵

ابولہب کی لونڈی

ابولہب کی ایک لونڈی تھی جس کا نام ثویبہ تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے تو اس نے آکر ابولہب کو بشارت دی اور کہا مبارک ہو۔ آپ کو خدا نے بھتیجا دیا ہے۔ ابولہب نے یہ

بشارت سن کر خوشی میں آکر اپنی انگلی اٹھا کر اشارہ کیا کہ جا تجھے آزاد کیا۔ ابو لہب کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا اور اس سے حال پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ آگ میں جل رہا ہوں۔ ہاں جب پیر کا روز (جس روز حضور پیدا ہوئے) آتا ہے۔ تو میں اس انگلی کو جس انگلی کے اشارے سے محمد کی ولادت کی خوشی میں میں نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا تھا۔ اپنے منہ میں ڈال کر چوستا ہوں تو اس سے پانی نکلتا ہے جسے پی کر میں آرام پا لیتا ہوں۔ (مواہب لدنیہ ص ۲۷ ج ۱)

سبق

حضرت امام قسطلانی جو شارح بخاری بھی ہیں۔ یہ واقعہ لکھ کر کہتے ہیں۔ کہ ابو لہب جس کے متعلق قرآنِ پاک میں اس کے قطعی ناری ہونے کا ذکر آگیا ہے ایسے قطعی ناری شخص نے حضور کی خوشی میں جب انگلی کے اشارے سے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا تو خدا تعالیٰ نے اس کی اس خوشی منانے سے اس روز اس انگلی کے ذریعہ اسے عذاب نار سے نجات دے دی پھر جو مسلمان حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادتِ شریفہ کی خوشی منائیں گے اور آپ کی محبّت میں خرچ کریں گے۔ یقیناً اس کے بدلے میں اللہ کریم انہیں اپنے فضلِ عمیم سے جنّاتِ نعیم میں داخل کرے گا اور پھر فرمایا۔

وَلَا زَالَ اَهْلُ الْاِسْلَامِ يَحْتَفِلُوْنَ بِشَهْرِ مَوْلِدِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامِ وَيَعْمَلُوْنَ الْوَلَائِمَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ فِيْ لَيَالِيْهِ بِاَنْوَاعِ الصَّدَقَاتِ وَيُظْهِرُوْنَ السُّرُوْرَ وَيَزِيْدُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيُحِبُّوْنَ بِقِدَاءَةِ مَوْلِدِهِ الْكَرِيْمِ وَيَظْهَرُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَرَكَاتِهٖ كُلُّ فَضْلٍ عَمِيْمٍ ۝ (مواہب لدنیہ ص ۲۷ ج ۱)

یعنی اس مہینہ ربیع الاوّل شریف میں مسلمان ہمیشہ محافل میلاد منعقد کرتے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور صدقہ وخیرات کثرت کے ساتھ کرتے ہیں۔ حضور کی ولادت کا ذِکر کرتے ہیں اور لوگوں پر حضور کی برکات اور فضلِ عمیم ظاہر ہوتا ہے۔"

معلوم ہوُا کہ حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کی ولادتِ طیبّہ کی خوشی منانا بالخصوص ماہِ ربیع الاوّل شریف میں حضور کی ولادتِ شریفہ کے تذکارِ مُبارک سننے سنانے کے لئے محافل میلاد منعقد کرنا۔ اور مال خرچ کرنا کچھ پکانا اور کھلانا۔ خوشی میں جلوس نکالنا اور صدقات وخیرات میں کثرت کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ سے مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں۔ ابوُلہب جیسا ناری جب حضور کی خوشی منا کر اجر پا لیتا ہے تو حضور کے غلام یہ خوشی منا کر کیوں اجرِ عظیم نہ پائیں گے؟ یہ بھی معلوم ہوَا کہ حضور کی ولادت کی خوشی میں نہ منانا بہت ہی بری بات ہے اتنی برُی کہ ابولہب کو بھی پیچھے چھوڑ جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوُا کہ ابوُلہب نے جس انگلی کو اٹھا کر اشارے سے اپنی لونڈی کو آزاد کیا تھا وہ انگلی اپنے اٹھنے یعنی اپنے قیام کے باعث ابوُلہب کے لئے مُوجبِ نجات بن گئی۔ گویا حضور کی خوشی میں قیام کرنا بھی بڑی اچھی بات ہے مگر افسوس کہ آج اِن اُمور مُستحسنہ کو بدعت کہا جانے لگا ہے۔ مَیں نے لِکھا ہے۔ ؎

جو بچہّ ہو پیدا تو خوشیاں منائیں
مِٹھائی بٹے اور لڈّو بھی آئیں
مُبارک کی ہر سُو سے آئیں ندائیں
خوشی سے نہ جامہ میں پھُولے سمائیں

محمد کا جب یوم میلاد آئے
تو بدعت کے فتوے انہیں یاد آئے

حکایت ۱۶

حطیمہ کاہنہ

مدینہ منورہ میں ایک عورت کاہنہ رہتی تھی جس پر ایک جن عاشق تھا اور اس کا تابع تھا۔ ایک روز وہ جن حطیمہ کے گھر آیا لیکن دیوار پہ کھڑا رہا۔ اندر نہ آیا۔ حطیمہ نے کہا۔ آج کیا بات ہے؟ کہ تم اندر نہیں آتے۔ اندر آؤ۔ آپس میں باتیں کریں۔ جن بولا۔ اب ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے جس نے زنا کو حرام قرار دے دیا ہے۔ حطیمہ نے یہ بات مدینہ منورہ میں مشہور کر دی۔ اہلِ مدینہ سب سے پہلے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے متعارف حطیمہ کے ذریعہ سے ہوئے۔ (حجۃ اللہ علے العالمین ص ۱۸۳)

سبق

ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم جنّ و انس کے رسول بن کر تشریف لائے اور جو خوش نصیب انسان اور جنّ تھے۔ وہ حضور پر ایمان لا کر برے کاموں سے رک گئے۔ معلوم ہوا کہ جنّ بھی ایک مخلوق ہے اور انسانوں کی طرح ان میں بھی کافر اور مسلمان ہیں۔ اچھے برے ہیں اور اکثر جنّ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے

صحابی بھی ہیں رضی اللہ عنہم۔ یہ جن حضور پر ایمان لے آیا تھا اور حضور کی تعلیم کے مطابق زنا سے رُک گیا۔ سچا ایمان دار وہی ہے جو حضور کے فرمائے ہوئے بُرے کاموں سے روکنے پر رُک جائے اور حضور جدھر جھکائیں اُدھر جھک جائے۔ ؎

مُسلماں وہ ہے جو حکمِ نبی سُنتے ہی جُھک جائے
وہ جس رستے سے روکیں اسطرف جانے سے رُک جائے

حکایت ۱۷۷

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

اہلِ عرب کا دستور تھا کہ جب ان سے کِسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو اپنے قبیلہ سے باہر کہی دوسرے قبیلہ میں سے کِسی دُودھ پلانے والی عورت کو جو تندرست اور خوبصورت خوش گو خوش رو ہوتی اور جس میں تمام اوصافِ شریفانہ ہوتے۔ یہ تلاش کر کے اس کے حوالے کر دیتے۔ پھر جب مدّتِ رضاعت ختم ہو جاتی تو عوضانہ دے کر واپس لے لیتے۔ حضور جب پیدا ہوئے تو حسبِ دستور خود دُودھ پلانے والیاں جو بچوں کو دُودھ پلائی پر لینے کے لئے مکہ معظمہ آیا کرتی تھیں آئیں۔ ان میں سے ایک بی بی قبیلہ بنی سعدیہ سے حلیمہ نام بھی تھی۔ ان سب نے جو آئی تھیں۔ بحسب اتفاق جس جس گھر سے کِسی کو کوئی لڑکا مِلا۔ لے لیا لیکن حلیمہ کو کوئی لڑکا نہ مِلا۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم جتنی آئی تھیں سب نے حضور کو دیکھا مگر یہ سمجھ کر کہ یہ لڑکا یتیم ہے اس کا عوضانہ کچھ اچھا نہیں ملے گا۔ کِسی نے نہ لیا اور خدا کی قدرت مجھے بھی کوئی بچہ

نہ ملا۔ مایوس ہو کر مجھے خالی ہاتھ گھر جانا ایسا بُرا معلوم ہُوا کہ گھر جانے کو میرا جی نہیں چاہتا تھا۔ میرے ساتھ والیاں بچے لے کر واپس ہونے کے لئے ایک جگہ اکٹھی ہو کر رہی سہی کا انتظار کر رہی تھیں مگر میں پُر رنج و ملال کسی بچے کی تلاش میں رہ گئی لیکن جب کوئی صورت نظر نہ آئی تو مَیں نے اپنے شوہر سے کہا کہ اتنی عورتوں میں میرا خالی جانا باعثِ ننگ ہے۔ بخدا مَیں تو اسی بچے (حضور) کو لے آتی ہوں جو عبدالمطلب کے گھر میں ہے اور اسے سب چھوڑ آئی ہیں۔ اس نے کہا۔ لے آ۔ شاید کہ خدا تعالیٰ ہمیں اُسی کی برکت سے مالامال کر دے۔ یہ سُن کر مَیں عبدالمطلب کے گھر گئی۔ عبدالمطلب اپنے درِ دولت پہ کھڑے تھے۔ مجھے دیکھکر پوچھا تو کون اور تیرا نام کیا ہے؟ مَیں نے کہا۔ میں بنی سعد سے ہوں اور حلیمہ میرا نام ہے۔ عبدالمطلب خوش ہو کر بولے۔ خوب! خوب!! سعد اور حلم دونوں جمع ہوگئے۔ ان دو لفظوں میں ہمیشہ کی خیر و برکت ہے۔ حلیمہ! میرے پاس ایک لڑکا ہے جس کا باپ اس کے پیدا ہونے سے چند روز پہلے فوت ہو گیا تھا اور میں ہی اس کا کفیل ہوں۔ تمہاری قوم کی عورتیں اسے دیکھ کر چھوڑ گئی تھیں۔ شاید ان کے دِلوں میں یہ وسوسہ ہوگا کہ اس یتیم کا عوضانہ رضاعت کون دے گا؟ تو اِسے لے جا۔ تیرے لئے اچھا ہو گا۔ مَیں نے کہا۔ مَیں اپنے شوہر سے مشورہ کر لوں۔ مشورہ کرنے پر شوہر نے کہا کہ ضرور لے آ۔ اُمید ہے حق تعالیٰ ہمیں اُس کی برکت سے خوشحال کر دیگا۔ مَیں واپس آئی اور عبدالمطلب کو کہدیا کہ بچہ مجھے دے دیجیئے وہ بڑی خوشی سے اٹھ کر مجھے آمنہ کے گھر لے گئے۔ اس نے مجھے دیکھا تو بنظرِ عزت خوش آمدید کہہ کر اس کوٹھڑی میں لے گئی جہاں سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم گہوارہ میں پڑے تھے مَیں نے دیکھا۔ کہ بہت سفید صوف کا کپڑا آپ کے اُوپر سبز ریشمی پارچہ آپ کے نیچے

رو بہ آسمان تشریف فرما ہیں اور کستوری کی خوشبو آپ سے آ رہی ہے میں آپ کا حسن و جمال دیکھ کر دنگ رہ گئی اور آپ کو جگانے سے جھجک گئی لیکن اپنا ہاتھ نہایت نرمی اور سبکی کیساتھ آپ کے سینے پر رکھا تو آپ مسکرائے اور آنکھیں کھولیں جن سے نورانی شعاعیں نکل کر آسمان تک روشن کرتی چلی گئیں۔ میں نے یہ دیکھ کر آپ کی دونوں آنکھوں پر بوسہ دیا اور آپ کو اٹھا لیا۔ اگر مجھے کوئی اور لڑکا مل جاتا تو میں اس نعمت سے محروم رہ جاتی۔ پھر میں نے آپ کو گود میں لے کر اپنا داہنا دودھ دکھایا۔ آپ نے جتنا چاہا پیا۔ پھر میں نے آپ کو اپنے بائیں دودھ کی طرف پھیرا لیکن آپ نے اُسے نہ پیا کیونکہ میرا ایک اور بچّہ بھی دودھ پیتا تھا چونکہ آپ کی ذاتِ اقدس میں فطرتاً ہی عدل دیانت۔ تقویٰ اور امانت موجود تھی۔ اس لئے آپ نے اپنے رضاعی بھائی کا حصّہ چھوڑ دیا۔ پھر جب ہم اپنے ڈیرے پر واپس آئے کر وہاں سے تیار ہو کر اپنے ساتھ کے ساتھ گھر چلیں تو میرے شوہر نے دیکھا کہ ہماری بکری جسے ہم اپنے بچّے کی خاطر اپنے ساتھ مکّہ میں لائے تھے جو دودھ سکھائے اور بہت ہی لاغر تھی مگر ہم ایک دو دھار اپنے بچّے کے لئے نکال ہی لیتے تھے دودھ بھرے تھن کھڑی جگالی کر رہی تھی۔ اس نے اس کے تھنوں کو ہاتھ لگایا تو دودھ نکلنے لگا۔ فوراً برتن لے کر دوہنے بیٹھ گیا۔ بکری نے اتنا دودھ دیا کہ ہم اس سے خوب سیر ہوئے اور رات آرام سے سو رہے۔ صبح اُٹھے تو میرے شوہر نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ حلیمہ! جس بچّے کو ہم نے لیا ہے۔ بخدا! یہ بہت مبارک ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں صحیح ہے اور مجھے بھی اس برکت کا یقین ہے اور امید ہے یہ جب تک ہمارے پاس

رہے گا۔ ہمارے لئے باعث خیر و برکت ہو گا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۵۴)

سبق

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کی سعادت قبیلہ بنی سعد کی حلیمہ ہی کے نصیب میں تھی۔ یہ سعادت کسی دوسری کو کیسے حاصل ہو ہو سکتی ہے۔ دوسری عورتیں حضور کو یتیم سمجھ کہ بزعم خویش حضور کو چھوڑ کر چلی آئیں لیکن وہ کون تھیں جو حضور کو چھوڑتیں یہ تو خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو چھوڑ دیا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ مجھے دودھ پلانے والی دوسری ہے وہ جس کا نام حلیمہ ہے۔ یہ سعادت حلیمہ سعدیہ ہی کو ملے گی۔ اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اس سعادت کی اصل اہل کو آتے دیکھا تو حضور مسکرا پڑے۔ کتنی خوش نصیب ہے۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کہ وہ جس کے قدمان مبارک کے بوسہ لینے کا عرش بھی خواہاں ہے۔ حلیمہ اس کی آنکھوں کا بوسہ لے رہی تھی۔ وہ ذات بابرکات کل قیامت میں جس کے دامان مبارک میں ایک دنیا پناہ لے گی۔ آج وہ وجود باجود حلیمہ کی گود میں نظر آ رہا ہے زہے نصیب حلیمہ ؂

بڑی تو نے توقیر پائی حلیمہ
محمد کو تو لے کے آئی حلیمہ

آجکل کے بچوں کو نہلا دھلا کر اور خوشبودار پوڈر مل کر رکھا جاتا ہے ورنہ اُن سے بُو آنے لگتی ہے مگر حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی مخزن خوشبو تھی کہ حلیمہ قریب گئی تو کستوری کی خوشبو آنے لگی۔ اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہمیشہ مخزن خوشبو و رحمت ہی رہا۔ جس راہ سے بھی

آپ گذر جاتے خوشبوؤں کے حلقے آنے لگتے۔ ؎

ان کی مہک نے دِل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

یہ بھی معلوم ہوا کہ دیانت و تقویٰ اور امانت کے بھی حضور شروع ہی سے مخزن تھے اسی لئے اپنے رضاعی بھائی کے حصّہ کا دودھ آپ نے نہیں پیا۔ گویا بچپن ہی میں یہ تبلیغ فرما دی کہ کسی کی حق تلفی کرنا جائز نہیں مسلمانوں کو اپنے آقا کا مقدس بچپن بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیئے اور کسی بھائی کی حق تلفی نہیں کرنی چاہیئے۔ مگر آہ! اس پرفتن دَور میں بھائی بھائی کا دشمن اور چاہتا ہے کہ بھائی کا جو ملے اپنا لو۔ دوسروں کے مال پر نظریں للچانے لگتی ہیں۔ اور "رام رام جپنا پرایا مال اپنا" کے مطابق آجکل کے مسلمان دوسروں کے مال کو ہضم کر جاتے ہیں اور دعویٰ یہ کہ ہم اس نبی کی امت ہیں جس نے بچپن میں بھی اپنے رضاعی بھائی کا حصّہ نہیں اپنایا اور اپنے بھائی کے لئے ہی رہنے دیا یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود سراپا برکت ہے کہ آپ کے آتے ہی لاغر بکری کے سوکھے تھن دُودھ سے بھر گئے۔ الحمدللہ ہمیں ایسا بابرکت آقا ملا جن کی بدولت ہمارے سُوکھے اور بُرے اعمال بھی انشاء اللہ ہرے اور اچھے ہو جائیں گے۔ اُولٰئِکَ ـــــــــ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنَات کی آیت اس حقیقت پر شاہد ہے کہ جو لوگ توبہ کر کے حضور کے غلام بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بُرائیوں کو بھی نیکیاں بنا دے گا۔ پس اے مسلمانو! حضرت حلیمہ نے جس محبّت سے حضور کو گود میں لے کر برکت پالی تھی تم بھی محبّت کے ساتھ حضور کا دامن پکڑ کر دونوں جہان کی برکتیں حاصل کر لو۔

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لَوح و قلم تیرے ہیں

حکایت ۱۸

حضرت آمنہ نے حلیمہ سے کیا کہا؟

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے جس وقت حضور کو گود میں لیا تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حلیمہ سے کہا۔

اِعْلَمِي اِنَّكِ قَدْ اَخَذْتِ مَوْلُوْدًا لَهٗ شَاْنٌ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ حَمَلْتُ فَمَا كُنْتُ اَجِدُ مَا تَجِدُ النَّاسُ مِنَ الْحَمْلِ وَلَقَدْ اُتِيْتُ فَقِيْلَ لِيْ اِنَّكِ سَتَلِدِيْنَ غُلَامًا فَسَمِّيْهِ اَحْمَدَ وَهُوَ سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۵۵)

جان لے اے حلیمہ! تو جس بچے کو لے جا رہی ہے۔ یہ بڑی شان رکھتا ہے۔ مجھے اللہ کی قسم! اس کے حمل سے مجھے کوئی ایسی تکلیف نہیں ہوئی جو ایسے وقت میں عورتوں کو ہوتی ہے اور خواب میں کسی آنے والے نے مجھ سے کہا تھا۔ اے آمنہ! تو ایک ایسے بچے کی ماں بنے گی جو سارے جہانوں کا سردار ہوگا۔ اس کا نام احمد رکھنا۔

سبق

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حلیمہ کو بتا دیا کہ تو بڑی خوش نصیب ہے یہ جو بچہ تیرے حصہ میں آیا ہے تم اس پہ جتنا فخر

بھی کہ وہ تھوڑا ہے۔ یہ سارے جہانوں کا سردار ہے۔ تمہاری ساتھی عورتیں جو جو بچے بھی لے کر گئی ہیں اور جن جن کے بھی بچے لے کر گئی ہیں یہ بچہ ان سب کا سردار ہے۔ خدا نے دنیا بھر کی سرداری کو تمہاری گود میں ڈال دیا ہے۔ گویا اے حلیمہ!

زمیں پر عرشِ اعلیٰ کے نشاں معلوم ہوتے ہیں
تری تو گود میں دونوں جہاں معلوم ہوتے ہیں

مسلمانو! حضرت حلیمہ کی طرح ہم بھی بڑے خوش نصیب ہیں کہ ہیں آقا و مولا۔ جو سارے جہانوں کا سردار ہے۔ اعلیحضرت نے خوب لکھا ہے۔ ؎

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
سارے اونچوں سے اونچا جسے کہیئے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

حکایت ۱۹

حلیمہ حضور کو لے کر چلیں

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔ ہم جب حضور کو لے کر اپنے گاؤں چلنے کو تیار ہو گئے اور میں حضور کو اپنی گود میں لے کر اپنی لاغر گدھی پر بیٹھی تو وہ گدھی جو بھوک اور لاغری کے سبب چل نہ سکتی تھی اور آتے وقت سب سے پیچھے مکہ پہنچی تھی۔ اب صاحبِ معراج کی برکت سے اتنی تیز رفتار ہو گئی کہ میری ساتھی عورتوں کی سواریوں سے سب سے آگے جا رہی تھی چنانچہ میری ساتھی عورتیں مجھے اُسے روک کر

ساتھ ساتھ چلنے کو کہتیں اور حیران ہو کر پوچھتیں کہ یہ وہی گدھی ہے جس پہ تو آئی تھی یا کوئی اور ؟ یہ تو ایسی تیز ہے کہ انچان نچان بھی نہیں دیکھتی۔ یہ وہ معلوم نہیں ہوتی اور میں قسم کھا کہ کہتی کہ وہی ہے مگر اس بچّے کی برکت سے جو میری گود میں ہے اس کا سارا ضعف اور ناتوانی جاتی رہی ہے۔ غرض کہ ہم آرام سے سب سے پہلے اپنے گھر میں پہنچ گئے۔ (حجۃ اللہ علے العالمین ص ۲۵۵)

سبق

حلیمہ کی گود میں صاحبِ معراج تھا اور حلیمہ گدھی پہ سوار صاحبِ معراج کی برکت سے گدھی کا سارا ضعف اور ناتوانی جاتی رہی اور وہ تیز رفتار بن گئی۔ گویا اس وقت زبانِ حال سے وہ یہ کہہ رہی تھی کہ ؎

تیز یوں رفتار میری آج ہے
مجھ پہ بیٹھا صاحبِ معراج ہے

ہم جو آج دوسری اقوام سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم نے صاحبِ معراج صلے اللہ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ دیا۔ یہ آج کل کی برائے نام ترقی جس پہ نادان مسلمان خوش ہوتے ہیں۔ سچ پوچھیے تو یہ ترقی نہیں۔ پستی ہے۔ ترقی اور آگے بڑھنے کے لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اپنانا ضروری ہے۔ ہمارا دعوٰی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اپنانے سے ہم ساری اقوام سے آگے نکل سکتے ہیں۔ ہماری ساری کمزوریاں۔ ضعف و ناتوانیاں دور ہونے کا واحد علاج یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا لیا جائے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان جو ساری

اقوام جہان پر چھا گئے اور بڑی بڑی جابر و قاہر اقوام کو روند کر آگے نکل گئے۔ اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ ان کے سینے میں حضور کی محبت۔ گود میں حضور کی تعلیمات اور ہاتھوں میں دامنِ مصطفےٰ تھا۔

یہی جذبہ تھا ان مردانِ غیرت مند پہ طاری
دکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو نگوں ساری

یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم اگرچہ آخری امت ہیں اور آئے ہم سب سے پیچھے ہیں مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی نسبت کی برکت سے جب اپنے گھر جنت میں لوٹیں گے تو سب سے پہلے ہم جنت میں جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ اسی لئے حضور نے فرما دیا ہے۔

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَ نَحْنُ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔
یعنی ہم آئے تو آخر میں ہیں لیکن قیامت کے روز سب آگے ہوں گے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۰۶)

دیکھ لینا روزِ محشر جنتِ فردوس میں
سب سے پہلے جائیگی امّت رسول اللہ کی

حکایت ۲۰

حلیمہ کے گھر برکت ہی برکت

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں ہم جب حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو گھر لے کر آئے تو ہماری وہ زمین جو خشک سالی کے باعث خشک پڑی تھی مویشی باہر سے بالکل بھوکے آ کر بیٹھ جاتے تھے نہ باہر ہی ان کے چرنے کے لئے کچھ تھا نہ گھروں میں۔ لیکن حضور کو ہم ساتھ کیا لائے

برکت و رحمت کی بارشس ہم پہ ہونے لگی۔ ہم نے دیکھا کہ ہماری زمین
سرسبز ہو گئی۔ ہمارے مال مویشی خوب پیٹ بھر کر باہر سے آنے لگے
اور ہماری ہر ایک بھیڑ بکری کے تھن دُودھ سے بھر گئے۔ حالانکہ ہم
جب مکہ شریف گئے تھے تو اس وقت ہماری کسی بھیڑ بکری کے
تھنوں میں ایک قطرہ بھی دُودھ کا نہ تھا۔ اب ہم انہیں دوہتے تھے
اور سب سیر ہو کر آرام کرتے تھے۔ ہماری اس آسودگی اور راحت کو
دیکھ کر باقی اہل دِہ اپنے اپنے چرواہوں کو تاکید کرتے تھے کہ تم بھی
اپنی بکریاں اسی طرف چرانے لے جایا کرو جس طرف حلیمہ کا چرواہا
بکریاں لے جاتا ہے۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ تمام برکت ہمارے مال و
جان میں اس مُبارک بچّے کی بدولت ہے جسے ہم اپنے گھر لائے
ہیں۔ (حجتہ اللہ علے العالمین ص ۲۵۵)

سبق

ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے
ہیں۔ یہ حضور کی رحمت ہی تھی کہ حضرت حلیمہ آپ کو لا کر آپ کی برکت
سے مالا مال ہو گئی۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا بیحد شکر ادا کرنا چاہیئے کہ خدا
تعالیٰ نے ہمیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم جیسا آقا رحمت عطا فرمایا۔
حلیمہ کی بکریوں کی طرح اگرچہ ہم اپنے اعمال کے لحاظ سے کچھ بھی
نہیں۔ اور ہمارے اعمال کا اگرچہ پلہ خالی ہے۔ لیکن حضور صلے اللہ علیہ
وسلم کی بدولت انشاء اللہ قیامت کے روز ہم راحت و آسودگی پائیں گے
اور حضور کی بدولت ہمارے تھوڑے عمل بھی زیادہ ہو جائیں گے۔ یہ
بھی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم محسنِ کائنات ہیں۔ مخلوق میں آپ
پہ کسی کا کوئی احسان نہیں بلکہ ساری مخلوق پہ آپ ہی کے احسانات ہیں۔

حلیمہ نے حضور کو دُودھ پلا کر آپ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ بلکہ حضور نے حلیمہ کے گھر برکت ہی برکت پیدا کر کے حلیمہ پر احسان فرمایا اور حلیمہ کو خوشحال و مالا مال کر دیا۔ ؎

مصطفےٰ کے سارے زیرِ بار ہیں
محسنِ ہر دو جہاں سرکار ہیں!

حکایت ۲۱

حلیمہ نے فرمایا

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ دو سال جب تک کہ آپ دُودھ پیتے رہے۔ ہم نے خیر و برکت سے گزارے اور اس اثناء میں ہمارے مال و متاع میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی اور حضور کا نشو و نما بھی حیرت انگیز تھا کہ دو سال کی عمر میں اپنے سے بڑے بڑے دوسرے بچوں کے مقابلہ میں طاقتور و توانا اور قد و قامت میں دوبالا دکھائی دیتے تھے۔

آپ ابھی دو ماہ کے تھے تو صحن خانہ میں ہر طرف پھرنے لگے تین ماہ کے ہوئے تو پاؤں کے بل اٹھ کھڑے ہوئے۔ چار مہینے کے ہوئے تو دیوار کے آسرے سے چلنے لگے۔ نو ماہ کے ہوئے تو فصیح بولنے لگے ایسا کہ فصحاء آپ کے محاورۂ کلام پر تعجب کرتے۔ دس ماہ کے ہوئے تو لڑکوں کے ساتھ تیر اندازی کرنے لگے۔ ایسی کہ کوئی نشانہ خطا نہ جاتا۔ (حجۃ اللہ علے العالمین ص ۲۵۵)

سبق

علماء لکھتے ہیں کہ حضور کا تھوڑی عمر میں یہ حیرت انگیز نشوونما اس لئے تھا کہ وقت تھوڑا کام بہت تھے۔ ساری شریعتوں کا منسوخ کرنا۔ اگلی شریعتوں کی مشکلوں کو کھولنا۔ کروڑہا گنہ گاروں کو بخشوانا۔ سارے جہان میں اسلام پھیلانا۔ تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرنا تھا اِس لئے آپ معجزانہ انداز میں بڑھے۔ ایک آج کے بچّے بھی ہیں جو گرائپ واٹر پی پی کر نہیں بڑھتے اور جب بڑھتے ہیں تو فصیح بولنے کے بجائے قبیح گالیاں دینا سیکھتے ہیں۔ ایسی کہ شرفاء اِن گالیوں پر حیران رہ جاتے ہیں اور بڑھتے ہیں تو بجائے کِسی ہنر کے کنکوے اڑانا۔ بنٹے کھیلنا۔ گلی ڈنڈا کھیلنا وغیرہ سیکھتے ہیں حالانکہ ہمارے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلّم نے بچپن ہی میں تیراندازی اختیار فرما کر ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ مسلمان فنِ حرب میں ماہر ہوں۔ اس لئے کہ ؎

مقامی بن کے آیا تو نہ راہی بن کے آیا ہے
یہ دُنیا رزمگاہ ہے تو سپاہی بن کے آیا ہے

مسلمان کو حضور نے خدا کا سپاہی بننے کا درس دیا ہے اور ہمیں غازی و مجاہد بنایا ہے۔ مسلمان کے ہاتھ کا زیور تلوار ہے۔ ہاکی و فٹ بال نہیں۔ شاعر لکھتا ہے۔ ؎

دو تیغ جوانوں کو تو کام جوانوں سے
کوتے بھی نہیں ڈرتے بے تیر کمانوں سے

افسوس کہ آجکل کا مسلمان بے تیغ ہے۔ اب اس کے ہاتھ میں تلوار کے بجائے کنگھی و آئینہ ہے۔ انگریزی بال ننھی منھی کنگھی سے سنوارتا

ہے اور شعر گنگناتا ہے تو یہ ع

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں

گویا یہ ننھی منھی کنگھی اس کے لئے تیغ ہے جس کے سائے میں پل کر یہ جوان ہوا ہے۔ مَیں نے لکھا ہے۔ کہ ؎

تعیّش کے لئے تو ہے تدیّن کے لئے مَیں ہُوں

رباب و چنگ تیرا میرا تسبیح و مصلّےٰ ہے

وہ جن ہاتھوں میں اے حق حق کبھی تلوار ہوتی تھی

اب ان میں کنگھی آئینہ ہے یا پھر گیند بلّا ہے

حکایت ۲۲

لا الٰہ الا اللہ

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم جب بولنے لگے تو سب سے پہلے کلام جو آپ نے فرمایا۔ وہ یہ تھا۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قُدُّوْسًا قُدُّوْسًا نَامَتِ الْعُیُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ لَا تَأْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ قدوس ہے۔ قدوس ہے۔ آنکھیں سوگئیں اور رحمٰن کو نہ اُونگھ آتی ہے نہ نیند۔"

(حجۃ اللہ علے العالمین ص ۲۵۶)

سبق

اہل دنیا کو درس توحید دینے کے لئے آنے والے کا سب سے پہلا کلام کیسا مبارک اور ایمان افروز کلام ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ

اپنے بچوں کو کلمہ شریف سکھائیں پڑھائیں۔ نہ یہ کہ اسے گالیاں دینا سکھائیں۔ آجکل کا تو یہ عالم ہے کہ مٹھائی بٹ رہی ہے۔ پوچھا جائے کہ یہ مٹھائی کس خوشی میں بانٹی جا رہی ہے تو جواب ملتا ہے۔ آج خیر سے ننھے نے پہلی مرتبہ اپنے ڈیڈی کو گالی دی ہے۔ یہ ہے ہمارا معاشرہ مسلمانو ؎

کلمہ اپنے بچوں کو سکھلائیے
سنّتِ سرکار کو اپنائیے

حکایت ۲۳

دافع البلاء

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔ آپ کی بے شمار برکتوں میں سے ایک یہ بھی بڑی برکت ہے کہ جس روز ہم حضور کو لے کر آئے تو ہماری قوم کا کوئی ایسا گھر نہ تھا کہ جس گھر سے کستوری کی خوشبو نہ آتی ہو ؎

معطر ہوا جس کی خوشبو سے ہر گھر
یہ کس باغ سے پھول لائی حلیمہ

اور اہلِ دیہہ کے دلوں میں آپ کی برکت کا اس قدر یقین ہوا کہ اگر کسی کو کوئی دکھ درد ہوتا تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر جائے درد پہ رکھ دیتا۔ آپ کے دستِ مبارک کی برکت سے فوراً شفا پاتا۔ اسی طرح اگر کسی کے اونٹ بکری کو کوئی بیماری ہو جاتی۔ تو آپ کا ہاتھ مبارک لگانے سے فوراً آرام آ جاتا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۵۶)

سبق

حضور صلے اللہ علیہ وسلم سراپا نور اور خوشبو بن کر تشریف لائے۔ آپ نے تاریکیوں کو روشنی سے بدل دیا اور آپ کی خوشبو سے گھر گھر خوشبو دار ہوگیا۔ ایک اُن کی مثل بننے والے بھی ہیں کہ لکس صابن سے نہا کر بھی ان کے بدن کی بدبُو دُور نہیں ہوتی۔ آپ کے ہاتھ مُبارک کی یہ برکت تھی کہ دُکھ درد اور کسی بلا میں مبتلا ہونے والے پر ہاتھ مبارک رکھ دیتے تو تمام دُکھ درد اور بلائیں دُور ہو جاتیں۔ ایک آجکل کے لوگوں کا ہاتھ بھی ہے۔ کہ جس جیب پر لگ جائے وہ جیب ہی صاف ہو جائے۔ ؎

جو شفا بن کے آیا جہاں کے لئے
دافع ہر مصیبت پہ لاکھوں سلام

حکایت ۲۴

نُورانی چہرہ

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

مَا كُنَّا مُحْتَاجًا اِلَى السِّرَاجِ مِنْ يَوْمِ اَخَذْنَاهُ لِاَنَّ نُوْرَ وَجْهِهٖ كَانَ اَنْوَرُ مِنَ السِّرَاجِ۔ (تفسیر مظہری ص ۵۲۸ ج ۲)

یعنی جب سے ہم آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال کو گھر لائے ہم رات کو چراغ جلانے کے محتاج نہ رہے کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا نُور چراغ کی روشنی

کی روشنی پر غالب تھا۔

سبق

حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سراپا نور تھے جن کے دلوں میں نورِ ایمان ہے ان کا یہی ایمان ہے اور وہ یہی پڑھتے ہیں۔ ؎

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مستِ بُو ہیں بُلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

حضور

صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم

کی
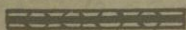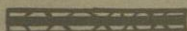
ازواجِ مطہرات

رضی اللہ عنہنّ

يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ

كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ

اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں

کی طرح نہیں ہو۔ (پ ۲۲ ع ۱)

حکایت ۲۵

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

ازواجِ مطہرات میں سے سب سے پہلی حضور کی بیوی ام المومنین حضرت خدیجہ ہیں۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ بیوہ تھیں اور مالدار و تاجرہ تھیں۔ دولت و ثروت کے علاوہ حسن و صورتِ حسنِ سیرت میں بھی وہ ممتاز درجہ رکھتی تھیں اور طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان دِنوں قریش کے تجارتی تعلقات شام سے زیادہ تھے اور حضرت خدیجہ کا مال کثرت سے وہاں فروخت ہوتا تھا چنانچہ حضرت خدیجہ لوگوں کو ملازم رکھتی تھیں اور ان کے ذریعے اپنا کاروبار چلاتی تھیں۔ خدا نے روپیہ پیسہ کثرت سے دیا تھا مگر پے در پے صدموں کی وجہ سے طبیعت دنیا سے سیر ہو چکی تھی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۲۵ سال کی ہوئی اس وقت آپ کے پاکیزہ اخلاق اور ستودہ صفات کا کافی شہرہ ہو چکا تھا۔ عرب کے ہر گوشہ میں آپ امین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ حضرت خدیجہ جن کی عقیدت نواز آنکھیں پہلے ہی ایسے فردِ مقدس کی جستجو میں تھیں۔ بڑے اشتیاق سے آپ کی پذیرائی کے لئے آمادہ ہوئیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا مالِ تجارت شام تک لیجایا کریں تو میں اپنا غلام میسرہ آپ کے ساتھ کر دوں اور جتنا معاوضہ اور لوگوں کو دیتی ہوں اس سے دوگنا آپ کو دیا کروں گی۔ ادھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے سرپرست چچا ابُو طالب کے ذریعہ سے

سے خدیجہ کی تجارت کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ اس لیئے آپ نے بلا تکلف منظور فرما لیا اور اشیاءِ تجارت لے کر بصرہ کا رُخ کیا اتفاق کی بات آپ جتنا مال لے گئے تھے وہ سب فروخت ہو گیا اور مکہ میں آکر جب نفع کا حساب کیا گیا تو جتنا پہلے ہُوا کرتا تھا۔ اس سے دُگنا تھا۔ حضرت خدیجہ بہت خوش ہوئیں اور جتنی رقم آپ کے لیئے نامزد کی تھی اس سے دگنی نذر کی۔

اس دوران میں حضرت خدیجہ کو حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کافی حالات معلوم ہو چکے تھے اور آپ کی نگاہوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وقعت بڑھتی جاتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ایک سہیلی نفیسہ پیامبر بنا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پیام نکاح بھیجا۔ حضرت خدیجہ کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لیئے ان کے چچا عمرو ابن اسد ان کے سرپرست تھے۔ آخرکار حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب اور تمام اکابر خاندان حضرت خدیجہ کے گھر پہ جمع ہوئے۔ ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور ۵۰۰ درہم طلائی مہر قرار پایا اور حضرت خدیجہ حضور کے نکاح میں آگئیں۔ اس وقت حضور کی عمر شریف ۲۵ سال اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔

(طبقات ابن سعد ص ۹ ج ا صابہ ص ۵۳۹)

سبق

ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت۔ دیانت اور امانت کا چرچا شروع ہی سے چلا آرہا تھا۔ آمنہ کا لختِ جگر امین بن کر اور حلیمہ سعدیہ کا دودھ پی کر حلیم و سعید بن کر تشریف لایا اور پھر یہ کہ آپ کا وجودِ مسعود اور ذات بابرکات سراپا برکت تھی۔ کہ جس مال

تجارت کو آپ کا دستِ برکت لگ گیا۔ وہ بک گیا اور نفع بھی دُگنا ہُوا اس امین و سعید۔ طاہر و مطہر محبوب کے لیئے خدا نے انتخاب بھی اس مقدس خاتون کا کیا جو طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ مکہ کے بڑے بڑے شرفاء و رؤسا نے آپ سے عقد کا ارادہ کیا۔ پیام بھیجے۔ مگر آپ نے سب کے پیام نامنظور کر دیئے مگر ام المومنین کی پاکباز نظروں نے جو وصف حضور میں دیکھ لیا۔ اس پر آپ نے بخوشی خود ہی حضور کو پیام بھیج کر ام المومنین کا لقب حاصل کر کے دین و دُنیا کی دولت پالی۔ مگر افسوس کہ آجکل مرد میں امانت و دیانت اور دین کی چاہ نہیں دیکھی جاتی بلکہ اس کی خیانت میں مہارت اور اس کی تنخواہ دیکھی جاتی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ آجکل کے یورپ کے متعصب مؤرخ اور یورپ مارکہ ماڈرن مفسّر (معاذاللہ) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کثرتِ ازدواج کے پیشِ نظر یہ بکواس کرتے ہیں کہ حضور کا میلان عورتوں کی طرف زیادہ تھا۔ (استغفراللہ العظیم) سراسر حماقت وجہالت اور عداوت ہے۔ بالفرض اگر ایسا ہوتا تو آپ اپنی پچیس سال کی عمر شریف میں کسی اپنی ہم عمر لڑکی سے نکاح فرماتے۔ نہ کہ چالیس سالہ عورت سے۔ یورپ کے یہ ستر سالہ بوڑھے پاپی داڑھی مونچھ منڈوا کر مصنوعی جوان بن کر کمسن عورتوں سے دولت کا لالچ دے کر نکاح کر لیں یا انہیں داشتہ بنالیں یا بہکا لے جائیں۔ یہ سب تہذیب اور جائز۔ اسی طرح یہ یورپ زادہ ماڈرن طبقہ بھی ان ناشائستہ حرکات کا مرتکب ہو کر اپنی ناپاک زبان سے حضور طاہر و مطہر صلے اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی پہ اعتراض کرتا ہے۔ ان کم علم اور اندھوں کو حضور کی عظمت و حکمت کی کیا خبر؟ ذرا غور کیجئے کہ ۴۰ سالہ عورت سے حضور نے ۲۵ سال کی

عُمر میں نکاح فرمایا اور پھر حضرت خدیجہ کی زندگی میں دوسری کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ (مواہب لدنیہ ص ۲۰۳ ج ۱)

انصاف پیش نظر ہو تو یہ حضور کی عفت و بلندیٔ کردار کی دلیل ہے نہ کہ اس بکواس کی جو ایسے لوگ کرتے ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق اگر تجارت کی جائے تو تجارت میں نفع و برکت پیدا ہوتی ہے۔ حضور نے فرمایا ہے۔ کہ تجارت میں جھوٹ مت بولو۔ سچ سے کام لو۔ اور فرمایا

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ۔ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۵)

یعنی سچ بولنے والا تاجر۔ نبیوں۔ صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ شہید نبیوں کے ساتھ اُٹھے گا۔

افسوس کہ آجکل تاجر پیشہ حضرات جھوٹ بہت بولتے ہیں اور گاہک بھی پھر جھوٹ بولنے لگتے ہیں۔ تاجر پانچ روپے کی چیز کو قسم کھا کر کہتا ہے یہ میں نے دس روپے کی خریدی ہے اور گاہک قسم کھا کر کہتا ہے ابھی کل اسی بازار سے بالکل یہی چیز تین روپے کی لے گیا ہوں۔ اس قسم کی تجارت دین و دنیا برباد کر دیتی ہے حضور کے ارشادات کے مطابق بات سچی کرو۔ اور ایک کرو۔ دکاندار اپنی گھٹیا چیز کو بڑھیا نہ کہے اور گاہک دکاندار کی بڑھیا چیز کو گھٹیا نہ کہے اور آجکل کے تاجر مثلاً کپڑے کی دکانوں میں رات کو چاروں طرف رنگ رنگ کی ٹوپیں لگا کر کپڑے کو یوں چمکا دیتے ہیں جیسے نہایت ہی خوب صورت اور ابھی ابھی بن کر آیا ہے۔ یہ نئی روشنی گاہک کی آنکھ کو اندھا کر دیتی ہے اور وہ اس چکا چوند میں کپڑا خرید کر گھر لے جاتا ہے اور دن کو جب اُسے دیکھتا ہے

تو رات دِن کا فرق نظر آنے لگتا ہے۔ کوئی کپڑے کا تھان بکتا نہ ہو تو کسی سادہ لَوح گاہک کو اپنی لسانی میں پھانس لیتا ہے اور گاہک تھان خرید کر لیتا ہے۔ اور دکاندار خوشی خوشی گھر آکر کہتا ہے۔ لو بھئی وہ تھان جو کئی دنوں سے نکل نہیں رہا تھا آج مَیں اُسے نکال آیا ہوں۔ وزیرے چناں شہریارے چناں کے مطابق پھر گاہک بھی کچھ اسی قسم کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔ جُوتوں کی ایک دکان پہ ایک گاہک آیا۔ اور کہا۔ بیوی کے لئے سلیپر کا جوڑا خریدنے آیا تھا لیکن اتفاقاً ناپ لانا بھول گیا ہوں۔ آپ ایسا کریں۔ دائیں پَیر کا سلیپر دے دیں۔ مَیں ابھی ابھی گھر پہنا کر دیکھ آتا ہوں۔ پورا آگیا تو دوسرا ابھی لے جاؤں گا۔ دکاندار نے زنانہ سلیپر داہنے پیر کا دے دیا اور پھر اس کی انتظار کرنے لگا کہ اب آیا اور اب آیا۔ مگر وہ شام تک نہیں آیا۔ رات کو گھر جاتے وقت ساتھ والے جوتے کی دکان کے مالک سے یہ قصہ بیان کیا کہ آج ایک بے ایمان گاہک آیا تھا جو زنانہ سلیپر کا دائیں پیر کا سلیپر لے گیا ہے اور کہہ گیا تھا کہ گھر پہنا کر دیکھ آؤں۔ اگر پورا آگیا تو دوسرے پیر کا بھی لے جاؤں گا دوسرے دکاندار نے حیران ہو کر کہا۔ اچھا تو وہ بے ایمان مجھ سے یہی بات کر کے بائیں پَیر کا سلیپر لے گیا ہے۔ مَیں بھی اسی کی انتظار میں تھا۔ بھئی بڑا۔ چالاک نکلا وہ کہ کس طرح اس نے اپنی بیگم کے لئے سلیپر کا جوڑا اُڑا لیا۔ معلوم ہُوا کہ ہمارا معاشرہ سارا ہی بگڑ چکا ہے۔ دکانداروں اور گاہکوں دونوں ہی کو خوفِ خدا نہیں رہا اس طرح دنیا تو بن جاتی ہے۔ لیکن دِین برباد ہو جاتا ہے۔ ؎

اے مسلمان اپنے ربّ کو یاد کر
دین و دُنیا کو تُو مت برباد کر

حکایت ۲۶

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایثار

حضرت خدیجہ کا نکاح جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوگیا تو حاسد لوگ انگاروں پہ لوٹنے لگے اور حضرت خدیجہ کے متعلق بڑے نازیبا الفاظ کہنے لگے۔ اور کہنے لگے محمد جو ایک مفلس اور غریب آدمی ہے۔ خدیجہ نے اتنی بڑی مالدار ہو کر اس سے نکاح کر لیا۔ حضرت خدیجہ نے جب یہ طعن سُنا تو انہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے الفاظ سُن کر بڑی غیرت آئی۔ کہ لوگ آپ کو مفلس کہتے ہیں۔ آپ نے تمام رؤسا کو بلا کر انہیں گواہ کیا کہ مَیں جس قدر مال کی مالک ہوں۔ سب مَیں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دے دیا اب میرے اور میرے سارے مال کے مالک وہ ہیں۔ اب اگر مفلس ہوں تو مَیں ہوں اور یہ حضور کا کرم ہوگا۔ اگر وہ میری مُفلسی پر راضی ہو جائیں۔ حاضرینِ مجلس یہ بات سُن کر بڑے حیران ہوئے اور اب حاسد یُوں کہنے لگے کہ محمدؐ سب سے زیادہ مالدار ہوگیا اور خدیجہ مفلس ہو گئی۔ حضرت خدیجہ نے یہ بات سُنی تو آپ کو بہت بھلی معلوم ہوئی اور اس عار کو اپنے لئے فخر کی بات سمجھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کے اس ایثار کا بڑے خوش ہوئے اور دِل میں سوچا کہ خدیجہ کے اس ایثار کا میں اسے کیا صِلہ دُوں۔ اتنے میں جبریل آئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! اللہ فرماتا ہے کہ خدیجہ کے ایثار کا صِلہ ہمارے ذمّہ ہے۔ حضور اس صلہ کا ہمیشہ انتظار کرتے رہے۔ کہ دیکھئے اس ایثار کا صِلہ کب ظہور میں آتا ہے چنانچہ شبِ

معراج جب آپ جنّت میں گئے تو وہاں ایک عظیم الشان محل دیکھا جس میں انتہائے بصر تک وہ نعمتیں موجود تھیں۔ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا۔ آپ نے جبریل سے دریافت کیا کہ یہ محل کس کے لئے ہے۔ عرض کیا۔ خدیجہ کے لئے۔ حضور نے خدیجہ سے فرمایا مبارک ہو۔ خدا نے تمہارے لئے صلہ میں بڑی بہترین چیز تیار کی ہے۔ (نزہتہ المجالس باب مناقب امہات المومنین ص ۱۴۰ ج ۲)

سبق

حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو مفلس اور یہ کہنا کہ جس کا نام محمد ہے کسی چیز کا مختار نہیں۔ حاسدوں کا شیوہ ہے چنانچہ قرآن پاک خود فرماتا ہے۔

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ (پ۵ ع۶)
یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پہ جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔

اللہ نے اس آیت کریمہ میں اُن ملعونوں کا ذکر فرمایا ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی عزت و عظمت اور ہر قسم کی نعمت کو دیکھ کر حضور کا حسد کیا کرتے تھے۔ معلوم ہُوا کہ حضور کے پاس سب کچھ تھا اور اسی بات پہ کافر حسد کرتے تھے۔ علّامہ قسطلانی شارح بخاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقِیْرًا مِنَ الْمَالِ قَطُّ وَلَا حَالُہٗ حَالُ الْفَقِیْرِ بَلْ کَانَ اَغْنَی النَّاسِ۔

(مواہب الدنیہ ص ۲۷۳ ج ۱)

یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلّم ہرگز فقیر نہ تھے۔ نہ مال کی رُو سے

نہ حال کی رُو سے۔ بلکہ سارے لوگوں سے زیادہ غنی و امیر تھے۔

غور فرمائیے۔ خدا تعالیٰ جسے فرمائے کہ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰی۔ خدا نے تمہیں حاجت مند پایا اور غنی کر دیا۔" فرمائیے جسے کوئی دنیا کا بادشاہ غنی کر دے۔ اس کو سب کچھ مل جاتا ہے اور جسے خدا غنی کر دے اس کے پاس کچھ نہ ہو؟ اپنا ایمان یہ رکھیئے جو اعلیحضرت نے فرمایا ہے کہ ؎

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

الغرض حضور صلے اللہ علیہ وسلّم باذنِ خدا خدا کے سارے خزانوں کے مالک ہیں۔ یہ حاسدوں کا عقیدہ ہے کہ آپ کے پاس کچھ نہیں۔

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو سب مومنوں کی ماں ہیں انہوں نے نہ صرف اپنے سارے مال کا بلکہ اپنی جان کا بھی حضور کو مالک سمجھا اور یہ ان کی تواضع تھی کہ مالکِ کونین کے نکاح میں آکر اپنے آپ کو مُفلس کہا۔ حضرت خدیجہ سے زیادہ خوش بخت۔ امیر اور عظمت و دولت کا مالک کون ہو سکتا ہے۔ جس کے خود حضور ہو گئے۔ ع

جس کے حضور ہو گئے اس کا زمانہ ہو گیا

معلوم ہوا کہ سچا مسلمان اور اُمّ المؤمنین کا سچا۔ بیٹا وہ ہے جو اپنا تن من دھن سب حضور پر نچھاور کر دے اور حضور کو اپنی جان و مال کا مالک سمجھے۔ بزرگوں نے یہ یہاں تک لکھا ہے کہ مَنْ یَرَ نَفْسَہٗ فِیْ مِلْکِہٖ لَمْ یَذُقْ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانَ۔ جس نے اپنی جان کا حضور کو مالک نہیں سمجھا۔ اس نے ایمان کی حلاوت ہی نہیں چکھی۔" اور آجکل تو حضور کو مالک کہنا ہی بعض لوگ شرک بتاتے ہیں مگر سچی بات وہ ہے جو اعلیحضرت نے لکھی ہے۔ کہ ؎

یئں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

یہ بھی معلوم ہوُا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم آپ کے محبوبوں اور آپ کی مجالس پر خرچ کرنا جنت میں اپنے لیے محل بنانا ہے مگر بعض ایسے بدنصیب بھی ہیں۔ جو یوں کہتے ہیں۔

لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا

کہ ان پہ خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے ہیں یہاں تک کہ وہ پریشان ہو جائیں۔" (پ ۲۸ ع ۱۳)

یعنی یہ لوگ وہ ہیں۔ جو حضور کی ذاتِ پاک پر تو کیا ان کے پاس والوں اور ان کی طرف منسوب محفلوں پر بھی خرچ کرنے سے روکتے ہیں اور یہ آیت سورہ منافقون میں ہے جس میں منافقوں ہی کا کردار بیان کیا گیا ہے۔ مسلمان کا کردار یہ ہے کہ ؎

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا!
پدر۔ مادر۔ برادر۔ جان و مال اولاد سے پیارا

حکایت ۲۷

حضرت خدیجہ کی سہیلیاں

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اکثر ذکر فرماتے رہتے تھے۔ بعض اوقات حضور صلے اللہ علیہ وسلّم بکری ذبح فرماتے اور پھر اس کے گوشت کے ٹکڑے کر کے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے گھر بھیجتے۔ صرف

اس لئے کہ یہ خدیجہ کی سہیلیاں تھیں ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۵)

سبق

حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو حضرت خدیجہ سے بڑا پیار تھا اور آپ اکثر اس کا ذکر فرماتے رہتے۔ معلوم ہوا کہ جس سے محبت ہو اس کا ذکر کرتے رہنا سنتِ نبوی ہے اور پھر یہ بھی کہ خدیجہ کا ذکر بھی فرماتے اور بکری ذبح کر کے اس کا گوشت خدیجہ کی سہیلیوں کو بھی بانٹتے ۔ اسی طرح آج مسلمانوں کو چونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سے بہت محبت ہے اس لئے یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے ذکر کی محفلیں منعقد کرتے رہتے ہیں۔ محفل میلاد ہو یا محفل گیارہویں مقصود ذِکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم ہی ہوتا ہے۔ علماءِ اہلِ سُنّت کو کوئی سا بھی موضوع دو۔ وہ پھر پھرا کر ذکرِ مُصطفےٰ کی طرف آجاتے ہیں۔ اسی لئے بعض لوگ کہتے ہیں۔ ان سُنی مولویوں کو تو ذکرِ رسول کے سِوا اور کچھ آتا ہی نہیں۔ الحمدللہ کہ دشمنوں کے مُنہ کی یہ سند ہماری نجات کے لئے کافی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوُا کہ ذکرِ محبوب کے ساتھ پھر محبوب کے نام پہ کوئی چیز تقسیم بھی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ محفلِ میلاد میں مٹھائی کا تقسیم کرنا۔ گیارہویں کی مجلس میں دیگیں پکا کر تقسیم کرنا بھی سنّتِ نبویّہ ہے اور پھر یہ بھی کہ حضور خدیجہ کی محبت میں جو بکری ذبح کرتے۔ حضور اُسے خدیجہ کی سہیلیوں میں تقسیم کرتے تھے چنانچہ ہماری محفل کی مٹھائی اور گیارہویں کے چاول بھی حضور کے محبت رکھنے والوں پہ تقسیم ہوتے ہیں اور جنہیں حضور سے محبت نہیں۔ خدا انہیں اس تبرک سے دُور رکھتا ہے ؎

جو ذکرِ مصطفےٰ سے بھاگ جائے
خدا کیوں اس کا مُنہ میٹھا کرائے

حکایت ۲۸

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضور عرصہ تک مغموم رہے۔ خولہ بنت حکیم جو مشہور صحابی عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہٗ کی بیوی تھیں۔ انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو اس عالم میں دیکھ کر عقدِ ثانی کی تحریک کی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہاں؟ خولہ نے کہا۔ آپ کے لئے کنواری بھی موجود ہے اور بیوہ بھی۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ تو خولہ نے کہا۔ کنواری تو اس شخص کی دُختر ہے جو اس وقت اللہ کی ساری مخلوق سے آپ کو پیارا ہے۔ یعنی صدّیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کی بیٹی عائشہ۔ اور بیوہ وہ ہے جو آپ کی رسالت اور نبوت کو تسلیم کر کے ایمان لا چکی ہے اور اس کا نام سودہ بنتِ زمعہ ہے حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ دونوں سے کہو۔ خولہ حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچیں اور اُمِ رومان والدۂ عائشہ سے اور حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہٗ سے اظہارِ مدّعا کیا۔ تو دونوں راضی اور خوش ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور کا عقد ہو گیا۔

(پاک بیبیاں اور صحابیات بحوالہ ابو داؤد کتاب الادب)

سبق

کسی کی بیوی کا انتقال ہو جائے تو اُسے عقدِ ثانی کر لینا چاہیئے

خدا فرماتا ہے۔

وَ اَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ۔ "اور نکاح کر دو۔ اپنوں میں اُنکا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔" (پ ۱۸ ع ۱۰)

اور مفسّرین کرام نے لکھا ہے کہ یہ حکم سب کے لئے عام ہے۔ کنوارے ہوں یا غیر کنوارے یعنی جس کی بیوی فوت ہو جائے وہ عقدِ ثانی کرے اسی طرح جس کا خاوند مر جاوئے وہ بھی عقدِ ثانی کرے۔ مگر ہمارا اپنا مسئلہ جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ مرد فوت ہو جائے تو عورت کہتی ہے مَیں عقدِ ثانی نہیں کروں گی۔ انہی کے حق میں بیٹھی رہوں گی۔ یہ بات زیادہ تر عورتوں میں پائی جاتی ہے۔ مردوں میں یہ بات نہیں کہ بیوی مر جائے تو وہ یوں کہے کہ مَیں اپنی بیوی کے حق میں بیٹھا رہوں گا یہ مسائل ہمارے خود ساختہ ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے اپنا عقدِ ثانی فرما کر گویا عقدِ ثانی کو سنّت قرار دے دیا۔

یہ بھی معلوم ہُوا کہ حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہٗ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو اپنے وقت میں ساری مخلوق میں زیادہ پیارے تھے اور صدّیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کو ساری مخلوق سے زیادہ پیار حضور سے تھا۔ اسی پیار کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ نے فوراً حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سے اپنی بیٹی کا عقد منظور کر لیا اور اپنا مال و زر سب کچھ حضور پہ قربان کر دیا۔

لٹایا راہِ حق میں گھر کئی بار اس محبّت سے
کہ لٹ لٹ کر حسن گھر بن گیا صدّیق اکبر کا

حکایت ۲۹

خواب میں تصویر عائشہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تین رات مسلسل مجھے ایک ریشمی کپڑے پر تمہاری تصویر دکھائی جاتی رہی۔ جسے جبریل لے کر آتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ ہے آپ کی بیوی۔ اے عائشہ! آج جو مَیں نے تمہارے چہرہ سے کپڑا اٹھایا۔ تو تم اسی تصویر کے مطابق ہو۔ فرشتہ جب تمہاری تصویر لے کر آتا رہا تو مَیں نے کہا تھا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس لئے یہ رشتہ ہو کر رہے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۶)

دوسری روایت میں یہ لفظ بھی ہیں۔

هٰذِهٖ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ یہ تمہاری بیوی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۶)

سبق

اللہ تعالیٰ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ حضور کے ساتھ خود انتخاب فرمایا۔ کس قدر خوش بخت ہیں ام المومنین حضرت عائشہ۔ کہ کسی لڑکی کا انتخاب اس کا باپ کرتا ہے۔ کسی کا چچا اور کسی کی ماں بہن انتخاب کرتی ہے لیکن حضرت عائشہ کے رشتے کا انتخاب خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اب کون ایسا بدبخت ہے جو اس رشتے میں کوئی عیب بیان کرے اور ام المومنین کے بارے میں زبانِ طعن کھولے معاذ اللہ اگر ام المومنین میں کوئی عیب ہوتا یا ہونے والا ہوتا۔ تو

خدا جسے ہر اگلی پچھلی گذری اور ہونے والی ساری باتوں کا علم ہے۔ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے لئے یہ رشتہ کیوں تجویز فرماتا؟ معلوم ہوا کہ امّ المومنین کے مخالف در اصل اللہ تعالےٰ پر معترض ہیں کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ فرمائیے۔ ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا مقام ہے۔ اور ان کا حشر کے دِن کیا حشر ہوگا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اُمّ المومنین عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کا دِل سے احترام کرنا لازم ہے کہ یہ رشتہ خدا نے کیا ہے۔ اور فرما دیا ہے کہ یہ تمہاری بیوی دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔ پس جو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعن کریں گے۔ ان کی دنیا بھی برباد اور آخرت بھی۔

رہا تصویر کا مسئلہ ممکن ہے کوئی ماڈرن یہ کہہ دے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کی تصویر بنائی تو ہم اگر تصویر کھچوائیں یا بنوائیں تو گناہ کیوں ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک صِفت مصوّر بھی ہے۔ حضرت عائشہ کی تصویر بھی اسی نے بنائی اور ان کی تخلیق بھی اسی نے کی۔ یہ صِفت کسی بندے کو اجازت نہیں کہ اپنا لے اور تصویریں بنانے لگے۔ مثلاً سرکاری نوٹ کرنسی وغیرہ بنانا گورنمنٹ کا کام ہے لیکن اگر کوئی رعایا میں سے جعلی نوٹ اور کرنسی بنانے لگے گا۔ تو وہ شاہی مجرم ہے اور اس کی سزا سخت ہے جسے اُسے بھگتنا پڑے گی۔ خدا نے تصویر بھی بنائی اور تخلیق بھی کی۔ آج کے تصویر بنانے والوں کو بھی کل قیامت کے دِن خدا فرمائے گا۔ میری نقل اُتارنے والے اب اس تصویر میں جان بھی ڈال اس موقعہ پہ پھر اِن جعلسازوں کو سزا ملے گی جو انہیں بھگتنی پڑے گی۔

ایک مجلس مشاعرہ میں یہ طرح مصرعہ پیش کیا گیا ؎

اس لئے تصویرِ جاناں ہم نے کھچوائی نہیں

یعنی مَیں نے محبوب کی تصویر جو نہیں کھچوائی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ ایک شاعر اُٹھا۔ اور بولا۔ ؎

مانگتا ہے دام کاتب پاس اک پائی نہیں
اِس لیے تصویرِ جاناں ہم نے کھچوائی نہیں

یعنی مصوّر تصویر کھچوانے کے پیسے مانگتا ہے اور میرے پاس ایک پائی بھی نہیں۔ اس لیے مَیں نے تصویر نہیں کھچوائی۔ دوسرا شاعر اُٹھا۔ اور کہا۔ ؎

کاتبِ قدرت سے بڑھ کر کِلک آرائی نہیں
اس لیے تصویرِ جاناں ہم نے کھچوائی نہیں

یعنی قلمِ قدرت سے بڑھ کر ہمارا قلم نہیں ہے۔ تصویر بنانا قلمِ قدرت کا کام ہے۔ اِس لیے مَیں نے تصویر نہیں کھچوائی۔ تیسرا شاعر اُٹھا۔ اور بولا ؎

مَیں ہُوں مشتاقِ تکلّم اور یہ گویائی نہیں
اس لیے تصویرِ جاناں ہم نے کھچوائی نہیں

یعنی مَیں یار سے باتیں کرنا چاہتا ہوں اور تصویر بولتی نہیں۔ اس لیے مَیں نے تصویر نہیں کھچوائی۔ آخر مَیں ایک دِیندار شاعر اُٹھا۔ اس نے کہا۔ حضرات!

بُت پرستی دینِ احمد میں کہیں پائی نہیں
اِس لیے تصویرِ جاناں ہم نے کھچوائی نہیں

حکایت ۳۰

نکاح اور رخصتی ماہِ شوال میں

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ماہِ شوال میں ہوا اور رخصتی بھی ماہِ شوال میں ہوئی۔ اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس مہینہ میں شادی کی تقریب کو زیادہ پسند کرتی تھیں اور فرماتی تھیں۔ میرا نکاح بھی اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی اور مجھ سے زیادہ خوش قسمت شوہر کے نزدیک کوئی نہیں۔

دراصل کسی زمانہ میں شوال ہی کے مہینہ میں طاعون کا دورہ پڑا تھا۔ اس لئے لوگ اس مہینہ کو منحوس سمجھتے تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اس مہینہ میں نکاح کرنا اور رخصت کرانا گویا عرب کی اوہام پرستی کو دور کرنا تھا۔

(طبقات ابنِ سعد ص ۴۳ ج ۸ اور نزہتہ المجالس ص ۱۴۳ ج ۲)

سبق

افسوس کہ آج کل کے مسلمان بھی اسی قسم کی اوہام پرستیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں چنانچہ ہمارے یہاں یہ خود ساختہ مسئلہ عام ہے کہ دو عیدوں کے درمیان نکاح نہیں ہوتا چنانچہ ہمارے قصبہ میں ایک لڑکا کویت سے چھٹی لے کر اپنی شادی کے لئے گھر آیا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا اور چھٹی اس کی تھوڑی تھی۔ اس کی شادی شوال میں مقرر ہوئی لیکن محلہ والوں نے شور مچا دیا کہ دو عیدوں کے درمیان نکاح نہیں ہوتا۔ لڑکے کے والدین میرے پاس آئے اور بڑے پریشان ہو کر پوچھنے

لگے کہ کیا یہ مسئلہ ہے ؟ مَیں نے کہا بالکل غلط ہے یہ کوئی مسئلہ نہیں
پھر مَیں نے کہا کہ آپ آن خود ساختہ مفتیوں سے پُوچھیں کہ ہم شادی
کب کریں ؟ کہنے لگے وہ کہتے ہیں۔ بقر عید گزر جانے کے بعد۔ مَیں
نے کہا ان سے کہو کہ بقر عید گزر جانے پر شادی کی گئی تو اگلی
عیدالفطر بھی تو آنے والی ہے۔ اس عید بقر کے بعد شادی کی گئی۔ تو
آنے والی عیدالفطر کے پیشِ نظر شادی تو پھر بھی دونوں عیدوں کے
درمیان ہی ہو گئی۔ ان سے پوچھو اب تم ہی بتاؤ کہ وہ کونسا مہینہ
ہے جو دو عیدوں کے درمیان نہ ہو۔ اس پہ وہ بچارے مطمئن
ہو گئے۔ نزہتہ المجالس کے اِسی صفحہ پہ یہ روایت مذکور ہے کہ
شوال میں نکاح کرنا مستحب ہے مگر یار لوگ کہتے ہیں کہ دو عیدوں
کے درمیان نکاح جائز نہیں۔ اسی طرح جو لوگ محرّم شریف کے مہینہ
میں شادی کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی کوئی نہیں۔ یہ لوگ
اُدھر تو میدان کربلا میں حضرت سکینہ اور امام قاسم رضی اللہ عنہما کا
نکاح ہونا بیان کرتے ہیں اور مصنوعی روایات سُنا سُنا کر لوگوں کو
رُلاتے ہیں اور اِدھر ہمیں کہتے ہیں کہ محرّم شریف میں نکاح نہ کرو
اسی طرح تو سال بھر میں کوئی دِن ایسا نہیں گزرا جس میں کوئی نبی
ولی شہید نہ ہُوا ہو یا ان کا وصال نہ ہُوا ہو۔ سب سے زیادہ
رنج دہ اور تکلیف دِہ وہ دن تھا۔ جس دِن حضور صلے اللہ علیہ وسلّم
کا وصال ہُوا۔ اس طرح تو پھر ربیع الاوّل شریف میں بھی نکاح
نہ کرنا چاہیئے۔

یونہی ایک غلط مسئلہ یہ بھی مشہور ہے کہ جس چھری میں تین کیل
نہ ہوں اس سے جانور کا ذبح کرنا جائز نہیں اور یہ غلط مسئلہ بھی
عام ہے کہ عورت مرغ کو ذبح نہیں کر سکتی۔ خاوند کو چاہیئے ذبح

کر دے لیکن مُرغ کو ذبح نہیں کر سکتی۔ رمضان شریف میں آئینہ دیکھو۔ تو روزہ ٹوٹ جاتا۔ سُرمہ لگاؤ۔ تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ پُرانے زمانہ کی عورتوں کا یہ مسئلہ بھی ہے کہ خاوند کا نام لو تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ ایک لطیفہ ہے کہ ایک عورت کے خاوند کا نام رحمت اللہ تھا۔ وہ جب نماز پڑھتی تو سلام پھیرتے وقت یوں کہتی۔ السّلام علیکم۔ مُنّے کا اَبا۔ یعنی رحمت اللہ اس لئے نہ کہتی کہ یہ نام میرے خاوند کا ہے۔ اگر السّلام علیکم ورحمت اللہ کہا۔ تو کہیں نکاح نہ ٹوٹ جائے

؎ یہ اُمّت تھی کیا اور کیا ہو گئی
جہالت کی باتوں میں کیوں کھو گئی

حکایت ۳۱

حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم اور عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور نے مجھ سے فرمایا۔ کہ جب کبھی تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو مَیں جان لیتا ہوں اور جب کبھی تم مجھ سے کچھ خفا سی ہوتی ہو۔ تو بھی جان لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا وہ کِس طرح؟ فرمایا تم جب راضی اور خوش ہوتی ہو تو قسم کھاتے وقت یوں کہتی ہو۔ لَا وَ رَبِّ مُحَمَّدٍ ۔ مجھے محمّد کے رب کی قسم۔! اور جب کبھی خفا ہوتی ہو تو قسم یوں کھاتی ہو! لَا وَ رَبِّ اِبْرَاهِیْمَ۔ مجھے ابراہیم کے رب کی قسم! حضرت عائشہ نے عرض کیا۔ بے شک یا رسول اللہ بات ایسے ہی ہے۔ لیکن
مَا اَهْجُرُ اِلَّا اِسْمَكَ ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۲)

یا رسول اللہ۔ میں صرف آپ کا نام ہی چھوڑتی ہوں نا۔ محبت تو آپکی بدستور میرے دِل میں رہتی ہے۔

سبق

حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی ہر ادائے مُبارک تعلیم امّت کے لئے ہے۔ اس واقعہ میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ گھر میں اگر کبھی میاں بیوی میں کچھ اختلاف ہو جائے تو اسے بڑھانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ نرمی و پیار ہی سے اس کا تدارک کر لینا چاہیئے اور مرد کو تحمل و برداشت سے کام لے کر پیار ہی پیار میں بیوی کو خوش کر لینا چاہیئے۔ اس قسم کی باتیں گھر میں ہوتی رہتی ہیں۔ مرد حضور کی سنّت اختیار کریں اور عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سنّت اپنائے یعنی دِل میں مرد کی محبت و تعظیم کو بدستور قائم رکھے۔ اگر حضور کی اس ادائے مبارک اور حضرت عائشہؓ کے محبت بھرے جواب کو اپنا لیا جائے تو کسی گھر میں ناچاقی باقی ہی نہ رہے۔ آج کل تو یہ حال ہے کہ بیوی مرد سے ذرا خفا ہوئی تو وہ صِرف یہ کہ مرد کا نام لینا چھوڑ دے ہے۔ اس کا گھر بھی چھوڑ کر میکے جا بیٹھتی ہے۔ اور دِل میں خاوند کا بغض و عناد بھر کر اسے گالیاں دیتی۔ ماں باپ کے گھر جا کر ماں باپ کو خاوند کے خلاف بھڑکا کر طلاق لینے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔

اس مغربی تہذیب کا ایک لطیفہ بھی سنتے چلیئے۔ لندن کی ایک عورت ایک وکیل کے پاس گئی اور پوچھا کیا مَیں اپنے شوہر سے طلاق لے سکتی ہوں؟ وکیل نے پوچھا آپ کو شوہر سے کیا شکایت ہے۔ عورت بولی۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی۔ لیکن سوچتی ہوں کہ اگر شادی ہو گئی اور طلاق لینے کا موقعہ آ گیا جو انشاء اللہ ضرور آئے گا تو ایسے

میں مجھے کیا کرنا ہوگا" سنا آپ نے کہ شادی سے پہلے ہی طلاق لینے کا منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔

ایک دوسرا لطیفہ بھی سن لیجئے۔ ایک میم صاحبہ عدالت میں پہنچیں اور جج صاحب سے کہا۔ میں اپنے شوہر سے طلاق لینا چاہتی ہوں جج نے پوچھا۔ کیا بات ہوئی؟ بولی۔ دیکھئے نا! آج اس نے میرے پیارے ڈاگ (کتے) کا گھر آکر مونہہ نہیں چوما۔

ماڈرن عورت ہے چالاکی میں طاق
ہے جسے محبوب شوہر سے طلاق

حکایت ۳۲

مشکل حل فرما دینے والیاں

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پاک سمجھنے اور کسی دوسرے مسئلہ کے سمجھنے میں اگر کوئی مشکل پیش آتی تو ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حل دریافت کرتے۔ تو آپ اس مشکل کو حل فرما دیتیں۔ کیونکہ آپ بہت بڑی عالمہ تھیں۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۶)

سبق

معلوم ہوا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک معیت کے باعث بہت بڑی عالمہ

محدّثہ اور فقیہہ تھیں۔ قرآن پاک میں سارے مسائل موجود ہیں لیکن
بعض آیاتِ مجملہ میں جو مشکلات تھیں وہ حضور صلّے اللہ علیہ وسلم
نے دور فرمائیں اور ان آیات کا صحیح مطلب بیان فرما کر مشکلات
کو حل فرمایا۔ گویا حدیث ہمارے لئے مشکل کشا ہے۔ اسی طرح بعض
احادیث میں بھی مشکلات پیش آتی رہیں۔ خدا تعالیٰ نے فقہا علیہم الرحمۃ کی
فقہ سے احادیث کی ان مشکلات کو دُور فرمایا۔ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی
اللہ عنہا محدثہ بھی تھیں اور فقیہہ بھی۔ قرآن کی مشکلات کو حدیث
سے اور حدیث کی مشکلات کو اپنی خدا داد فقہ سے حل فرما دیتی تھیں
یہ بھی معلوم ہؤا کہ حدیث کو سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں کیونکہ خود صحابہ
کرام کو بھی حدیث کی اصل مراد سمجھنے کے لئے حضرت عائشہ کی طرف
رجوع کرنا پڑتا تھا۔ اور جو کچھ آپ فرما دیتی تھیں۔ اسے صحابہ
قبول فرما لیتے تھے۔ آج کل کا کوئی خشکی کا مارا اگر وہاں ہوتا تو
وہ صحابہ کرام پر بھی طعن کرتا۔ کہ تم قرآن۔ حدیث کے ہوتے ہوئے
حضرت عائشہ کے قول پہ کیوں عمل کرتے ہو۔ جس طرح ہمیں آج بعض
لوگ کہتے ہیں کہ تم قرآن حدیث کے ہوتے ہوئے امامِ اعظم کے
قول پہ کیوں عمل کرتے ہو۔ حالانکہ ہم صحابہ کرام کے تتبع میں جس
طرح حدیث کا اصل مقصد سمجھنے کے لئے وہ حضرت عائشہ سے حدیث
کی مشکل دور فرمانے حاضر ہوتے تھے۔ ہم حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
کے پاس حدیث کی مشکل دُور فرمانے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ خدا
تعالیٰ نے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حدیث کی سمجھ (فقہ)
عطا فرمائی تھیں۔ اسی طرح امّ المؤمنین کے صدقہ میں حضرت امامِ اعظم رض
کو بھی حدیث کی سمجھ عطا فرمائی تھی۔ محدث ہونا اور بات ہے اور
محدّث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہہ ہونا اور بات ہے۔ محدّث تو حرف

حدیثوں کو جمع فرمانے والے ہوتے ہیں جیسے انگریزی دوائی فروش کیمسٹ دوائیاں جمع کر رکھتے ہیں۔ لیکن اِن دوائیوں کا مصرف کہ اس شیشی کی دوائی مَلنے والی ہے اور اس شیشی کی دوائی پینے والی ہے۔ یہ طبیبوں اور ڈاکٹروں کا کام ہے۔ اگر کوئی صرف کیمسٹ ہی ہو اور ڈاکٹر نہ ہو تو وہ دونوں شیشیوں کی دوائیوں کو دوائی سمجھ کر پینے والی کو مُلنے کے لئے دے دے اور مُلنے والی کو پینے کے لئے دے دے تو مریض کے مَر جانے میں شبہ نہیں۔ یہ سمجھ ڈاکٹر کو ہے۔ کہ یہ دوائی ملنے والی اور یہ پینے والی ہے۔ اس لئے دوائی خرید کر کسی لائق ڈاکٹر کے پاس جانا دوائی کا اِنکار نہیں بلکہ اس کے استعمال کا مصرف پُوچھنے کے لئے جانا ہوتا ہے۔ حدیث پہ ہمارا ایمان ہے۔ لیکن ہم امام اعظمؒ کے پاس جاتے ہیں تو صِرف اس لئے کہ حضور کی مثلاً یہ جو حدیث لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب ہے۔ اس کا مصرف کیا ہے؟ یار لوگوں نے تو بغیر تقلید کے اِسے امام۔ مقتدی۔ منفرد سب کے لئے قرار دے دیا۔ مگر امامِ اعظم نے اِذَا قُرِئَ الْقُرْآن فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا۔ قرآن کی اس آیت کے پیشِ نظر اس حدیث کا مصرف امام۔ اور منفرد کے لئے بیان فرمایا۔ مقتدی کے لئے اِس لئے نہیں کہ اگر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ وہ بھی پڑھے گا تو اس سے قرآن کی مخالفت لازم آئے گی لہٰذا ؎

گر سمجھنا ہے کلامِ مُصطفٰے
بن مُقلد تو امامِ پاک کا

حکایت ۳۳

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تدبیر

ایک مرتبہ مدینہ منوّرہ میں سخت قحط پڑا۔ بارش ہوتی نہ تھی لوگ پریشان ہو کر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے امّ المومنین! بارش نہیں ہوتی۔ قحط پڑ گیا ہے۔ ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ فرمایئے۔ کیا کیا جائے امّ المومنین نے فرمایا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر جاؤ اور قبر شریف کے حُجرہ مبارکہ کا جو چھت ہے اس میں سے چند ایک مقامات سے مٹی نکال کر روشندان بناؤ تاکہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ نہ رہے۔ اور آسمان کو قبر شریف نظر آنے لگے۔ آسمان جب قبر انور کو دیکھے گا تو آسمان رونے لگے گا۔ اور بارش ہونے لگے گی۔ اُمّ المؤمنین کی اس تدبیر پہ صحابہ کرام نے عمل کیا اور روضہ شریف کی چھت میں کچھ روشندان بنائے تو آسمان کو قبر شریف نظر آنے لگی تو بارش شروع ہو گئی اور اتنی بارش ہوئی کہ گھاس اُگ آئی۔ اُونٹ موٹے ہو گئے اور ان میں اتنی چربی اور گوشت پیدا ہو گیا۔ گویا وہ موٹاپے سے پھٹنے لگے۔ اس سال کا نام سالِ ارزانی رکھا گیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۷)

سبق

قحط کا پڑ جانا ایک بہت بڑی مشکل اور مصیبت ہے۔ اس مشکل کے وقت صحابہ کرام اُمّ المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امّ المومنین نے یہ نہیں فرمایا کہ مشکل کے وقت میرے پاس کیوں آئے ہو

خدا سے دُعا مانگو۔ بلکہ آپ نے جو تدبیر بیان فرمائی وہ ایسی ایمان افروز اور باطل سوز ہے۔ کہ اہل ایمان و محبت کو وجد آنے لگتا ہے۔ فرمایا حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی قبر انور کا یہ ایک خاصہ ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان کو بھی قبر انور نظر آ جائے تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں چنانچہ جن لوگوں کو یہ سعادت حاصل ہوئی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ روضۂ انور کی حاضری میں ہر شخص کی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں اور بلا اختیار رونا آتا ہے۔ اور جتنا زیادہ گنہ گار ہو اتنا ہی زیادہ رونا آتا ہے یعنی اتنی ہی زیادہ توجہ حضور کی اس کی طرف ہوتی ہے۔ کپڑا جتنا میلا ہوگا۔ صابن اتنا ہی زیادہ اس کی طرف متوجہ ہوگا اور پھر اس رونے میں جو کیفیت اور لذّت حاصل ہوتی ہے اس کا بیان کرنا مشکل ہے جن خوش نصیب حضرات کو یہ سعادت حاصل ہو چکی ہے وہ خوب جانتے ہیں اور یقیناً یہ آنسو جو حضور کی حاضری میں گرتے ہیں۔ ان سے سب گنہ دُھل جاتے ہیں۔ یہ آنسو گویا رحمت کا پانی ہوتے ہیں۔ ؎

ہم گنہ گاروں پہ تیری مہربانی چاہیئے
سب گنہ دُھل جائیں گے رحمت کا پانی چاہیئے

جس طرح آسمان کے رونے سے مُردہ زمین زندہ ہو گئی اسی طرح حج ادا کرنے کے بعد قبر انور کی زیارت ہی سے حج میں جان پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے مَیں نے لکھا ہے کہ

جس حج میں نہ سیرِ مدینہ ہو وہ حج تو ہے لیکن ایسا حج
اِک لفظ ہے لیکن بے معنی اِک جسم ہے لیکن بے جان ہے

باوجود اس کے جو لوگ قبر انور کی زیارت سے گھبراتے ہیں کتراتے ہیں۔ ان پر رونا آتا ہے اور انہیں خود بھی بد بختی پہ رونا چاہیئے

بریں عقل و دانش بباید گریست

صاحبِ مرقاۃ حضرت مُلا علی قاری علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک معنی اس حدیث کا یہ بھی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں جس طرح آپ کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی تھی۔ اسی طرح آپ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کے وسیلہ سے بارش طلب کرنے کی ہدایت فرمائی۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۵۴۷)

اسی لئے اعلیٰحضرت نے لکھا ہے کہ ؎

بے اُن کے واسطہ کے خُدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

حکایت ۳۴

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا امتیاز

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی نعمتوں سے نوازا ہے جو میرے ہی حصّہ میں آئی ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف میرے گھر ہی میں ہُوا۔ اور میری ہی نوبت میں۔ یعنی جس روز حضور نے میرے گھر رہنا تھا۔ اسی روز آپ کا وصال مبارک ہُوا (حضور نے اپنی ازواجِ مطہرات کے لئے دِن مقرر فرما رکھے تھے۔ کہ فلاں دِن فلاں کے گھر اور فلاں دِن فلاں کے گھر رہونگا) اور حضور کا جب وصال ہُوا۔ تو آپ میرے سینے اور گردن سے تکیہ لگائے

ہوئے تھے۔ اور سب سے بڑی نعمت جس سے اللہ نے مجھے مخصوص فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ وصال کے وقت میرا لعاب دہن (تھوک) اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن شریف جمع فرما دیا۔ اور وہ اس طرح کہ میرے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور حضور نے میرے جسم سے تکیہ لگایا ہوا تھا۔ حضور نے مسواک کی طرف دیکھا۔ میں نے سمجھا کہ حضور کو مسواک پسند ہے چنانچہ میں نے عرض کی کیا آپ کے لئے مسواک لوں؟ حضور نے سرِ انور سے اشارہ فرمایا کہ ہاں۔ میں نے مسواک لے کر حضور کو دی۔ حضور نے مونہہ مبارک میں ڈالی۔ تو وہ سخت تھی۔ میں نے پوچھا کیا میں اسے نرم کر دوں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے مسواک کو اپنے منہ سے چبا کر اسے نرم کر کے حضور کو دی اور آپ نے لے کر اپنے منہ میں ڈال لی۔ اس طرح میری تھوک اور حضور کا لعاب دہن شریف جمع ہو گئے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۹)

سبق

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ساری ازدواج مطہرات میں بعض ایسے امتیاز حاصل ہیں۔ جو آپ کے سوا کسی میں نظر نہیں آتے۔ آج حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جو روضہ شریف ہے، یہ حضرت عائشہ کا گھر تھا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَا قَبَضَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا فِی الْمَوْضَعِ الَّذِیْ یُحِبُّ اَنْ یُدْفَنَ فِیْہِ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۹)

یعنی نبی جہاں دفن ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اُسی جگہ اس کا وصال فرماتا ہے۔"

معلوم ہُوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے گھر دفن ہونا چاہیئے تھا ۔ حضرت عائشہ سے تکیہ لگائے ہوئے حضور نے حضرت عائشہ ہی کے گھر وصال فرمایا۔ اور وہیں آپ کی قبر شریف بنی۔ جس کی بدولت حضرت عائشہ کا گھر مرجعِ خلائق بن گیا۔ ہر روز صبح و شام ستر ستر ہزار فرشتے اسی گھر کی زیارت کے لئے اُترنے لگے۔ اسی گھر کے سامنے حاضر ہو کر ۲۴ گھنٹے میں ہزاروں لاکھوں کروڑوں انسان اور فرشتے درُود و سلام پڑھتے ہیں۔ معاذاللہ معاذاللہ اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں بقول منافقین کوئی عیب ہوتا تو خدا تعالیٰ کبھی حضرت عائشہ کے گھر حضور کا وصال نہ فرماتا۔ اور اس گھر کو مرجعِ خلائق نہ بننے دیتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کا جہاں وصال ہو اس کی قبر شریف بھی وہیں بنتی ہے اور جو مرے پاکستان میں اور دفن ہو ہندوستان میں وہ نبی ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ جس کا تھوک مبارک حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تھوک مُبارک سے مِل جائے۔ اس مبارک ہستی پہ جس منہ سے کوئی گستاخی کا لفظ نکلے۔ تو وہ منہ اس لائق ہے کہ اس پہ تھوکا جائے۔ ؎

اللہ اللہ عائشہ کا اِتنا اُونچا ہے مقام۔
حشر تک ان ہی گھر میں ہے محمدؐ کا قیام

حکایت ۳۵

حضرت عائشہ کے گھر میں

حضرت مجدّد الفِ ثانی علیہ الرّحمۃ فرماتے ہیں کہ میرا کچھ سال پہلے یہ طریقہ تھا کہ میں ہر سال کچھ طعام پکا کر اس کا ثواب حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم۔ حضرت علی۔ حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن وحسین علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو پہنچاتا تھا۔ ایک سال میں نے ایسا ہی کیا۔ تو رات کو مَیں نے خواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا۔ مَیں نے حضور کی خدمت میں سلام عرض کیا تو حضور نے میری طرف توجہ نہ فرمائی اور اپنا رُوئے انور دوسری طرف پھیر لیا۔ مَیں نے عرض کیا حضور! اس کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا۔

"من طعام در خانۂ عائشہ میخورم ہر کہ مرا طعام فرستد بخانۂ عائشہ فرستد"

مَیں کھانا عائشہ کے گھر میں کھاتا ہوں جسے مجھے کھانا بھیجنا ہو۔ وہ عائشہ کے گھر میں بھیجے۔"

اس وقت مجھے معلوم ہُوا کہ حضور کی عدم توجہ کا باعث یہ بات ہے۔ کہ کھانے کا ثواب پہنچانے کے وقت میں امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نام نہیں لیتا۔ اس کے بعد پھر میں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ جب بھی کھانا پکاتا تو ثواب پہنچاتے وقت حضرت عائشہ بلکہ ساری ازدواج مطہرات کا نام بھی لیتا کیونکہ یہ سب اہلِ بیت میں شامل ہیں۔ (مکتوبات شریف ص ۵۹ ج ۲)

سبق

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بہت بلند مقام ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم وصال شریف کے بعد بھی حضرت عائشہ ہی کے گھر میں تشریف فرما ہیں اور اب بھی آپ کھانا حضرت عائشہ ہی کے گھر میں تناول فرماتے ہیں. اس بات پہ اگر کسی کو اعتراض ہو تو وہ مجدد الفِ ثانی علیہ الرّحمۃ پر معترض ہے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو حضرت عائشہ سے بڑی محبت تھی اور ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر سال کچھ پکا کہ بزرگانِ دین کو ایصال ثواب کرنا بدعت نہیں. کیونکہ ماحیٔ بدعت حضرت مجدّد الفِ ثانی علیہ الرّحمۃ کا بھی یہ دستور تھا. ورنہ آپ کبھی ایسا نہ کرتے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانا پکا کہ کسی بزرگ کے نام اس کا ثواب پہنچانا بیکار بات نہیں. بلکہ ثواب پہنچتا ہے اگر ثواب نہ پہنچتا ہوتا تو حضور یوں کیوں فرماتے کہ مجھے کچھ بھیجنا ہوں تو عائشہ کے گھر میں بھیجا کرو۔ اگر یہ بات نا جائز اور بدعت ہوتی تو حضرت مجدّد صاحب نے عدمِ توجہ کی وجہ جب دریافت کی تھی۔ تو حضور یوں فرماتے کہ تم نے یہ کیا نیا طریقہ اختیار کر لیا ہے کہ ہر سال کچھ پکا کہ ہمارے نام ایصالِ ثواب کرتے ہو ایسا نہ کیا کرو۔ حضور نے بلکہ یہ فرما کہ کہ مَیں کھانا عائشہ کے گھر میں کھاتا ہوں بتا دیا کہ کھانا پکا کہ بزرگوں کے نام اس کا ثواب پہنچانا جائز ہے اور ثواب پہنچتا ہے۔ مجھے جب بھی کچھ بھیجو تو عائشہ کے گھر میں بھیجا کرو۔ حضرت مجدّد الفِ ثانی علیہ ا لرّحمۃ کو دیوبندی اور اہلِ حدیث حضرات بھی ماحی بدعت تسلیم

کرتے ہیں۔ لہٰذا سب کی معتمد علیہ ہستی کے اس ارشاد سے ثابت ہوگیا کہ ختم دلانا اور ثواب پہنچانا جائز اور حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی پسندیدہ چیز ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے طریق پر قائم رہنا چاہیئے اور ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقعہ ملے کہ۔

مَر گئے مردُود۔ نہ فاتحہ نہ درُود

حکایت ۳۶

بُہتانِ عظیم

۵ھ میں غزوہ بنی المصطلق میں امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھیں۔ چلتے وقت آپ ایک ہار بھی پہنے ہوئے تھیں۔ واپسی کے وقت قافلہ قریب مدینہ ایک پڑاؤ پر ٹھہرا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لئے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں۔ وہاں آپ کا ہار ٹوٹ گیا۔ اس کی تلاش میں مصرُوف ہوگئیں۔ اُدھر قافلہ نے کوچ کیا۔ اور آپ کا محمل شریف اونٹ پر کس دیا اور انہیں یہی خیال رہا کہ امّ المومنین اس میں ہیں۔ قافلہ چل دیا۔ آپ واپس آئیں تو یہ دیکھ کہ کہ قافلہ تو چل دیا۔ آپ چادر اوڑھ کر قافلہ کی جگہ بیٹھ گئیں اور آپ نے خیال کیا کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس ہوگا قافلہ کے پیچھے گری پڑی چیز اٹھانے کے لئے ایک صاحب رہا کرتے تھے۔ اس موقعہ پر حضرت صفوان اس کام پر متعیّن تھے۔ جب

وہ آئے اور انہوں نے آپ کو دیکھا تو بلند آواز سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا الیہ راجعون پکارا۔ آپ نے کپڑے سے پردہ کر لیا۔ انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی۔ آپ اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچیں۔ منافقین سیاہ باطن رات دن اس کوشش میں رہتے تھے کہ کوئی موقعہ ملے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب و لواحق کو بدنام کریں چنانچہ اس واقعہ کو انہوں نے اچھالنا شروع کر دیا اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی پر (معاذاللہ) دھبہ لگانا شروع کر دیا۔ منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی اُبی۔ بہتانِ عظیم میں پیش پیش تھا منافقین سب نے مل کر اس واقعہ کو اچھالنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ اس شرارت کا اثر معدودے چند مسلمانوں پہ بھی ہو گیا۔ اور وہ بھی منافقین کے فریب میں آ گئے۔ اور ان کی زبان سے بھی کوئی کلمہ سرزد ہو گیا۔ ام المومنین اس شرارت کا قصہ سُن کر بیمار ہو گئیں۔ اور ایک ماہ تک بیمار رہیں۔ اس زمانہ میں آپ کو اطلاع نہ ہوئی کہ آپ کی نسبت منافقین کیا بک رہے تھے۔ ایک روز ام مسطح سے انہیں یہ خبر آئی اور اس سے آپ کا مرض اور بڑھ گیا۔ اور اس صدمہ میں اس طرح روئیں کہ آپ کا آنسو نہ تھمتا تھا۔ اور نہ ایک لمحہ کے لئے نیند آتی تھی۔ اس حال میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور سورۃ نور میں اکثر آیات میں آپ کی طہارت و پاکدامنی بیان فرمائی گئی۔ مثلاً

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ - (پ ۱۸ ع ۸)

کیوں نہ ہُوا تم نے جب تم نے اِسے سنا تھا۔ کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پہ نیک گمان کیا ہوتا اور

کہتے یہ کھلا بہتان ہے۔"

یعنی جب منافقین کی یہ شرارت کی بات تم نے سنی۔ تو تم نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کی نسبت نیک گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ ایک بہتان عظیم اور صریح تہمت ہے۔ پھر فرمایا۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔ (پ ۱۸ ع ۸)

اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا۔ کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا۔ کہ ہم ایسی بات کہیں۔ الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔"

یعنی یہ شرارت کی بات تم نے سنی تو یوں کیوں نہ کہا۔ کہ ہمارا کوئی حق نہیں کہ ہم ایسی بات کہیں۔ الٰہی تو پاک ہے۔" اور یہ بات بہتان عظیم ہے۔ پھر فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں۔ انجان پارسا ایمان والیوں کو ان پر لعنت ہے۔ دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔" (پ ۱۸ ع ۸)

یعنی جو عورتیں بدکاری اور فجور کو جانتی بھی نہیں اور برا خیال ان کے دل میں گزرتا بھی نہیں۔ ان پہ عیب لگانا دنیا و آخرت کی لعنت کا موجب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ آیت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے اوصاف ہیں۔ حضور کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر عیب لگانا دنیا و آخرت میں ملعون کا کام ہے۔ پھر فرمایا۔

اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ وَ الطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ۔

گندیاں گندوں کے لئے اور ستھرے ستھریوں کے لئے وہ پاک ہیں۔ ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور عزّت کی روزی ہے۔" (پ ۱۸ ع ۹)

یعنی گندی عورت کے لئے گندہ مرد۔ اور گندے مرد کیلئے گندی عورت لائق ہے۔ ستھرے مرد کے لئے ستھری عورت اور ستھری عورت کے لئے ستھرا مرد لائق ہے اور حضرت صفوان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان باتوں سے جو منافقین نے کہیں پاک ہیں۔ اور ان کے لئے اللہ کے پاس بخشش اور عزّت کی روزی ہے۔

(قرآنِ مجید سورۂ نور۔ اور تفسیر خزاین العرفان ص ۴۹۷ تا ۴۹۹)

سبق

امّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سب عورتوں میں اس لحاظ سے بلند مرتبہ ہیں کہ آپ کی عصمت و پاک دامنی کے لئے خود خدا تعالیٰ نے شہادت دی اور صرف آپ کی برّیت کے لئے سورۂ نور نازل فرمائی۔ پھر جو شخص معاذاللہ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا پہ کسی قسم کا بہتان لگائے تو وہ کیوں مردود و ملعون نہ ہوگا۔ مسلمانو! جو لوگ جھوٹی روایات سُنا سُنا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پہ کسی قسم کا الزام و اعتراض وارد کرتے

ہیں۔ تم ان سے صاف صاف کہدو کہ تمہاری جھوٹی روایات کو دیکھیں
یا خدا کی سچی آیات کو۔ روایات سے آیات بہر حال مقدم ہیں۔آیات
امّ المومنین کی عصمت و پاک دامنی پہ شاہد ہیں پھر ہمیں کسی روایت
کی ضرورت نہیں۔ وہ لوگ جو آج بھی حضرت امّ المومنین حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا پہ (معاذ اللہ) کسی قسم کا بہتان لگاتے ہیں یا کوئی اعتراض
کرتے ہیں۔ جان لیجیے۔ وہ اس آیت کے مصداق ہیں۔

لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔
ان پہ لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اُن کے لئے
بڑا عذاب ہے۔"

جو مومن ہیں وہ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کو امّ المومنین مانتے
ہیں اور جو منافق ہیں وہ آپ کو امّ المومنین نہیں مانتے اور آپ
پر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔ ؎

کہہ رہا ہے خود خداوندِ علیم
کہ یہ ہے بُہتان۔ بُہتانِ عظیم

حکایت ۳۷

حضرت امّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا پہ منافقین
نے جب الزام لگایا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے

فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ مِنْ اَهْلِيْ اِلَّا خَيْرًا (بخاری ص۶۹۷ ج ۲)

خدا کی قسم! میں اپنی بیوی کی پاکدامنی ہی جانتا ہوں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ منافقین بالکل جھوٹے اور امّ المومنین بالیقین پاک ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے بدنِ مبارک کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا ہے کہ وہ نجاستوں پہ بیٹھتی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو بد عورت کی صُحبت سے محفوظ نہ رکھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ اللہ تعالیٰ نے زمین پہ آپ کا سایہ نہیں پڑنے دیا۔ تاکہ اس پہ کسی کا قدم نہ پڑے۔ تو خدا آپ کے سایہ کو محفوظ رکھتا ہے۔ یہ بات کس طرح ممکن ہے کہ وہ آپ کے اہل کو محفوظ نہ رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ایک جواں کا خون لگنے سے پروردگارِ عالم نے آپ کو نعلیں اتار دینے کا حکم دیا۔ جو پروردگار آپ کی نعل مبارک کی اتنی سی آلودگی کو گوارا نہ فرمائے۔ ممکن نہیں کہ وہ آپ کے اہل کی آلودگی گوارا کرے۔ اسی طرح بہت سے صحابہ اور بہت سی صحابیات نے قسمیں کھائیں۔ آیات نازل ہونے سے قبل ہی حضرت امّ المومنین کی طرف سے قلوب مطمئن تھے۔ آیات کے نزول نے ان کا عزّو شرف اور زیادہ کہہ دیا۔

(تفسیر روح البیان ص ۱۵۷ ج ۲۔ خزائن العرفان ص ۴۹۷)

سبق

معلوم ہوُا کہ حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کو علم تھا کہ امّ المومنین پہ بہتان باندھا گیا ہے اور آپ نے صحابہ کرام لیں قسم کھا کہ فرمایا کہ مَیں اپنی بیوی کی پاکدامنی ہی جانتا ہوں۔ اسی طرح صحابہ کرام علیہم الرّضوان کو امّ المومنین کی پاک دامنی کا علم تھا مگر حضور صلّے اللہ

علیہ وسلّم کا خود فیصلہ فرما دینا اور اعلان کر دینا کہ "لوگو سُن لو۔ یہ بہتانِ عظیم ہے۔ میری بیوی بالکل پاک دامن ہے۔" اس لیئے نہ تھا تاکہ منافقین کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے۔ کہ اپنے گھر کا معاملہ تھا نا خود ہی فیصلہ فرما دیا۔ حضور کچھ عرصہ خاموش رہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے میکے بھیج دیا۔ اور اس انتظار میں رہے کہ عائشہ کی برٔیت خود خدا کرے چنانچہ یہ حضرت عائشہ کی پاکدامنی کی عظمت ہے کہ خدا تعالٰی نے آپ کی برٔیت کے لئے متعدد آیات نازل فرما دیں اور قیامت تک کے لیے مسلمانوں کو حضرت عائشہ کی پاکدامنی کا ثبوت مہیّا فرما دیا۔ سُبحان اللہ! کیا شان ہے امّ المؤمنین کی کہ آپ کی تعریف و توصیف کی آیات قرآن میں درج فرما دیں تاکہ امّ المؤمنین کی پاک دامنی قرآن پاک کے ذریعہ قیامت تک بیان ہوتی رہے۔ آج جو لوگ حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کو حضرت عائشہ پر بہتان کے غلط ہونے کا عِلم نہ ہونا بیان کرتے ہیں۔ وہ خود بڑے بے عِلم ہیں۔ حضور تو قسم فرما کر فرما رہے ہیں کہ اللہ کی قسم مَیں جانتا ہوں کہ میری بیوی پاک دامن ہے۔ مگر اس علم کے باوجود خود فیصلہ اس لئے نہ فرمایا کہ لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ خود ہی فیصلہ کر ڈالا۔ خدا کی طرف سے نزولِ وحی کے منتظر رہے تاکہ امّ المومنین کی برٔیت بھی ہو جائے اور اس قِسم کے بُہتان لگانے والوں کے متعلق جو مسائل ہیں وہ بھی واضح ہو جائیں۔

غور فرمایئے کہ صحابہ کرام کِس وثوق سے امّ المومنین کی پاک دامنی کا اقرار کر رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمانا۔ کہ آپ کے بدن پر مکھی نہیں بیٹھتی۔ تو کوئی بدعورت آپ کے بدن سے کیسے مَس کر سکتی ہے مگر آج جن کے مونہوں میں بھی مکھیاں جا گھُستی ہیں وہ اگر اپنے مکھّی مار کر منہ سے یہ کہنے لگیں کہ حضور کو عِلم نہ تھا کہ میری بیوی پر بہتان غلط

ہے یا صحیح (معاذاللہ) تو یہ کس قدر جہالت کی بات ہے. مسلمانو! اپنا ایمان رکھو کہ ام المومنین حسبِ آیاتِ عفت مآب اور پاک دامن ہیں اور حضور کو اِس بات کا یقیناً عِلم تھا. جو کہے آپ کو علم نہ تھا وہ خود بے عِلم ہے. ؎

تو دانائے مَاکَانَ اور مَایَکُوْن ہے
مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

حکایت ۳۸

اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں. آپ کا پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سے ہوُا. حضرت خنیس جنگِ بدر میں شہید ہوئے اور آپ بیوہ رہ گئیں. حضرت عمر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دینے کا خیال ظاہر کیا. وہ خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا. یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناگوار گذری. اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی رقیہؓ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا انتقال ہو چکا تھا. اس لئے حضرت عثمان سے کہا. انہوں نے جواب دیا. مَیں ابھی نکاح نہیں کرنا چاہتا. حضرت عمر حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آئے اور آپ سے صورت حالات بیان کی. حضور صلے اللہ علیہ وسلّم اور حضرت عمر کے خصوصی تعلقات تھے. اُدھر صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح

میں آ چکی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی بیٹی کو یہ بھی شرف عطا فرمانا مقتضائے مشیت تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا۔ حفصہ کا نکاح ایسے شخص سے ہو جائے جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کو ایسی بیوی نہ دی جائے جو حفصہ سے بہتر ہے۔ پھر آپ نے حضرت عمر کو حفصہ کا پیغام نکاح دے کر حفصہ سے نکاح فرما لیا۔

بعد میں حضرت ابو بکرؓ عمر سے ملے اور کہا آپ مجھ سے خفا نہ ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے حفصہ کا ذِکر کیا تھا۔ مَیں یہ بات ظاہر کرنا نہ چاہتا تھا۔ اس لئے خاموش رہا۔ اگر خود حضور کا یہ خیال نہ ہوتا تو مَیں ہی نِکاح کر لیتا۔ (طبقات ص ۵۹ ج ۸)

سبق

امّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی یہ خصوصیت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے خود ان کے لئے پیغامِ نکاح دے کر ان سے نِکاح فرمایا جو شرف صدّیقِ اکبر کو عطا ہُوا وہی شرف حضرت عمر کو بھی مِلا۔ اس فرمان میں کہ "حفصہ کا نکاح ایسے شخص سے نہ ہو جائے جو عثمان سے بہتر ہے۔" حضور کا اپنی ذاتِ گرامی کی طرف اشارہ تھا۔ اور اس فرمان میں کہ عثمان کو ایسی بیوی نہ دی جائے جو حفصہ سے بہتر ہے" حضور کا اپنی دوسری بیٹی کی طرف اشارہ تھا۔ چنانچہ حضرت رقیہؓ کے بعد آپ نے اپنی دوسری صاحبزادی۔ اُمِّ کلثوم عثمان کے نکاح میں دے دی۔ اسی لئے آپ ذوالنورین۔ کہلاتے ہیں۔ چار یارانِ نبی میں سے دو تو حضور صلے اللہ علیہ وسلّم۔ کے خُسر ہیں۔ صدّیق اکبرؓ اور عمر فاروق اور دو حضور کے داماد ہیں۔ مولا علی اور عثمانِ غنی رضی اللہ عنہم۔ ظاہر ہے کہ خُسر باپ کی طرح

قابلِ قدر ہوتے ہیں اور داماد بیٹوں کی طرح پیارے ۔ ان چار یارانِ نبی کو سارے صحابہ کرام میں یہ سب سے بڑا شرف حاصل ہے کہ دو حضور کے خُسر ہیں ۔ اور دو داماد ۔ ان چاروں میں سے کسی کی عداوت حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی عداوت کے مترادف ہے ۔ ؎

پیار تو سرکار کے یاروں سے رکھ
بالخصوص ان میں سے اِن چاروں سے رکھ

حکایت ۳۹

باپ کے زمانہ خلافت میں

ایک دن زمانہ خلافت عمر میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ خلیفۂ وقت ہیں کچھ اچھے اور نرم و نازک کپڑے پہنا کیجیے ۔ حضرت عمر نے فرمایا ۔ بیٹی ! بیوی اپنے شوہر کے حال سے خوب واقف ہوتی ہے ۔ سچ بتا ۔ کبھی تمہارے شوہر حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے پُرتکلف کپڑے پہنے ؟ کبھی دو وقت پیٹ بھر کر کھانا تناول فرمایا ؟ حضرت حفصہ رونے لگیں اور عرض کیا واقعی حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے کبھی پُرتکلّف لباس نہیں پہنا ۔ اور کبھی پیٹ بھر کر کھانا تناول نہیں فرمایا ۔

(نزہۃ المجالس باب فی القناعۃ ص ۲۱۰ ج ۱)

سبق

ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کا لباس مُبارک سادہ لیکن انتہائی

پاکیزہ۔ لطیف و نورانی ہوتا تھا۔ مالکِ کونین ہوتے ہوئے فاقہ بھی فرماتے تھے۔ ؎

کُل جہاں مِلک اَور جَو کی روٹی غِذا
اِس شِکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

اور اس بات کا خیال تک بھی نہ کیجئے کہ (معاذاللہ) حضور کو لباس و غذا میسّر نہ تھی۔ استغفراللہ العظیم۔ آپ کا یہ فقر فقر اختیاری تھا۔ اضطراری نہ تھا۔ جس نے اضطراری سمجھا۔ اس کا ایمان گیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی ہر ادا میں سینکڑوں حکمتیں مضمر ہوتی تھیں۔ آپ نے امیر و غریب میں مساوات پیدا کرنے کے لئے یہ ادا مبارک اپنائی۔ اِس لئے کہ امیر تو پُرتکلف لباس اور قسم قسم کی غذائیں کھا سکتے ہیں۔ لیکن غریب ایسا نہیں کر سکتا۔ ان دونوں میں مساوات پیدا کرنے کے لئے یہ صورت تو ہو نہیں سکتی کہ سارے غریب بھی پُرتکلف پہننا اور پُرتکلف کھانا شروع کر دیں۔ ہاں یہ صورت ممکن ہے کہ سارے امیر تکلف کو چھوڑ کر سادہ لباس پہننا اور سادہ غذا کھانا شروع کر دیں گویا دونوں میں مساوات پیدا کرنے کا طریقہ آپ نے یہ تجویز فرمایا۔ کہ اُمرار اپنی سطح سے نیچے اُتر کر غریبوں کی سطح پر زندگی بسر کریں۔ چنانچہ خود حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم نے جو سارے جہان سے بڑے اور دونوں جہانوں کے مالک ہیں۔ آپ نے اپنے آپ کو مساکین کی سطح پر رکھ کر اپنی اُمّت کو یہ درس دیا کہ اس فانی جہان میں تکلف کو چھوڑ کر سادگی اختیار کرو۔ اور اگلا جہان آباد کرو۔ آپ کو علم تھا کہ کئی میرے غریب امتی ایسے بھی ہوں گے جن پہ فاقے بھی آئیں گے۔ ان کی تسلی کے لئے آپ نے اختیاری طور پہ فاقہ بھی اختیار فرمایا تاکہ میرے فاقہ کش اُمتی میرے فاقہ کو

یاد کر کے خوش ہو جائیں کہ فاقہ کرنا کی سُنتِ نبوی ادا ہوگئی حضور کی سادگی محض تعلیم امّت کے لئے تھی۔ ورنہ حضور خود فرماتے ہیں۔

لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیَ جِبَالُ الذَّھَبِ (مِشکوٰۃ)

اگر میں چاہوں تو سارے پہاڑ میرے لئے سونا بن جائیں اور میرے ساتھ ساتھ رہیں"

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنے آقا کی اس سنتِ سادگی پہ عامل تھے۔ باوجود اس سادگی کے آپ کا نام سُن کر شیطان اور قیصرو کِسریٰ بھی کانپ اُٹھتے تھے۔آپ کا نام سُن کر شیطان تو آج بھی کانپ اٹھتا ہے۔ اور تو کچھ کر نہیں سکتا۔ ہاں گالیاں دینے لگتا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ آجکل کے ماڈرن دَور میں تکلّفات بہت ہیں جن کی بدولت سب تکلیف میں ہیں۔ دن کا لباس اور رات کا اور اور پھر مہینے مہینے کے بعد لباس کے فیشنوں میں تبدیلی۔ پچھلے لباس متروک اور نئے لباس شروع۔ پھر وہ بھی متروک اور دوسرے شروع زیادہ تر عورتیں ان تکلّفات میں مبتلا ہیں۔ یہ کپڑا ضرورت کی بنا، پر خرید تی ہیں۔ ٹرنکوں کے ٹرنک کپڑوں سے بھرے پڑے ہوں لیکن ان کی شاپنگ ختم نہیں ہوتی۔ اے مسلمان عورت۔ ؎

سادگی ہر وقت رکھ پیشِ نظر!
حضرت حفصہ کا رونا یاد کر!

حکایت ۴۰

اُمّ المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھا۔ آپ کا پہلا نکاح آپ کے چچیرے بھائی حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسد سے ہوا یہ اور ان کے شوہر دونوں ان لوگوں میں سے ہیں جن کو قدیم الاسلام کہا جاتا ہے۔ جس طرح اسلام میں دوش بدوش تھے اسی طرح ہجرت میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔ پہلے حبشہ کا رُخ کیا۔ وہاں سے کچھ دِنوں کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ہجرت میں حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو جو المناک واقعات پیش آئے وہ نہایت صبر آزما اور درد انگیز ہیں۔ ابھی ہجرت کے مصائب تازہ تھے اور شوہر کے پاس زیادہ رہنے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہٗ کو جہاد غزوہ اُحد میں شریک ہونا پڑا۔ میدان جنگ میں ان کا بازو زخمی ہو گیا۔ ایک ماہ کے بعد صحت ہوئی مگر کچھ سالوں کے بعد زخم شق ہو گیا اور آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا ان کی وفات کی خبر حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو سُنانے آئیں۔ حضور خود ان کے گھر تشریف لائے۔ مکان محشرِ غم بنا ہُوا تھا۔ امِ سلمہ بار بار کہتیں۔ ہائے غربت میں کیسی مَوت ہوئی۔ حضور نے صبر کی تلقین فرمائی اور فرمایا ان کی مغفرت کی دُعا کرو اور کہو۔ اَللّٰھُمَّ اخْلُفْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا۔ اے اللہ مجھے ان سے بہتر ان کا جانشین دے۔" —— پھر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بڑے اہتمام سے ابو سلمہ کی خود نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد انقضائے عدت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بحکم الٰہی حضرت ابو بکر و عمر

رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سے اپنے نکاح کا پیام بھیجا۔ اُمِ سلمہ راضی ہو گئیں۔ اور ۴ھ کے شوال کی آخری تاریخوں میں نکاح ہو گیا۔ حضرت اُمِ سلمہ کی بے مائیگی اور غربت کا احساس ایسا نہ تھا۔ جو حضور کو متاثر نہ کرتا۔ اسی تاثر کی بدولت حضرت امِ سلمہ کے اُس جاں گسل صدمہ کی تلافی ہو گئی۔ جو ان کو ابو سلمہ کی وفات سے پیدا ہوا تھا بلکہ ان کی عارضی مدتِ حیاتِ ابدی مسرت میں تبدیل ہو گئی۔ (طبقات ص ۶۱ ج ۸)

سبق

حضرت ام المومنین سلمہ رضی اللہ عنہا نے جس صبر و استقامت سے دشمنانِ اسلام کے مصائب و آلام کو برداشت کیا اور اپنے پائے استقلال میں لغزش نہیں آنے دی۔ وہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اسلام کی خاطر اپنے عزیز و اقارب وطن کو چھوڑا۔ کس لئے؟ صرف ایمان کے لئے۔

نہ اپنی جان کی خاطر نہ اپنی آن کی خاطر!
وطن کو میں نے چھوڑا ہے فقط ایمان کی خاطر

پھر اپنے شوہر کی وفات کے بعد بھی صبر و شکر سے کام لیا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تلقینِ صبر و استقلال پہ اور آپ کی دُعا پہ عمل کیا۔ تو خدا تعالیٰ نے ان کی سن کہ ان کے عزم و استقلال کا بدلہ اس دنیا میں بھی یہ دیا۔ کہ ان کے پہلے شوہر سے بھی بہتر شوہر عطا فرما دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا صاحبِ اولاد تھیں بلکہ جس وقت ان کے پہلے شوہر کا وصال ہوا۔ آپ حاملہ تھیں۔ باوجود اس کے عدت گزرنے کے بعد آپ نے دوسرا نکاح کر لیا۔ ایک آج کل مسئلہ بھی ہے کہ کوئی عورت بیوہ ہو جائے تو کہتی ہے۔ میں تو اب ساری عمر انہی کے حق میں بیٹھی رہوں گی۔ بالخصوص اگر کوئی عمر رسیدہ عورت یا مرد۔ بیوہ یا رنڈوہ

ہو جائے تو ان کے نکاحِ ثانی پر انگشت نمائیاں ہونے لگتی ہیں۔ دیکھو جی اس عمر میں آکر دوسری شادی کرتے انہیں شرم نہ آئی حالانکہ جو شرم والی باتیں ہیں۔ ان پہ انگشت نمائی کرنے والوں کو خود بھی شرم نہیں آتی۔ خدا تعالیٰ کا صاف ارشاد ہے۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ۔

(پ ۱۸ ع ۱۰)

اور نکاح کر دو۔ اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں (مرد یا عورت کنوارے یا غیر کنوارے) اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔"

یعنی تم میں سے جو بے نکاح ہوں۔ مرد ہوں یا عورتیں۔ کنوارے ہوں یا غیر کنوارے۔ ان کا نکاح کر دو۔ مگر باوجود اس حکم کے یار لوگوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے کہ فلاں عورت فلاں مرد کے حق میں بیٹھی ہے اور فلاں مرد فلاں عورت کے حق میں بیٹھا ہے۔ خوب ہے یہ حق بھی۔ کہ جیتے جی تو نہ میاں نے۔ بیوی کے حق کا خیال کیا اور نہ بیوی نے میاں کے حق کا اور اب مر جانے کے بعد یہ اس کے حق میں اور وہ اس کے حق میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور شریعت کا حق ناحق دبائے بیٹھا ہے۔ ؎

یہ مسئلے ہیں آپ نے خود ہی گھڑے ہوئے
رب جانے آپ نے ہیں کہاں سے پڑھے ہوئے

حکایت ۱۴۱

معاہدہ

اُمّ المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ مَیں نے ایک بار

اپنے شوہر ابوسلمہ سے کہا۔ مجھے معلوم ہے۔ اگر کسی کا شوہر جنّت نصیب ہو اور عورت اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو بھی شوہر کے ساتھ جنّت میں جگہ دیتا ہے۔ یہی صورت مرد کے لئے ہے تو آؤ ہم تم معاہدہ کر لیں۔ نہ تم ہمارے بعد نکاح کرو نہ ہم تمہارے بعد۔ حضرت ابوسلمہ نے جواب دیا۔ کیا تم میری اطاعت کرو گی؟ ام سلمہ نے کہا۔ سوائے آپ کی اطاعت کے مجھے کس بات میں خوشی ہو سکتی ہے؟ ابوسلمہ نے کہا۔ جب میں مر جاؤں۔ تو میرے بعد تم نکاح کر لینا۔ پھر ابوسلمہ نے دُعا مانگی۔ یا اللہ میرے بعد اُمِ سلمہ کو مجھ سے بہتر جانشین عطا فرمانا۔" حضرت اُمّ سلمہ فرماتی ہیں۔ جب ابوسلمہ کا انتقال ہو گیا تو میں اپنے دِل میں کہتی تھی۔ ابوسلمہ سے بہتر کون ہوگا؟ اس کے کچھ دنوں بعد میرا نکاح حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سے ہو گیا جو ساری کائنات سے بہتر ہیں۔ (طبقات ص ۷۱ ج ۸)

سبق

حضرت امّ المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی خوش نصیب ہیں۔ کہ پہلے شوہر کی دُعا کے مطابق انہیں نہ صرف انہی سے بہتر بلکہ ساری کائنات سے بہتر شوہر مل گیا۔ صلّے اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہا۔

حکایت ۴۲

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی والدہ امّ المحاسن حضرت اُمّ سلمیٰ

کی سہیلی تھیں۔ اس لئے اکثر وہ مدینہ منورہ ہی میں رہتی تھیں۔ حضرت خواجہ حسن بصری جب پیدا ہوئے تو حضرت امّ سلمہ نے آپ کو گود میں لے لیا اور آپ کا نام حسَن رکھا۔ کیونکہ آپ کی صورت وشباہت نہایت دلکش تھی اور آپ مردانہ حُسن کے بہترین نمونہ تھے۔

حضرت امّ سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو آپ سے بے حد محبت تھی اور وہ آپ کو ہر وقت اپنے پاس رکھتی تھیں۔ یہ شفقت و محبت یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ اگر آپ کی والدہ کسی کام میں مصروف ہوتیں اور آپ بھوک کی وجہ سے بیقرار ہو جاتے تو حضرت امّ المومنین آپ کو اپنے بچوں کی طرح کھلاتیں اور اپنا پستان مُبارک آپ کے منہ میں دے دیتیں۔ قدرتِ الٰہی سے دودھ نکل آتا۔ اور آپ خاموش ہو جاتے۔ اس دودھ کا اثر بے شمار عظمتوں اور برکتوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔ آپ رئیس العارفین تسلیم کئے گئے اور آپ کے کلام میں بے حد تاثیر ہو گئی۔ حضرت امّ المومنین نے آپ کو قرآن شریف پڑھایا اور معارفِ قرآنی سے آگاہ کیا۔ جب آپ کی عمر گیارہ سال کی ہوئی اور اپنے ذوقِ علمی کا حال بیان کیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے آپ کو انتہائی محبّت سے پڑھایا اور چند روز آپ فاضلِ اجل بن گئے۔

(تذکرۃ الواصلین بحوالہ ماہِ طیبہ جنوری ۱۹۵۷ء)

سبق

امّ المومنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے دُودھ مبارک کا یہ اثر تھا کہ حضرت حسن بصری امام العارفین اور فاضلِ اجل بن گئے۔ ماں نیک ہو تو اس کے دُودھ سے اولاد پہ اچھا پڑتا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کی شجاعت۔ عزم و استقلال میں زیادہ تر اثر حضرت فاطمۃ الزہرہ

رضی اللہ عنہا کے مبارک دُودھ کا تھا۔ اور آجکل کی سکوٹر چلانے والی اور بن سنور کر بازاروں میں پھرنے والی اور غیروں سے ہاتھ ہلانے والی ماؤں کا اوّل تو دُودھ رہتا ہی نہیں۔ ان کی اولاد اگر پلتی بھی ہے۔ تو بوتل کے دُودھ پر۔ اسی لیئے اکبر الہٰ آبادی نے لکھا ہے کہ ؎

طفل میں طاقت ہو کیا ماں باپ کے اطوار کی
دُودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

پُرانے زمانے میں مائیں اپنے بچوں پر رُعب جمانے کے لئے کہا کرتی تھیں۔ بیٹا! اگر تم نے میری بات نہ مانی تو مَیں تجھے بتیس دھاریں نہیں بخشوں گی۔ آجکل کا ماڈرن بچّہ اس رُعب سے بھی آزاد ہو گیا ہے آج کل ماؤں کا یہ رعب بھی جاتا رہا کہ وہ یہ کہہ سکیں۔ بیٹا! اگر تم نے میری بات نہ مانی۔ تو مَیں تمہیں بتیس دھاریں نہ بخشوں گی۔ کیونکہ بیٹا یہ جواب دیتا ہے کہ امّی جان یہ رُعب کیسا؟ بتیس دھاریں تو کیا مَیں نے تو تمہاری ایک دھار بھی نہیں پی۔ مَیں نے تو بوتل کا دُودھ پیا ہے۔

یہ بھی معلوم ہُوا کہ اُمّ المومنین نے حضرت حسن کو قرآن پڑھایا اور اس کے معارف سے شناسا کیا۔ اور حضرت علی نے انہیں فاضلِ اجل بنایا۔ اور آجکل کی ماؤں کی تمنا ہوتی ہے کہ میرا بیٹا ڈی سی بنے۔ تھانیدار بنے۔ انگریز نظر آئے اور پھر چاہے۔ ماں کے لئے وہ عذاب بن کر موجب اَجل (موت) بن جائے۔ لہٰذا اے میری بہنو! تم اپنے بچوں کو۔ ؎

جو انگلش پڑھانی ہے بے شک پڑھاؤ
مگر پہلے تعلیم دیں بھی دلاؤ!!

حکایت ۴۳؍

اُمّ المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

امّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ اسلام کے لحاظ سے آپ سابقون الاوّلون میں سے ہیں یعنی پہلے دور ہی میں اسلام لے آئی تھیں۔ زید بن حارث حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضور کی مرضی سے حضرت زینب کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہٗ سے ہو گیا۔ حضرت زید حضور کے متبنّٰی بھی تھے۔ یہ نکاح نبھ نہ سکا اور حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی۔ جب طلاق کی عدّت پوری ہو چکی۔ تو حضور نے اس خیال سے کہ حضرت زینب نے میرے ہی کہنے پر آزاد کردہ غلام سے نکاح کر لیا تھا۔ آپ کی دلجوئی کی خاطر ان سے خود نکاح کرنا چاہا۔ چنانچہ حضور نے ان کے پاس پیام بھیجا۔ حضرت زینب نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتی۔ جب تک خدا کا حکم نہ ہو۔ پھر مسجد کا رُخ کیا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ اور دُعا کی۔ کہ الٰہی! تیرے رسول مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ اگر میں اس قابل ہوں تو میرا نکاح ان سے کر دے۔ اُدھر اللہ تعالےٰ نے حضور پر یہ آیت نازل فرما دی۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ ۔ وَطَرًا زَوَّجْنَا کَھَا۔ (پ ۲۲ ع ۲)

جب زید کی غرض اس سے نکل گئی۔ تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی ؎

حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے اس آیت کی خوشخبری بھیجی۔ تو آپ خوشی سے سجدے میں گر گئیں اور آپ کو اس بات پر بڑا فخر رہا۔ کہ سب

بیبیوں کا نکاح ان کے ولیوں نے کیا اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے کیا
اس کے بعد آپ کا نکاح حضور سے ہو گیا۔

(اسد الغابہ ص ۴۶۴ ج ۵ اور مدارج النبوۃ ص ۴۷۹)

سبق

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جتنے نکاح بھی فرمائے۔ ان سب میں کئی کئی حکمتیں مضمر تھیں۔ غلامی کی نسبت ایک ایسی نسبت تھی۔ جس کو اس زمانہ میں کوئی اونچے خاندان والا گوارا نہ کر سکتا تھا لیکن اسلام چونکہ اس قسم کے فضول امتیاز مٹانے کے لئے آیا تھا۔ حضرت زید اگرچہ غلام تھے لیکن ان کی دینی خدمات ایسی نہ تھیں کہ ان کا رتبہ کسی طرح دوسرے آزاد مسلمانوں سے کم سمجھا جاتا۔ اس لئے حضور نے اپنے سب سے اونچے خاندان کی پھوپھیری بہن ان کے نکاح میں دے کر ایک اعلیٰ ترین مثال پیش فرما دی۔ اور بتا دیا کہ اصل شرافت دین کی ہے۔ اس کے بعد دوسری حکمت یہ تھی کہ اس تاریک دور میں ایک یہ غلط خیال بھی تھا کہ جو متبنّٰی ہو۔ وہ حقیقی بیٹے کی طرح ہو جاتا ہے۔ اور اس کی بیوی حقیقی بہو کی طرح ہو جاتی ہے۔ جو خسر پر حلال نہیں رہتی۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے متبنّٰی زید کی بیوی کو طلاق مل جانے کے بعد اس سے نکاح کر کے اس غلط خیال کو بھی دور کر دیا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت زینب واقعی اس بات میں منفرد ہیں کہ آپ کا نکاح خود اللہ تعالےٰ نے کیا اور یوں فرمایا زَوَّجْنَاكَهَا "اس سے تمہارا نکاح ہم نے کر دیا"

سبحان اللہ! کیا شان ہے۔ ازواج مطہرات کی۔ جو لوگ ازواج مطہرات پر کسی قسم کا کوئی اعتراض کرتے ہیں وہ سوچ کر لیں کہ ان کے اعتراضات خود

خدا تعالیٰ پہ وارد ہوتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد ایک ایسا خود ساختہ نبی بھی گزرا ہے جو ایک عورت کو دِل دے بیٹھا اور اس سے نکاح کرنے کے شوق میں اپنا یہ خود ساختہ الہام شائع کر بیٹھا۔ کہ خدا فرماتا ہے کہ اس عورت سے ہم نے تمہارا نکاح کر دیا" اس الہام کے باوجود اس عورت سے کسی دوسرے شخص نے نکاح کر لیا اور جھوٹے نبی صاحب اپنی یہ محرومی دیکھ کر یہ شعر پڑھتے رہ گئے کہ ؎

کہ مَیں منتظرِ وصال وہ آغوشِ غیر میں
قدرت خدا کی درد کہیں اور دوا کہیں

حکایت ۴۴

اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حارث ابنِ ابی ضرار کی دختر تھیں جو قبیلہ بنی مصطلق کا سردار تھا۔ حضرت جویریہ پہلے مسافع بن صفوان کے عقد میں آئیں جو غزوہ مریسع میں قتل ہوئے۔ اس غزوہ میں کثرت سے قیدی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ اِن ہی قیدیوں میں حضرت جویریہ بھی تھیں۔ جب مالِ غنیمت تقسیم ہُوا۔ تو حضرت جویریہ ثابت بن قیس انصاری کے حِصّہ میں آئیں۔

اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اگر آقا راضی ہو تو قیدی مطلوبہ رقم ادا کر کے آزادی حاصل کر سکتا ہے۔ اس طریقہ کو اصطلاحِ فقہاء

میں مکاتبت کہتے ہیں۔ اس اصول کے مطابق حضرت جویریہ نے ثابت بن قیس سے مکاتبت کی درخواست کی۔ وہ راضی ہو گئے۔ حضرت جویریہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا "حضور! میں مسلمان کلمہ گو عورت اور قبیلہ بنی مصطلق کے سردار کی بیٹی ہوں۔ اپنے آپ کو آزاد کرانا چاہتی ہوں۔ میری مدد فرمائیے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تمہیں یہ منظور نہیں کہ میں یہ رقم خود ادا کر کے تم سے نکاح کر لوں۔ حضرت جویریہ نے اس امر کو بخوشی قبول کر لیا۔ حضور نے ثابت بن قیس کو بلوایا۔ ان کی رقم ادا کی۔ اور حضرت جویریہ کو آزادی دلا کر ان سے نکاح فرما لیا۔ اور وہ ام المومنین بن گئیں۔ اس رشتہ کا چرچا ہوا۔ تو لوگوں نے قبیلہ بنی مصطلق کے تمام قیدیوں کو اس وجہ سے آزاد کر دیا کہ حضور نے اس قبیلہ سے رشتہ قائم کر لیا ہے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے۔ کہ اس تقریب میں بنو مصطلق کے سو خاندان آزادی کی دولت سے بہرہ ور ہوئے۔ (اسد الغابہ ص ۴۲۰ ج ۵)

سبق

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی خوش نصیب ہیں کہ پہلے تو صرف بنی مصطلق کے قبیلہ کے سردار کی بیٹی تھیں اور اب ساری کائنات کے سردار کی بیوی بن گئیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جو متعدد شادیاں فرمائیں۔ ان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مختلف قبائل سے رشتۂ اخوت قائم ہو جائے اور اس طرح واقعی اسلام کے فروغ میں بڑی مدد ملی۔ اور مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا حضرت جویریہ سے نکاح فرمانے کے بعد ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہوا کہ قبیلہ بنی مصطلق کے سو خاندان آزادی کی دولت سے بہرہ ور ہوئے۔ معاندین

اسلام یورپ زدہ افراد جو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی متعدد شادیوں
پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان کور باطنوں کو وہ حکمتیں نظر نہیں آتیں جو
ان شادیوں میں مضمر تھیں۔ یورپ کے عیاش لوگ ہزار داشتائیں رکھ
کر بھی مہذّب کہلائیں اور مسلمان کی چار شادیوں اور حضور صلے اللہ علیہ
وسلّم کی پُر از حکمت متعدد شادیوں پہ اعتراض جمائیں؟ یہ ہے انصاف
ان فساق وکفار کا۔ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی ہر ادا میں ہزارہا
حکمتیں مضمر تھیں جسے اہلِ انصاف جانتے اور مانتے ہیں۔ ؎

اہلِ عقل و عدل ہے یہ مانتا
مبنی بر حکمت ہے ان کی ہر ادا

حکایت ۴۵

دُو اُونٹ

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث ابن ابی ضرار بغیر اس
علم کے کہ ان کی بیٹی حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے نکاح میں آ چکی ہیں
بہت سا اموال و اسباب اونٹوں پہ لاد کر حضرت جویریہ کی رہائی
کے لئے مدینہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں مقامِ عقیق پر اپنے اونٹ چرنے
کے لئے چھوڑ دیئے۔ ان میں سے دو اونٹ آپ کو بہت پسند تھے
اس لئے ان کو کسی گھاٹی میں چھپا دیا۔ مدینہ پہنچ کر حضور صلے اللہ علیہ وسلّم
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ آپ میری بیٹی کو قید کر لائے
اس کا فدیہ مجھ سے لے لیں اور اسے میرے ساتھ کر دیں۔ پھر جو مال

اور اونٹ وغیرہ فدیہ دینے کے لئے لائے تھے۔ پیش کرنے لگے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حارث! وہ دو اُونٹ کہاں ہیں جن کو تم عقیق کی گھاٹیوں میں چھپا آئے ہو؟ حارث پہ اس بات کا بڑا اثر ہوا۔ اور وہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اب اس کو معلوم ہوا کہ جس بیٹی کو چھڑانے کے لئے اس نے اتنی زحمت کی ہے وہ حرم نبوی کی رونق بنی ہوئی ہے۔ اس خبر سے وہ بہت خوش ہوا اور بڑی خوشی سے ساتھ اپنی بیٹی سے مل کر ہنسی خوشی معہ اپنی قوم کے گھر روانہ ہوا۔ (اسد الغابہ ص ۴۲۰ ج ۵)

سبق

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی بدولت آپ کے والد بھی مشرف باسلام ہو گئے۔ آپ نے دو اونٹ گھاٹیوں میں چھپائے تو آپ کے سارے گھاٹے۔ جاتے رہے۔ اور اس غیب کی خبر دینے پر حارث کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ معلوم ہوا۔ کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے غیب کی باتیں روشن فرما دی ہیں اور آپ اگلی پچھلی سب باتیں جانتے ہیں۔

تو دانائے ما کان اور مایکون ہے
مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

حکایت ۲۴۶

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

حضرت صفیہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ

پہلے کنانہ ابن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں۔ خیبر کی لڑائی میں کنانہ مارا گیا۔ خیبر کی لڑائی یہودیوں کے لئے ایسی تباہ کن تھی کہ ان کی سب امیدوں پہ پانی پھر گیا۔ اس جنگ میں ان کے نامی گرامی سردار چُن چُن کر کام آئے۔ کنانہ اور حضرت صفیہ کے باپ اور بھائی بھی اس جنگ میں مارے گئے۔ اسیرانِ جنگ میں حضرت صفیہؓ بھی تھیں جن کی حالت قابلِ رحم تھی۔ وحیہ کلبی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سے درخواست کی کہ مجھے ایک باندی کی ضرورت ہے۔ حضور نے انہیں حضرت صفیہؓ دے دی چونکہ مدینہ منوّرہ میں حضرت صفیہؓ کے قبیلہ کے بہت سے لوگ آباد تھے اور حضرت صفیہؓ ایک سردار کی بیٹی تھیں۔ اس لئے بعض صحابہ نے حضور سے عرض کیا کہ صفیہؓ ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے اور ایک سردار کی بیٹی ہے۔ اس لئے اگر آپ اسے نکاح میں لے لیں تو بہت سے لوگوں کی دلداری ہو گی۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے وحیہ کو خاطر خواہ معاوضہ دے کر ان کو لے لیا اور انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح فرما لیا اور وہ اُمّ المومنین بن گئیں۔ (مواہب لدنیہ ص ۲۵ ج ۱)

سبق

اُمّ المومنین حضرت صفیہؓ رضی اللہ عنہا اس لحاظ سے سب ازواج مطہرات میں ممتاز ہیں کہ آپ نبی (ہارون علیہ السلام) کی بیٹی۔ نبی (موسیٰ علیہ السلام) کی بھتیجی اور نبی (حضور صلے اللہ علیہ وسلّم) کی بیوی ہیں۔ ؎

اس کی عظمت کا بھلا ہو کیا بیاں
جمع جس میں تین ہوں یہ خوبیاں

نوٹ:
محدثین کرام علیہم الرحمۃ کا ازواجِ مطہرات کی تعداد
یں اختلاف ہے۔ گیارہ ہونے میں تو سب کا اتفاق ہے۔ گیارہ سے
یادہ میں اختلاف ہے۔ گیارہ ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی یہ
ں۔

امّ المؤمنین حضرت خدیجہ۔ امّ المؤمنین حضرت عائشہ۔ امّ المؤمنین
حضرت حفصہ۔ امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ۔ امّ المؤمنین حضرت
زینب بنتِ جحش۔ امّ المؤمنین حضرت جویریہ۔ امّ المؤمنین حضرت
صفیہ۔ امّ المؤمنین حضرت میمونہ۔ امّ المؤمنین حضرت سودہ
امّ المؤمنین حضرت زینب بنتِ خزیمہ۔ امّ المؤمنین حضرت جلیبہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہن (مواہب لدنیہ ص ۲۰۱ ج ۱)

ہم نے صرف سات ازواجِ مطہرات کا ذکر کیا ہے۔

حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی
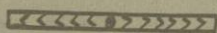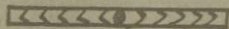
يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَ
بَنَاتِكَ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ
عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ۔ (پ ۲۲ ع ۵)

اے نبی!

اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی
عورتوں سے فرما دو۔ کہ اپنی چادروں کا ایک
حصہ اپنے مونھہ پہ ڈالے رہیں۔

==========
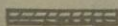
حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم

کی

چار صاحبزادیاں

حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ آجکل بعض شیعہ حضرات اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر شیعہ حضرات کی مُستند کتابیں بھی شاہد ہیں۔ سب سے پہلے قرآنِ پاک کو لیجیے۔ خدا فرماتا ہے۔

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَ بَنَاتِكَ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ۝ (پ ۲۲ ع ۵)

اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو۔ کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ مُنہ پہ ڈالے رہیں۔"

اِس آیتِ کریمہ میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مخاطب فرما

کہ پردہ کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور حضور سے فرمایا ہے کہ آپ اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں سے کہہ دیں۔ جس طرح ازواج جمع کا صیغہ ہے اور خدا نے فرمایا ہے قُلْ لِاَزْوَاجِكَ اپنی بیبیوں سے فرما دو۔ اسی طرح بَنَاتِكَ بھی جمع کا صیغہ ہے اور خدا نے فرمایا ہے۔ کہ وَ بَنَاتِكَ اور اپنی صاحبزادیوں سے فرما دو "معلوم ہوا کہ حضور کی اگر ایک صاحبزادی ہوتی تو خدا جمع کا صیغہ نہ فرماتا۔ بلکہ یوں فرماتا۔

قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَ بِنْتِكَ۔ اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادی سے فرما دو۔"

آیت شریفہ میں بَنَاتِكَ جمع کا صیغہ صاف بتا رہا ہے کہ حضور کی ایک سے زیادہ صاحبزادیاں تھیں اور ان کی تعداد چار تھی۔ چنانچہ اہلِ سنّت و جماعت کی تو کتابوں میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا ذکر ہے ہی شیعہ حضرات کی کتابوں میں بھی یہی مذکور ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی حقیقی صاحبزادیاں چار ہی تھیں۔ چنانچہ ان کی صحاح کی مستند کتاب اصول کافی میں ہے۔

وَتَزَوَّجَ خَدِيْجَةَ وَ هُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَ عِشْرِيْنَ سَنَةٍ فَوُلِدَ لَهٗ مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهٖ۔ اَلْقَاسِمُ وَ رُقَيَّةُ وَ زَيْنَبُ وَ اُمُّ كُلْثُوْمٍ۔ وَ وُلِدَ لَهٗ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَالْفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ۔ (اصول کافی ص ۲۷۸ ج ۱ سطر ۳)

یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا جبکہ حضور کی عمر بیس سال سے کچھ اوپر تھی۔ پس بعثت سے

پہلے حضرت خدیجہ کے بطن سے حضور کے لڑکے قاسم اور لڑکیاں رقیہ۔ زینب اور امِ کلثوم پیدا ہوئیں اور بعثت کے بعد طیب و طاہر لڑکے اور لڑکی فاطمہ پیدا ہوئی۔

اور دوسری ان کی مستند کتاب حیات القلوب میں ہے۔

بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسولِ خدا از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و امِ کلثوم و رقیہ و زینب۔

(حیات القلوب ص ۵۵۹ ج ۲)

یعنی معتبر سند سے حضرت صادق سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ سے جو اولاد ہوئی وہ یہ ہے۔ طاہر۔ قاسم اور فاطمہ۔ امِ کلثوم۔ رقیہ اور زینب

اس کے بعد اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ہے۔ کہ

فاطمہ را بحضرت امیرالمومنین تزویج نمود۔ و تزویج کرد با بوالعاص بن ربیعہ کہ از بنو امیہ بود زینب را۔ بعثمان بن عفان اُمِ کلثوم را۔ و پیش ازاں کہ بخانہ آں رود برحمت الٰہی واصل شد۔ و بعد از و حضرت رقیہ را باو تزویج نمود"

یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کا حضرت علی سے نکاح کر دیا۔ اور حضرت زینب کا ابوالعاص سے نکاح کر دیا اور امِ کلثوم کا حضرت عثمان سے نکاح کر دیا۔ لیکن حضرت اُمِ کلثوم کا انتقال ہو گیا تو حضور نے حضرت رقیہ کا ان سے نکاح کر دیا۔

شیعہ حضرات کی ان روایات سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو

رہا ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ایک حضرت علی کے نکاح میں۔ دوسری حضرت ابوالعاص کے نکاح میں رہی۔ اور صاحبزادیاں حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں۔ اس حقیقت کا انکار نہ صرف قرآن کی آیت کا انکار ہے بلکہ خود اپنی ہی مستند کتابوں کا بھی انکار ہے۔

ابوالنور محمد بشیر

حکایت ۴۷

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضرت زینب حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کی چاروں بیٹیوں میں۔ بڑی بیٹی ہیں۔ آپ کی والدہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں۔ آپ کی شادی قبل نبوّت آپ کے حقیقی خالہ زاد بھائی ابوالعاص کے ساتھ ہوئی۔ حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم جب منصب نبوّت پر فائز ہوئے تو حضرت زینب بھی اسلام لے آئیں۔ نبوّت کے تیرہویں سال جب حضور نے مکہ معظمہ میں ہجرت فرمائی۔ تو حضرت زینب اپنے سسرال میں تھیں اور ابوالعاص مشرکین مکّہ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی تو اسیرانِ جنگ میں ابوالعاص بھی تھے۔ اسیرانِ جنگ کی خبر مکہ پہنچی۔ تو اہلِ مکّہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ بھیجا۔ حضرت زینب نے بھی اپنے دیور کو وہ ہار (جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جہیز میں انکو

دیا تھا) دے کر روانہ کیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب وہ ہار پیش کیا گیا تو اسے دیکھ کر مغموم ہوئے اور ہار دیکھ کر حضرت خدیجہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ پھر آپ نے لوگوں کو مخاطب فرما کر فرمایا کہ اگر تم مناسب خیال کرو تو زینب کے شوہر کو آزاد کر دو اور اس کا ہار بھی واپس کر دو چونکہ سب قیدی فدیہ پر چھوڑے گئے تھے اور یہ شانِ نبوّت کے خلاف تھا کہ ابو العاص کو صرف حضور کا داماد ہونے کے باعث بغیر فدیہ کے رہا کر دیا جاتا۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ ہار واپس کر دو۔ اور ابو العاص کا یہ فدیہ قرار دیا کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب کو مدینہ منوّرہ بھیجدیں چنانچہ اس شرط پر ابو العاص کو رہا کر دیا گیا۔ (طبقات ص ۲۰۰)

سبق

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ایک مشرک سے ہونا قبل از نبوّت کی بات ہے۔ اس وقت حضور نے حضرت زینب کا یہ نکاح کیا جبکہ کافروں کو بیٹی کا رشتہ نہ دینے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا چونکہ نزول وحی کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے یہ نکاح ہوا اور حلال حرام کی تعیین نزولِ وحی کی وجہ سے ہوئی۔ اس لئے یہ نکاح کر دیا گیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد کو کوئی رعایت نہیں دی۔ اور اسے بھی فدیہ کی شرط پر رہا کیا اور بجائے حضرت زینب کے ہار کے خود حضرت زینب کو فدیہ میں طلب کیا۔ اس میں امت کو یہ درس دیا گیا ہے کہ صاحبِ اقتدار افراد اقربا پروری

اور عوام کا خیال نہ کرتے ہوئے خواص کو نوازنا شروع نہ کر دیں بلکہ جو قانون ہو وہ اپنوں بیگانوں اور عام و خاص سب کے لئے برابر ہو۔ ؎

جو بھی ہو قانون ایسا ہو وہ عام!
جس سے سب چھوٹے بڑے ہوں شاد کام

حکایت ۴۸

حضرت زینب مکّہ سے مدینہ کو

حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے ابوالعاص کو رہا کرنے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ سے مدینہ لانے کے لئے ابوالعاص کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ کو بھی روانہ کیا اور ہدایت کی کہ تم بطنؔ میں ٹھہر کر انتظار کرنا۔ جب حضرت زینب وہاں آجائیں تو ان کو ساتھ لے کر مدینہ منوّرہ آجانا۔ ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر حسبِ وعدہ حضرت زینب کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ منوّرہ جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت زینب اپنے دیور کے ساتھ جب مکّہ سے روانہ ہوئیں تو قریشِ مکّہ میں کھلبلی مچ گئی۔ چنانچہ کافروں کی ایک جماعت ان کے تعاقب میں نکلی اور مقامِ طوایٰ میں ان کو گھیر لیا۔ ایک کافر نے حضرت زینب پہ نیزہ سے حملہ کر دیا۔ وہ اُونٹ سے زمین پہ گر گئیں۔ آپ حاملہ تھیں۔ حمل ساقط ہو گیا۔ چوٹ بہت زیادہ

آئی۔ کنانہ نے ترکش سے تیر نکالا۔ اور کہا۔ اب جو کوئی میرے قریب آئے گا۔ وہ میرے تیروں کا نشانہ بنے گا۔ لوگ منتشر ہو گئے اور کنانہ حضرت زینب کو بطنِ یٰمک لا کر حضرت زید بن حارثہ کے سپرد کر کے واپس چلے آئے جو حضرت زینب کو لے کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ (زرقانی ص ۲۲۳ ج ۳)

سبق

ابوالعاص نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ اور حضرت زینب کو اپنے مقدس باپ کے پاس مدینہ منوّرہ بھیج دیا۔ اس کا صلہ خدا تعالیٰ نے ابوالعاص کو یہ دیا کہ آپ دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ جیسا کہ آگے بیان آتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار بڑے ہی ظالم اور سنگدِل ہوتے ہیں اور عورتوں پہ بھی ہاتھ اٹھانے سے نہیں چوکتے۔ مسلمان کا کردار بلند ہے۔ وہ کبھی کسی کمزور پہ ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ ؎

مُسلمان کِسی کو ستاتے نہیں!
وہ کمزور پہ ہاتھ اٹھاتے نہیں

حکایت ۴۹

ابُوالعاص کا اِسلام لانا

ابُوالعاص کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی اور

ان دونوں کے آپس میں بڑے خوشگوار دن گذر رہے تھے۔ اس لئے حضرت زینب کے مدینہ چلے جانے کے بعد ابوالعاص مغموم رہنے لگے۔ ابوالعاص تجارت اور امانت داری کے معاملہ میں بہت امین مشہور تھے۔ اہلِ قریش اپنا تجارتی مال ان کے ساتھ فروخت کرنے کے لئے بھیج دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو خبر پہنچی۔ حضور نے زید بن حارثہ کو معہ ایک سو ستّر سوار کے تعاقب کیلئے بھیجا۔ چنانچہ مقام حیص میں دونوں قافلے ایک دوسرے سے دُو بدُو ہوئے۔ سوارانِ اسلام نے مشرکین کو گرفتار کر لیا۔ اور جو کچھ مال اُن کے پاس تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ابوالعاص نے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ ابوالعاص قافلے کا یہ حشر دیکھ کر مدینہ منوّرہ پہنچے اور حضرت زینب نے انہیں پناہ دے دی۔ حضرت زینب نے حضور سے سفارش کی کہ اس قافلہ کا سارا مال قافلہ والوں کو واپس کر دیا جائے۔ حضور نے مجاہدین کے پاس کہلا بھیجا۔ تو سب نے اِسے بخوشی قبول کر لیا۔ اس کے بعد ابوالعاص اپنا مال اسباب لے کر مکّہ معظمہ پہنچے۔ اور جس کا جو کچھ لینا دینا تھا دے کے حساب صاف کیا اور ایک روز قریش کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ اے اہلِ قریش میرے ذمّہ کسی کا مطالبہ تو باقی نہیں؟ اہلِ قریش نے کہا: نہیں۔ ابوالعاص بولے۔ تو لو اب سُن لو۔ میں اب مسلمان ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ پڑھا اور فرمایا۔ خدا کی قسم مجھے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد اسلام لانے سے صرف یہ امر مانع تھا۔ کہ تم لوگ یہ خیال نہ کرو کہ میں تمہارے مال کو ضبط کر چکا ہوں۔ اس لئے مسلمان

ہو گیا ہوں۔ اب جبکہ میں تم سب کا مال تم کو دے چکا ہوں۔ تو اب کوئی وجہ نہیں۔ کہ میں بے باق ہو کر اور بے باک ہو کر اسلام قبول نہ کروں۔ (طبقات ص ۲۲)

سبق

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ، بڑے خوش نصیب ثابت ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی کے ساتھ شرفِ نکاح سے مشرف ہوئے اور پھر اُن کی بدولت نعمتِ اسلام سے بھی بہرہ ور ہو گئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی صاحبزادی کا ایک مشرک سے نکاح کر دینا ایک تو اس وجہ سے تھا کہ یہ نکاح قبل از اظہارِ نبوّت ہوا تھا۔ اور کافروں کو بیٹی نہ دینے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ حضور کو علم ماکان و مایکون حاصل تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو علم تھا کہ ابو العاص آخر کار حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اسلام لانے والوں پر اوّل ہی سے کافروں نے بڑے بڑے ظلم و ستم توڑے ہیں حتیٰ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی بڑی صاحبزادی کو نیزہ مار کر اونٹ سے زمین پر گرا دیا جس سے آپ کو بے حد تکلیف پہنچی بلکہ اسی تکلیف سے بیمار پڑ گئیں۔ اور حضرت ابو العاص کے اسلام لانے کے بعد تقریباً سوا سال تک زندہ رہ کر اسی بیماری سے وصال فرما گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ؎

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

حکایت نمبر ۵۰

حضرت رقیّہ رضی اللہ عنہا

حضرت رقیّہ رضی اللہ عنہا حضور صلّے اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے چھوٹی اور اُمِ کلثوم و فاطمہ رضی اللہ عنہما سے بڑی۔ قبل از اظہارِ نبوّت اور نزولِ وحی سے پہلے حضور صلّے اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح ابُولہب کے بیٹے عتبہ سے کر دیا تھا۔ نبوّت کے بعد جب سورۃ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ نازل ہوئی تو ابُولہب اور اس کی بیوی نے کبیدہ خاطر ہو کر اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر تم نے اپنی بیوی رقیّہ بنتِ محمّد کو طلاق نہ دی تو ہماری زندگی اور تمہارے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہمارا حرام ہے۔ عتبہ نے بہ تعمیلِ حکم والدین حضرت رقیّہ کو طلاق دے دی۔ (مواہب لدنیہ ص ۱۹۷ ج ۱)

سبق

خدا تعالےٰ کی ہر بات میں حکمت ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اس کے محبوب کی بیٹی ایک کافر کے نکاح میں رہے۔ اس لئے کافر کے والدین سے ہی کہلوا کر حضور کی صاحبزادی کو اس نکاح سے آزاد فرما دیا۔ اور یہ بات یاد رکھنی بھی ضروری ہے۔ کہ عتبہ سے حضرت رقیّہ کا صِرف عقد ہی ہوُا تھا ابھی رُخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ طلاق ہو گئی۔ (کتاب مذکور) اس کے بعد حضرت رقیّہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ سے کر دیا۔ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ کے مطابق حضرت رقیّہ رضی اللہ

عنہا کی شان کے مطابق انہیں شوہر مل گیا۔ ؎

حضرت عثمان کی کیا شان ہے
خسر اُن کا شاہِ اِنس و جان ہے

حکایت ۵۱

حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی ہیں۔ نزولِ وحی سے قبل ان کا نکاح بھی حضور نے ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے کر دیا تھا اور ان سے بھی یہی واقعہ پیش آیا جو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے آیا تھا یعنی سورۃ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ نازل ہوئی۔ تو ابولہب اور اس کی بیوی نے اپنے دونوں بیٹوں سے یہی کہا کہ بنتِ محمدؐ کو طلاق دے دو۔ ورنہ ہمارے ساتھ تمہارا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے چنانچہ عتیبہ نے بھی ماں باپ کے حکم کے مطابق اُمِّ کلثوم کو طلاق دے دی اور ان کا بھی صرف عقد ہی ہوا تھا رخصتی سے پہلے ہی طلاق مل گئی (مواہب لدنیہ ص ۱۹۷ ج ۱)

سبق

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو کافر سے طلاق ملی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا

حضرت رقیہؓ کا جب انتقال ہوگیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت مغموم رہنے لگے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے پوچھا۔ عثمان پریشان کیوں رہتے ہو۔ عرض کیا۔ حضور! مجھ پہ بہت بڑی مصیبت پڑی ہے حضور کی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا ہے۔ ان کی وفات سے میری تو کمر ٹوٹ گئی ہے۔ حضور سے جو رشتہ قرابت وابستہ تھا۔ منقطع ہو گیا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ عِنْدِيْ مِائَةَ بِنْتٍ يَمُتْنَ وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ زَوَّجْتُكَ اُخْرٰى بَعْدَ اُخْرٰى هٰذَا جِبْرِيْلُ اَخْبَرَنِيْ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُنِيْ اَنْ اُزَوِّجَكَهَا۔ (مواہب لدنیہ ص ۱۹۷ ج ۱)

مجھے قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے مرنے کے بعد دوسری سے تمہارا نکاح کرتا جاتا۔ یہ جبریل کھڑے ہیں۔ انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ کا مجھے حکم ہے کہ امّ کلثوم کا نکاح میں تمہارے ساتھ کر دوں۔

چنانچہ حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد حضرت اُمّ کلثوم کا بھی نکاح حضرت عثمان سے ہو گیا اور وہ رشتہ قرابت جو حضرت عثمان کو حضور سے حاصل تھا۔ حضور نے منقطع نہیں ہونے دیا۔ بلکہ اپنی دوسری بیٹی دے کہ اسے برقرار رکھا اور قسم فرما کہ فرمایا۔ کہ اگر میری سو بیٹیاں بھی ہوں تو میں ایک کے مرنے کے بعد دوسری تمہیں دیتا ہی چلا جاؤں۔ سُبحان اللہ! کیا شانِ عثمان ہے ہر مسلمان اس شان پہ قربان ہے۔ حضرت عثمان کے گھر حضور کی دو صاحبزادیاں رہیں۔ اسی واسطے آپ کا لقب ذوالنّورین مشہور ہے۔ یعنی دو نوروں والا

اسی لئے اعلیحضرت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ہے کہ ؎

نور کی سرکار سے پایا دو شالا نور کا
ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا

حکایت ۵۲

خاتونِ جنّت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی تھی جسے حضرت علی نے آزاد کر دیا تھا۔ اس نے ایک روز حضرت علی سے کہا کہ کیا حضرت فاطمہ کا کسی نے پیام بھیجا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا مجھے معلوم نہیں لونڈی نے کہا۔ آپ کو کونسا امر مانع ہے۔ آپ اپنا پیام دیجئے۔ حضرت علی بولے۔ مَیں کس بنار پر یہ جرأت کروں۔ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پہ عقد کروں۔ لونڈی نے مکرر پھر کہا۔ کہ نہیں۔ آپ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں چنانچہ حضرت علی اس کے اصرار پہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن حضور کی ہیبت، جلالت کا ان پہ اس قدر اثر ہوا کہ انہیں کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور خاموش بیٹھے رہے۔ گفتگو کرنے کی ان میں طاقت ہی نہ رہی لیکن حضور نے خود ہی حضرت علی کی طرف توجہ فرما کر فرمایا۔ کیا فاطمہ کے پیغام کے لئے آئے ہو؟ حضرت علی نے عرض کیا۔ ہاں حضور! حضور نے فرمایا۔ تمہارے پاس کیا مہر ادا کرنے

کی کوئی چیز ہے؟ حضرت علی نے عرض کیا نہیں۔ حضور نے فرمایا۔ وہ حطمی زرہ کہاں ہے، جو میں نے تم کو دی تھی۔ وہی مہر میں دے دو۔ اس زرہ کی قیمت چار سو درہم تھی۔ چنانچہ اسی زرہ کے مہر پہ حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے ہو گیا۔

(اسد الغابہ ص ۵۲۰)

سبق

ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم دِلوں کی باتیں بھی جان لیتے ہیں حضرت علی جس ارادہ سے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ وہ بات خود تو بیان نہ کر سکے اور حضور نے خود ہی بتا دیا کہ علی تم فاطمہ کے پیام کے لئے آئے ہو۔ معلوم ہؤا کہ یہ رشتہ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو مرغوب و محبوب تھا اور آپ نے حضرت فاطمہ کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کا رشتہ پسند فرمایا۔ اور خاتونِ جنّت کا نکاح حضرت علی سے کر دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتونِ جنّت ہیں اور حضرت علی خاتونِ جنّت کے شوہر ہیں۔ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی بلند و بالا شان کا پتہ چلتا ہے۔ اہلِ سنّت کے دِلوں میں جس طرح حضرت صدّیق اکبر۔ فاروقِ اعظم اور عثمان ذوالنورین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت ہے۔ اِسی طرح حضرت مولا علی رضی اللہ عنہٗ کی بھی محبّت ہے۔ اور ان چار یارانِ نبی کے وہ دِل سے فدائی و شیدائی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ یہ چار یارانِ نبی شمعِ رسالت کے پروانے اور قمرِ نبوّت کے ستارے ہیں۔ ؎

محمدؐ ماہ و گردش چار اختر
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر
رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

صحابیات
و
ولیّات

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔ (پ ۲۲ ع ۱)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمانبردار اور فرمانبرداریں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور۔ عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور۔ خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگہ رکھنے والے اور نگہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ (پ ۲۲ ع ۱)

حکایت ۵۳۷

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا

حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہُوا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلّم ان کی قبر پہ کھڑے ہوکے اور فرمانے لگے۔ قُوْلِیْ نَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ اِبْنُ اَخِیْ۔ یعنی اے پھوپھی! کہہ دیجئے۔ کہ میرا نبی محمدؐ میرا بھتیجا ہے۔" لوگوں نے کہا۔ یارسول اللہ یہ کیا بات ہے؟ فرمایا۔ اس وقت منکیر نکیر صفیہ سے سوال کر رہے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ اور وہ بالکل حیران و پریشان ہے۔ میں نے ان سے کہدیا ہے کہ آپ ان سے جواب میں یہ کہدیں۔ کہ نَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ اِبْنُ اَخِیْ۔ میرا نبی محمدؐ میرا بھتیجا ہے۔ حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ! اپنی پھُوپھی کو تو آپ نے تلقین کر دی۔ ہمیں کون تلقین کرے گا؟ اس پہ خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ۔

امام رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ قول ثابت سے مراد بندہ کا یہ کہنا ہے کہ خدا میرا رب ہے۔ محمدؐ میرا نبی۔ اور دین میرا اسلام ہے۔" کیونکہ یہ آیت منکر نکیر کے سوال کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔" (نزہۃ المجالس ص ۵۴ ج ۱)

سبق

قبر میں ہر میّت کے پاس منکر نکیر آتے ہیں اور پہلا

سوال یہ کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ دوسرا یہ کہ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیسرا حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے متعلق کہ ان کے حق میں تو کیا کہتا ہے؟ پہلے دو سوالوں کا صحیح جواب دینے کے باوجود نجات کا انحصار تیرے سوال کے صحیح جواب دینے پر ہے۔ اسی لئے حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم نے اپنی پھوپھی کو جامع جواب دینے کی تلقین فرمائی۔ کہ یوں کہدیجئے میرا نبی محمدؐ میرا بھتیجا ہے۔" گویا حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو جس نے اپنا نبی مان لیا۔ اس نے اللہ کو اپنا رب بھی مان لیا اور اسلام کو اپنا دین بھی مان لیا۔ اور جس نے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم ہی کو نبی نہ مانا۔ وہ لاکھ اللہ کو رب ماننے اور اسلام کو اپنا دین دین کہتا پھرے۔ وہ ناجی ہرگز نہیں بلکہ پاجی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم نے پھوپھی کو جو یہ تلقین فرمائی کہ وہ جواب میں مجھے اپنا بھتیجا بتائے۔ تو گویا حضور نے اِس نسبی تعلق کو بھی موجبِ نجات قرار دیا۔ پھر جس مقدّس ماں کا یہ نبی محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بیٹا ہو۔ اس کی نجات میں کون شک کر سکتا ہے؟ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کی نظر میں نہ صرف یہ عالم ہی ہے بلکہ عالمِ برزخ بھی ہے۔ جبھی تو آپ نے فرمایا۔ کہ قبر میں میری پھُوپھی ہے۔ دین کے متعلق سوال ہو رہا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ کہ مُردے سُنتے بھی ہیں ورنہ حضور کا اپنی پھوپھی سے یہ خطاب فرمانا بیکار تھا۔ (معاذ اللہ) کیونکہ نہ پھُوپھی سُنتی اور نہ حضور کا تلقین فرمودہ جواب دیتی اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ ہم گنہ گاروں کو بھی

"قولِ ثابت" پر ثابت قدم رکھ کر منکر نکیر کے سوالات کے جوابات ہم پہ آسان فرما دے گا۔ مَیں نے اپنی ایک نعت میں لکھا ہے۔ ؎

قبر میں سرکار آئیں تو مَیں قدموں پہ گروں
اور فرشتے گر اٹھائیں تو مَیں ان سے یوں کہوں
کہ مَیں پائے ناز سے اب اے فرشتو کیوں اٹھوں
مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلرُبا کے واسطے

حکایت ۵۴

ایک کافرہ عورت کا ایمان لانا

حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم نے جب مکہ فتح کیا۔ تو ایک روز۔ ایک کافرہ عورت کی دیوار سے اپنی پیٹھ مُبارک لگا کر کھڑے ہو گئے اور اپنے اصحاب سے باتیں فرمانے لگے۔ مَیں نے اس واقعہ کو منظوم کیا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہُوا شعروں میں سُنیئے۔

لگایا تکیہ جب سرکار نے واں
تو عورت ہو گئی بے حد پریشاں
محمّد کی اگر آواز سُن لی
تو فوراً دین سے اپنے پھروں گی
لگی عورت ندائے حق سے ڈرنے
اُٹھی دروازہ گھر کا بند کرنے

بھی صورت جو اس عورت کو بھائی
تو ہاتف سے اُسے آوازہ آئی!
یہ گھر تیرا محمدؐ ہے ہمارا
چُکاتے یُوں ہیں ہم بدلہ تمہارا
کریں گے ہم نہیں ناشاد تجھ کو
جہنم سے کیا آزاد تجھ کو!!!!!
لگے پشتِ محمدؐ تیرے گھر سے
تو پھر تو کیوں جلے نارِ سقر سے
جو کی اللہ نے یوں اس کی یاری
تو آنسو ہو گئے آنکھوں سے جاری
نکل آئی وہ فوراً اپنے گھر سے!
لگی کہنے وہ پھر خیرُالبشر سے!
کہ تالے دِل کے بھی اب کھول ڈالے
مرے دِل میں تو آجا کملی والے

یہ کہہ کر فوراً کلمہ پڑھ کر ایمان لے آئی۔

(نزہتہ المجالس باب مناقب سید الاولین والآخرین ص ۱۸ ج ۲)

سبق

یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پشت مُبارک کی برکت ہے کہ ایک کافرہ عورت کے مکان کی دیوار کو لگ گئی تو مکان والی پہ دوزخ کی آگ حرام ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گئی۔ پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عظمتِ شان اور ان کے ایمان کا کون بیان کر سکتا ہے جو ہر وقت حضور کے ساتھ رہتے۔ صدیقِ اکبر

رضی اللہ عنہ، نے شبِ ہجرت حضور کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا اور حضور کا جسم انور صدیقِ اکبر کے جسم سے لگا۔ دِن رات حضور اپنے صحابہ سے مصافحہ فرمانے اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھوں سے مِلاتے ایک صحابی زاہر کسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ مدینہ منورہ میں سبزی بیچنے کے لئے لایا کرتے تھے۔ ایک روز بازار میں وہ سبزی بیچ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے۔ تو آپ نے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ ان کی آنکھوں پر رکھ دیئے۔ حضرت زاہر کو عِلم نہ ہُوا کہ یہ کون ہیں ؟ اور کہنے لگے کون ہے ؟ ہٹاؤ اپنے ہاتھ میری آنکھوں سے۔ پھر جو پیچھے مُڑ کر دیکھا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نظر آئے۔ اب تو حضرت زاہر اپنی پیٹھ حضور کے سینے مُبارک سے لگا لگا کر مِلنے لگے اور خوش ہو کر کہنے لگے۔ حضور کے سینہ سے اپنی پیٹھ لگا کر برکت حاصل کرنے کا خوب موقعہ مِل گیا ہے۔ حضرت زاہر بظاہر خوب صورت نہ تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مزاحًا فرمایا۔ مَنْ يَّشْتَرِيْ عَبْدًا کون ہے اس غلام کا خریدار ؟ حضرت زاہر نے عرض کی۔ حضور ! مجھے کون خریدے گا مَیں تو ایک ناکارہ شخص ہوں۔ حضور نے فرمایا اللہ کے نزدیک تم ہرگز ناکارہ نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۹)۔ اِسی طرح دیگر صحابہ کرام بھی حضور کی صحبت و مصافحہ اور قربت سے مشرف ہوتے رہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو تو حضور سے انتہائی قربت حاصل تھی۔ پھر ان نفوسِ قدسیہ کے ایمان میں وہی شک کر سکتا ہے جو خود ایمان سے محروم رہے۔

یہ بھی معلوم ہُوا کہ جس کافر عورت کے مکان کی دیوار سے لمحہ بھر کے لئے حضور کی پیٹھ لگ گئی۔ وہ نجات پا گئی اور جنّت کی

مالک بن گئی تو جس خوش نصیب ماں کے شکم انور میں حضور نو ماہ تشریف فرما رہے ہوں۔ وہ کیوں نہ جنت کی مالکہ اور دوزخ کی آگ سے "آمنہ" ہو گی؟ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کافر عورت کے مکان کی دیوار میں حضور کی پیٹھ کی برکت پیدا ہو سکتی ہے تو زمین کے جس حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم انور موجود ہے یعنی قبرِ انور۔ اس زمین کی چار دیواری میں حضور کی برکت کیوں پیدا نہ ہو گی؟ اور روضۂ منورہ کی مبارک جالیوں سے مس کرنے والے مُنہ اور ہاتھ کیوں نہ جہنم کی آگ سے آزاد ہوں گے؟

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس مومنہ عورت نے تو دل کے تارے کھول کر حضور سے عرض کیا تھا۔ ع

مرے دل میں تو آجا کملی والے

لیکن آجکل کی ماڈرن عورت مُونہہ سے حجاب کھول کر کسی سے کہتی ہے۔ ع

آجا مورے بالما

حکایت ۵۵

باحیا عورت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جاہل عورت بڑی بد زبان تھی۔ مردوں سے لڑتی جھگڑتی رہتی اور بہت بیحیائی کی باتیں کیا کرتی تھی۔ ایک روز وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذری جبکہ حضور کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اس نے

عرض کی یا رسول اللہ ! مجھے بھی اپنے کھانے سے کچھ عطا فرمائیے تاکہ مَیں آپ کا تبرّک کھاؤں۔ لیکن یا رسول اللہ آپ کے کھانے کا جو لقمہ آپ کے منہ میں ہو۔ وہ مجھے دیجئے۔ چنانچہ حضور نے اپنے منہ سے لقمہ نکال کر اُسے دیا جسے وہ کھا گئی۔ جس کا اثر یہ ہوُا کہ اس عورت میں اتنی شرم و حیا پیدا ہو گئی کہ مرتے دم تک پھر اسے کسی سے لڑتے جھگڑتے یا بد زبانی کرتے نہیں دیکھا گیا۔ (حجۃ اللہ علے العالمین ص ۴۳۶)

سبق

یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے لعابِ دہن شریف کی برکت ہے کہ آپ کے لعاب آمیز لقمہ کھانے سے بے حیا عورت با حیا عورت بن گئی۔ اور اس کی ساری جہالت و بد زبانی دُور ہو گئی۔ ایک آج کل کے بعض منحوس لوگ ایسے بھی ہیں کہ نومولود بچّے کو صرف اپنی انگلی سے شہد کی گھٹی بھی دیں تو وہ بچّہ بڑا ہو کر بد زبان اور بے حیا بن جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سراپا نفاست و طہارت تھے۔ حضور کے خدام آپ کے مُونہہ مبارک کی چیز کو انتہائی شوق سے کھا لیتے تھے۔ آجکل کا کوئی بڑے سے بڑا صاف ستھرا شخص بھی کیوں نہ ہو۔ اس کے مُونہہ کی چیز کھانے سے گِھن آتی ہے۔

ے جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جاں بنیں
اس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

حکایت ۵۶

ماں

ایک شخص کی جان کنی کے وقت کلمہ شہادت پڑھنے سے
زبان بند ہو گئی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف
لے گئے اور لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا یہ شخص نماز پڑھتا
تھا؟ روزے رکھتا تھا؟ کہا گیا ہاں اے رسولِ خدا صلّی اللہ
علیہ وسلّم یہ نماز بھی پڑھتا تھا۔ روزے بھی رکھتا تھا۔ فرمایا کیا
اس نے اپنی ماں کی نافرمانی بھی کی تھی؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ
واقعی یہ ایک دفعہ ماں کی نافرمانی کا مرتکب ہوا تھا۔ آپ نے اسکی
ماں کو بلا کر فرمایا۔ تو اپنے بچّے کی خطا معاف کر دے۔ آخر ہے
تو تمہارا ہی لختِ جگر۔ ماں نے انکار کر دیا۔ کیوں کہ اس نے ایک
موقعہ پہ ماں کی آنکھ پھوڑ دی تھی اور سخت دل دکھایا تھا
آپ نے فرمایا۔ اچھا جب یہ معاف نہیں تو ماں کے گستاخ کا حشر
دیکھو۔ بہت سی لکڑیاں جمع کرو۔ اور انہیں آگ لگا دو۔ اور اسے
دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ ماں نے جب یہ بات سُنی تو بیتابانہ
لہجہ میں کہا۔ یا رسول اللہ! یہ میرے پیٹ میں نو مہینے رہا ہے
دو سال اس نے میرا دودھ پیا ہے۔ اسے میں آگ میں جلتے
کیسے دیکھ سکوں گی؟ لیجئے میں نے اس کی خطا معاف کی۔ ادھر
ماں نے معاف کیا۔ اُدھر اس کے بچّے کی زبان سے نکلا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ
وَرَسُوْلُہٗ۔

(نزہتہ المجالس کتاب الذکر ص ۵۲ ج ۱)

سبق

معلوم ہوا کہ ماں کا بہت بڑا درجہ ہے۔ ماں کے بے ادب و گستاخ کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ ہاں اگر ماں معاف کردے تو اس کی نجات ممکن ہے اور آجکل کی تہذیب کا تو یہ عالم ہے۔ کہ ؎

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

اس تہذیب میں تو ماں باپ کا ادب ہے ہی نہیں۔ یہ اسلامی تہذیب ہے جو ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور مغربی تہذیب تو بیوی کے قدموں میں گراتی اور ماں سے دور ہٹاتی ہے۔ کہتے ہیں ایک مسٹر کی وائف مسٹر سے لڑ جھگڑ رہی تھی اور وہ بیچارا سر جھکائے خاموش سُن رہا تھا۔ وائف نے جو اور جلی کٹی سُنائیں تو مسٹر بولا۔

"کیا کروں رشتہ ہی بڑا نازک ہے۔ تمہاری جگہ میری ماں ہوتی تو ہڈی پسلی ایک کر دیتا۔"

یہ ہے مغربی تہذیب کا فرزند۔ بیوی کا نوکر اور ماں کا افسر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرما دیا ہے کہ۔

اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّھَا۔ (مشکوٰۃ)

قیامت کے قریب ماں اپنا بیٹا نہیں افسر جنے گی۔"

اور ایسی ماؤں کا جو اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم نہیں دیتیں اور ابتدا ہی میں انگریزی سکولوں میں داخل کرا دیتی ہیں۔ اپنا قصور بھی ہے جو یہ چاہتی ہیں کہ ہمارا بیٹا ماڈرن ہو۔ جنٹلمین ہو۔ انگریز نظر آئے۔ پھر ایسا بیٹا جب صاحب بہادر بنے گا۔ تو وہ اپنی میم

کے لئے تو صاحب ہوگا اور ماں کے لئے بہادر۔ اس لئے ماؤں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو پہلے دینی تعلیم دیں۔ پھر کچھ اور پڑھائیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی نماز روزے کا پابند ہو جانے کے باوجود ماں کی بے ادبی کرنے سے ۔بھی جلا دینے کے قابل ہو جاتا ہے۔ تو جو شخص قرآن کا درس بھی دے۔ نماز بھی پڑھے۔ روزہ بھی رکھے۔ داڑھی بھی رکھے۔ تبلیغ بھی کرے لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کا بے ادب ہو وہ کیوں نہ جہنّم کی آگ میں جلنے کے قابل ہو گا۔

نماز روزہ حقوق اللہ ہیں اور ماں کا ادب حقوق العباد میں سے ہے۔ وہ شخص حقوق اللہ تو پورے کرتا رہا۔ مگر مرتے وقت اس کا انجام خطرے میں اس لئے پڑ گیا۔ کیونکہ اس نے ماں کا حق ادا نہیں کیا تھا۔ ماں اگر معاف نہ کرتی۔ یعنی نہ چھڑاتی۔ تو وہ آگ سے کبھی نہ بچتا۔ اسی طرح نماز و روزہ حج و زکوٰۃ حقوق اللہ پورے ادا کرنے والا جو شخص حضور کا گستاخ ہوگا۔ قیامت کے روز اس کا انجام خطرے میں پڑ جائے گا کیونکہ اس نے اپنے رسول کا حق ادا نہیں کیا تھا۔ جب تک حضور اسے خود معاف نہ فرمائینگے خدا اسے ہرگز نہ چھوڑیگا۔ یہی معنی ہے اس شعر کا کہ ؎

خدا جے پکڑ لے چھڑا لے محمّد

محمّد جے پھڑ لے چھڑا کوئی نہیں سکدا

یعنی حقوق اللہ ادا نہ کرنے پہ خدا جسے پکڑے گا۔ حضور اپنی شفاعت سے اسے چھڑالیں گے اور جس نے حضور کی حق تلفی یعنی بے ادبی کی ہو گی۔ اسے اگر حضور نے پکڑ لیا۔ تو اُسے خدا بھی نہیں

چھوڑے گا۔

حکایت ۵۷

نمرود کی لڑکی

نمرود کی ایک کم سن لڑکی نے اپنے باپ سے کہا۔ ابا جان! مجھے اجازت دیں کہ مَیں ابراہیم کو آگ میں جلتا ہوا دیکھوں۔ نمرود نے اجازت دے دی اور اس نے آگ کے قریب پہنچ کر ابراہیم علیہ السّلام کو دیکھا کہ آپ کے اِرد گِرد آگ بھڑک رہی ہے۔ اس نے کسی اونچی جگہ پہ چڑھ کر دیکھا تو آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے مگر حضرت ابراہیم علیہ السّلام بالکل صحیح سالم تشریف فرما رہے تھے حیرت میں آکر پوچھنے لگی۔ ابراہیم! اتنی بڑی آگ تمہیں جلاتی کیوں نہیں فرمایا۔ جس کی زبان پر بسم اللہ الرّحمن الرّحیم جاری ہو اور دِل میں خدا کی معرفت کا نور ہو۔ اس پہ آگ کا اثر نہیں ہوتا۔ لڑکی بولی۔ ابراہیم! مَیں بھی تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔ مگر چاروں طرف تو آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ آؤں کیسے۔ فرمایا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ کہہ کر بے خوف چلی آؤ۔ لڑکی نے اس پاک کلمے کو پڑھا۔ اور فوراً آگ میں کود پڑی۔ خدا کی قدرت آگ اس پہ سرد ہو گئی۔ اور وہ اس میں صحیح سالم زندہ رہی۔ جب ابراہیم کے پاس سے اپنے گھر واپس آئی اور باپ کو ساری سرگذشت سنائی تو نمرود نے کہا دیکھ مَیں تیرے بھلے کی کہتا ہوں۔ دینِ ابراہیمی سے باز آ۔ اور بتوں کی پُوجا سے منہ نہ پھیر ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ نمرود نے اگرچہ لڑکی کو بہت ڈرایا دھمکایا مگر اس نے ایک نہ مانی۔ آخر ملعون نمرود

نے اس خدا کی پیاری پر بڑی سختیاں کیں۔ جب اس کی سختیاں حد سے بڑھ گئیں تو خدا کے حکم سے جبریل آئے اور اس خدا کی پیاری کو وہاں سے اٹھا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے اپنے لڑکے کے نکاح میں دے دیا۔ جس سے اوالعزم پیغمبر پیدا ہوئے۔

(نزہتہ المجالس کتاب الذکر ص ۸۵ ج ۱)

سبق

خدا کی ایک شان یہ بھی ہے۔ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ مردے سے زندہ کو پیدا کر دیتا ہے۔ نمرود جیسے کافر سے اللہ نے ایسی مومنہ لڑکی پیدا کی جو پیغمبروں کی ماں بنی۔ معلوم ہوا کہ جس کی زبان پر کلمہ توحید جاری اور دل میں عرفان باری ہو وہ آگ سے بری ہے۔ دین سے پیار کی بدولت نمرود کی بیٹی پر بھی آگ گلزار ہو گئی۔ باپ کو چھوڑا مگر دین سے منہ نہ موڑا۔ یہ ہے پاکباز مومنہ عورت کا کردار۔ اور آجکل کی ماڈرن عورتوں کا کردار یہ ہے کہ یورپ نے جو دینِ حق کے جلانے کو آتشکدۂ فیشن تیار کر رکھا ہے۔ یہ ماڈرن عورتیں بڑے شوق سے اس میں کود رہی ہیں۔ دہکتی آگ میں کوئلہ ڈالتے تو وہ بھی کالا نہیں رہتا سُرخ ہو جاتا ہے۔ ایسی ماڈرن عورتیں کالی رنگت کے ساتھ آتشکدۂ فیشن میں کُود کر سُرخی پوڈر کی بدولت کالی سے سرخ ہو کر نکلتی ہیں۔ حالانکہ کوئلہ تھوڑی مدت کے بعد ٹھنڈا ہو جانے پر پھر وہی کالے کا کالا نظر آنے لگتا ہے اسی طرح ایسی عورتیں بھی تھوڑی دیر کے لئے سُرخرو نظر آئیں گی۔ میک اپ اُڑ جانے پر پھر وُہی

کالی کی کالی۔ میں نے لکھا ہے۔ ؎

لاکھ پوڈر اپنے چہرے پہ ملیں
پھر وہی کالے کا کالا رنگ ہے

ایک دوسری نظم میں لکھا ہے۔ ؎

کالی چمنی پہ یہ پوڈر کی سفیدی مل کر
بتِ عیار تو دھوکہ نہ دے پروانے کو

نمرود کی لڑکی کی خوش قسمتی دیکھئے کہ کافر کی بیٹی ہو کر پیغمبروں کی ماں بن گئی اور آج مسلمانوں کی لڑکیوں کی بدقسمتی دیکھئے۔ کہ مسلمانوں کی بیٹیاں ہو کر ہپیوں اور ٹیڈیوں کی مائیں بن گئیں۔ اے میری ماں بہنو! نمرود کی بیٹی کی طرح زبانوں پہ کلمہ جاری رکھو اور دِل میں عرفانِ باری پیدا کرو۔ مسلمان زادیاں بنو اور مجاہد و غازی جنو ؎

کرو پیدا مسلماں اور نمازی۔!
دھنی تلوار کے میداں کے غازی

حکایت ۵۸

فِرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنیوالی

فِرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے والی حضرت موسیٰ علیہ السّلام پہ ایمان لا چکی تھی۔ ایک دِن وہ کنگھی کر رہی تھی کہ کنگھی ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔ اس کے منہ سے بے ساختہ نِکلا۔ خدا کے کافر کا بُرا ہو۔" فِرعون کی بیٹی نے پوچھا۔ کون سے خدا کا تم نے ذِکر کیا ہے۔ بولی۔ جِس خدا کا پتہ موسیٰ علیہ السّلام نے دیا ہے۔ فرعون کی بیٹی طیش میں آکر بولی۔ کیا تم بھی موسیٰ علیہ السّلام کو مانتی ہو اور میرے ابا کے

خدا ہونے کا انکار کرتی ہو؟ بولی بیشک تمہارا باپ جھوٹا ہے خدا وہی ایک خدا ہے۔ جس نے مجھے تجھے اور تمہارے باپ کو بھی پیدا کیا اور موسیٰ علیہ السّلام کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ فرعون کی بیٹی غصہ میں آ کر اپنے باپ کے پاس پہنچی اور سارا قصہ اسے سُنا دیا۔ فرعون نے اس مومنہ لڑکی کو بُلا کر پوچھا کہ کیا یہ بات سچی ہے جو مَیں نے اپنی بیٹی سے سُنی ہے۔ بولی بالکل صحیح ہے۔ مَیں تجھے خدا ہرگز نہیں مانتی۔ اور موسیٰ علیہ السّلام کا کلمہ پڑھتی ہوں۔ فرعون نے جلّاد کو بلا کر اسے لٹا کر اس کے ہاتھ اور پیروں میں میخیں ٹھکوا کر اسے سخت ایذا دی۔ پھر اس کی ایک دُودھ پیتی بچّی کو منگوا کر اس کے سامنے لٹا کر حکم دیا کہ ماں کے سامنے اس بچّی کو ذبح کر دو۔ یہ منظر دیکھ کر مومنہ بے اختیار چیخ اٹھی۔ اسی وقت اس دودھ پیتی بچّی کو خدا نے زبان عطا فرمائی۔ اور کہنے لگی اے ماں ؎

مت پریشان ہو تو صبر و شکر کر
میں نے دیکھا ہے ترا جنّت میں گھر

اے ماں! خبردار اپنا ایمان نہ چھوڑنا۔ صبر و شکر سے میری اور اپنی تکلیف برداشت کر۔ خدا نے تمہارے لئے جنّت میں گھر بنا رکھا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں وہاں پہنچ کر ابدی راحت پا لیں گی۔ چنانچہ ظالم نے دونوں کو شہید کر دیا۔

(نزہتہ المجالس ص ۱۶۲ ج ۱ باب الجہاد)

سبق

سب سے بڑی اللہ کی ایک نعمتِ استقامت بھی ہے سینکڑوں جور و ظلم ہونے کے باوجود اپنے مسلکِ حق پہ ڈٹے رہنا بہت

بڑا جہاد ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ (پ ۲۴ ع ۱۸)

وہ جنہوں نے کہا۔ رب ہمارا اللہ ہے۔ پھر اس پہ قائم رہے ان پہ فرشتے اترتے ہیں۔ کہ نہ ڈرو۔ اور نہ غم کرو۔ اور خوش ہو۔ اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔"

حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ اور صحابیات اہلِ بیت عظام اور ان کے صدقہ میں اولیائے کرام اور سچے مسلمانوں میں بھی استقامت پائی جاتی ہے۔ صحابہ کرام پہ دشمنوں کے انتہائی مظالم ہوتے مگر ان کا یہی نعرہ ہوتا تھا کہ ؎

جان جائے۔ مال و دولت گھر لٹے
دامنِ احمد نہ ہاتھوں سے چھٹے

لیکن افسوس آجکل برادری کی خوشی حاصل کرنے کے لئے شریعت کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مسلمان کا شیوہ یہ ہونا چاہیئے کہ یا رسول اللہ!

مرے عمل سے نہ بھائی خوش ہیں نہ خویش خوش ہیں نہ باپ خوش ہے
مگر میں سمجھا ہوں اس کو اچھا دلیل یہ ہے کہ آپ خوش ہیں

حکایت ۵۹

رابعہ بصریہ

حضرت شاہ غوث علی علیہ الرحمۃ تذکرہ غوثیہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصریہ کو کسی شخص نے رنڈی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ چونکہ آپ

بڑی حسینہ وجمیلہ تھیں۔ رنڈی نے انہیں زیور و لباس سے آراستہ کرکے بالا خانہ پہ بٹھا دیا۔ مشتاقوں کا ہجوم ہونے لگا مگر بوقت شب جو شخص رنڈی کی اجازت سے اندر آتا۔ آپ اس سے کہتیں کہ اوّل وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھ لے۔ وہ وضو کرکے نفل پڑھتا تو آپ اپنی ہمّت باطنی سے اس کی طرف توجہ دیتیں تو وہ کانپنے لگتا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کرکے نکل جاتا۔ سال بھر تک ایسا ہی ہوتا رہا اور سینکڑوں بدمعاش نیک اور پارسا بن گئے۔ رنڈی نے خیال کیا کہ یہ کیا بات ہے جو شخص ایک بار آتا ہے پھر آنے کا نام تک نہیں لیتا۔ حالانکہ اس کے حُسن وجمال میں کوئی کسر نہیں۔ ایک رات اس نے چھپ کر دیکھا اور ان کا معاملہ دیکھ کر صُبح حضرت رابعہ کے قدموں میں گر پڑی اور کہنے لگی۔ میرا قصور معاف کرو۔ مجھ کو آپ کی شان کا پتہ نہ تھا۔ مَیں نے آپ کو آزاد کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اری احمق تم نے مجھے آزاد کیا کیا۔ یہ فیض جو جاری تھا اسے برباد کیا۔ (تذکرہ غوثیہ ص ۳۰۵)

سبق

رابعہ بصریہ اللہ کی سچّی لونڈی تھی مگر اللہ والوں کی شان سے بے خبر رنڈی مار کر کسی شخص نے انہیں عام لونڈی سمجھ کر رنڈی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ رنڈی نے بھی حضرت رابعہ بصری کو اپنی مثل سمجھ لیا اور اپنی طرح انہیں بھی بالا خانہ پہ بٹھا دیا۔ گویا رنڈی نے بالا شان کو اپنی مثل بالا خانہ کے لائق سمجھ لیا۔ حضرت رابعہ نے بالا خانہ پہ بیٹھ کر پستی میں گرے ہوؤں کو بالا شان بنانا شروع کر دیا۔ رنڈی حضرت رابعہ کی عظمت وشان کو نہ سمجھ سکی لیکن کچھ دنوں کے بعد حضرت رابعہ کے فیضان نے اس رنڈی کو بھی نواز دیا اور اس پہ بھی اللہ

والوں کی شان منکشف کر دی اور وہ بالاخانہ والی رنڈی بھی رابعہ کے قدموں پر گر کر بالا شان ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ آجکل کے بالانشین لوگ ان اللہ والوں کو حقیر و پست خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ لوگ برائے نام بالانشین ہوتے ہیں اور اللہ والے سچ مچ بالا شان ہوتے ہیں اور ان اللہ والوں کے فیض کا یہ عالم ہوتا ہے۔ کہ ؎

نہ کتابوں سے نہ کالج کے در سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ بالانشین لوگ لوگوں کو گناہوں پر ابھارتے ہیں اور بالا شان حضرات لوگوں کو گناہوں کی پٹڑی سے اتارتے ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ زیور و لباس سے مزین ہو کے عورت کا بالاخانہ پر بیٹھنا یا خاوند کے ساتھ باہر جانا رنڈی کا کردار ادا کرنا ہے۔ چنانچہ ایک لطیفہ سن لیجئے۔ ایک صاحب بہادر کی بیوی بن ٹھن کر صاحب کے ساتھ باہر نکلی تو راستے میں ایک شخص نے صاحب بہادر سے پوچھا۔ کیوں صاحب! یہ کوئی طوائف ہے؟ صاحب غصے میں آکر بولا۔ ڈیم فول یہ تو ہماری وائف ہے میری نصیحت سُنیئے۔ ؎

تو جو عورت ہے تو عورت بَن کے رہ

اپنے گھر والوں کی عِزت بَن کے رہ

بے حجابی پر کبھی مائل نہ ہو!

گھر پہ رہ اور رونقِ محفل نہ ہو

حکایت ۶۷

رابعہ عدویہ

حضرت عبداللہ ابن عیسٰی ایک روز حضرت رابعہ عدویہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے چہرے پر ایک نورانی کیفیت طاری تھی خوفِ خدا سے آنکھیں پُر نم تھیں اور ایک بوسیدہ سے بوریئے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک شخص نے ان کے سامنے قرآن پاک کی ایسی آیات کی جس میں عذابِ قبر کا تذکرہ تھا۔ تلاوت کی تو آنسو ٹپ ٹپ ان کی آنکھوں سے گِرنے لگے۔ پھر ایک چیخ بلند ہوئی اور بے ہوش ہوگئیں۔ مسمع ابنِ عاصم کہتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے ان کی خدمت میں چالیس دینار پیش کئے۔ اور کہا کہ آپ اس سے اپنی ضروریات پوری کیجئے۔ یہ سُنتے ہی وہ رونے لگیں۔ پھر آسمان کیطرف منہ کر کے فرمایا۔ وہ خوب جانتا ہے کہ دنیا مانگتے ہوئے میں اس سے بھی شرماتی ہوں حالانکہ سب چیزیں اس کے قبضے میں ہیں۔ پھر ایسے شخص سے کیسے لوں جس کی کوئی حیثیت نہیں۔

بحوالہ تاج کراچی شمارہ جنوری ۶۳ء

سبق

قرآن پاک بڑا ہی مؤثر کلام ہے۔ کوئی اسے سمجھنے والا ہو تو خوفِ خدا سے آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں۔ ہماری بے سمجھی اور دنیوی خواہشات کی وجہ سے ہم پر قرآن کا اثر اگر نہیں ہوتا تو یہ اس لئے کہ قرآن اور ہمارے دلوں کے درمیان دنیوی خواہشات حائل ہیں۔ بجلی۔ تار کے ذریعے بلب کو روشن کر دیتی ہے لیکن اگر

تار اور بلب کے درمیان ربڑ یا لکڑی حائل ہو جائے تو بجلی کا اثر بلب پر کچھ نہیں ہوتا اور یہ بجلی کا نقص نہیں۔ اس کی وجہ موثر اور متاثر کے درمیان ربڑ یا لکڑی کا حائل ہو جانا ہے۔ قرآن میں تو وہی تاثیر ہے جو پہلے تھی۔ مگر قرآن اور ہمارے دلوں کے درمیان دنیوی خواہشات کا ربڑ اور جہالت کی لکڑی حائل ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے دلوں پر قرآن کا اثر نہیں ہوتا۔ ورنہ قرآن کا اثر تو اتنا یقینی ہے کہ بڑے بڑے صحابہ کرام اسے سُن کر بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا دلیر و شجاع امیر المومنین گھوڑے پر سوار ہے۔ کسی قاری کی یہ آیت کانوں میں پڑی۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَالَهٗ مِنْ دَافِعٍ۔

یعنی رب کا عذاب آ جائے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا"

حضرت عمر اس آیت کی ہیبت سے بے ہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑے۔ پہلے زمانہ کی عورتوں پر بھی اس کا اثر ہوتا تھا۔ مگر افسوس کہ آجکل مردوں کا بھی یہ عالم ہے۔ کہ ؎

اس کا کچھ غم نہیں قرآن کی تلاوت سے گئے
غم ہے گر میز نہ ہو میز پہ اخبار نہ ہو

یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے زمانہ کی نیک عورتیں درہم و دینار۔ سے پیار نہ رکھتی تھیں اور وہ خدا سے بھی مانگتے ہوئے شرماتی تھیں اور آجکل کی عورتیں تو یہ چاہتی ہیں کہ خاوند چاہے کیسا ہو لیکن اس کے پاس پیسہ ہو۔ حضور نے فرمایا ہے کہ رشتہ کرتے وقت مال و جمال کو نہ دیکھو کیونکہ عزت دین سے ملتی ہے مگر آج کل؟ میں نے اپنی ماڈرن مثنوی میں لکھا ہے ؎

پہلے تو عزت تھی نیک اعمال سے
اور اب بنتی ہے عزت مال سے

یہاں ایک لطیفہ بھی سن لیجئے۔ عاشق نے اپنی محبوبہ سے کہا اگر میں دولت مند ہو جاؤں تو تم مجھ سے محبت کرو گی؟ محبوبہ بولی۔ محبت کی بات رہنے دو۔ شادی ضرور کروں گی۔" معلوم ہوا کہ نیک عورت کو پیار ہوتا ہے ربّ قدیر سے اور ماڈرن عورت کو شوہر امیر سے۔ ؎

کوئی محوِ یادِ خدا ہو گئی
کوئی مال و زر پر فدا ہو گئی

حکایت ۱۶۱

بردہ عابدہ

حضرت عطار بن مبارک فرماتے ہیں۔ بصرے میں ایک عبادت گذار عورت رہتی تھی۔ جس کا نام بردہ تھا۔ جب رات ڈھلنے لگتی اور پوری دنیا نیند کی آغوش میں پہنچ جاتی تو بستر چھوڑ کر اٹھ جاتیں اور فرماتیں "ستارے ڈھلنے لگے۔ ایک دوسرے کے چاہنے والے آپس میں مل رہے ہیں۔ لیکن اے میرے محبوب! میں تیری راہ میں بیٹھی ہوں۔ تیری محبت کی روشنی میرے دل میں پھیل رہی ہے۔ کیا اس پر بھی تو مجھے عذاب دے گا۔ حالانکہ تیری محبت میرے دل میں ہے۔ نہیں! نہیں!! اے خدا! اے میرے محبوب! ایسا نہ کرنا عطار کہتے ہیں۔ ان کی آواز میں بلا کا درد ہوتا تھا۔

(بحوالہ تاج کراچی شمارہ جنوری ۷۳ء)

سبق

پاکباز اور سچی مسلمان عورتوں کا یہی کردار ہوتا ہے کہ وہ اپنے بستر سے اٹھ کر اللہ کا ذکر کرنے لگتی ہیں۔ جب سارا عالم سوتا ہے اس قسم کی پاکباز عورتوں کا دل خدا کی محبت سے منور ہوتا ہے لیکن آج کل کی ماڈرن عورتیں اپنے بستر چھوڑ کر کلب میں پہنچ جاتی ہیں اور کسی کی انتظار میں کہنے لگتی ہیں۔ ایک دوسرے کے چاہنے والے آپس میں مل رہے ہیں۔ لیکن ڈارلنگ! میں تیری راہ تک رہی ہوں۔ کیا مجھے انتظار کے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ پہلی عورتوں کی دعا میں درد پیدا ہو جاتا تھا۔ اور آج کل ماڈرن عورتوں کے دل میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ان کی دعا یہ ہوتی ہے۔ ؏

یا الٰہی مٹ نہ جائے دردِ دل

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک عورت کا دل خدا کی محبت کی روشنی سے چمک اٹھتا ہے اور ماڈرن عورت کا دل غیر کے عشق سے بھڑک اٹھتا ہے۔ ان عورتوں کے دلوں میں حُبِ خدا سے روشنی اور سویرا ہوتا تھا اور ان کے دلوں میں فیشن کی بدولت سیاہی اور اندھیرا ہوتا ہے۔

منور ہے وہ دل جس میں الٰہی! ذکر تیرا ہے
نہیں جس دل میں تیری یاد اس دل میں اندھیرا ہے

حکایت ۶۲

رفیقۂ جنت

حضرت عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ

سے تین رات یہ سوال کیا۔ کہ اے اللہ! مجھے اس شخص کو دکھا دیجئے
جو جنت میں میرا رفیق ہو۔ ارشاد ہوا کہ اے عبدالواحد! جنت میں
تیرا رفیق میمونہ سودا ہے۔ مَیں نے عرض کیا۔ وہ کہاں ہے؟ ارشاد
ہوا کہ وہ کوفہ میں فلاں قبیلہ میں ہے۔ مَیں قبیلہ میں اسی پتہ پر گیا
اور لوگوں سے اس نام کی عورت کا پتہ پُوچھا۔ لوگوں نے بتایا۔ کہ وہ
تو ایک مجنونہ عورت ہے۔ بکریاں چرایا کرتی ہے۔ مَیں نے کہا۔ مَیں اسے
دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہا کہ فلاں جنگل میں چلے جاؤ۔ وہ وہاں ملے گی۔ مَیں
اس مقام پر گیا۔ دیکھا۔ تو وہ کھڑی نماز پڑھ رہی ہے اور اس کے سامنے
ایک عصا ہے اور ایک اون کا کپڑا پہنے ہوئے ہے اور اس کے کپڑے
پر لکھا ہوا ہے۔ "کہ یہ نہ بیچی جا سکتی ہے نہ خریدی" اور ایک عجیب
واقعہ دیکھا۔ کہ بکریاں اور بھیڑیئے ایک ہی جگہ چر رہے ہیں۔ نہ تو
بھیڑیئے بکریوں کو کھاتے ہیں اور نہ بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں
جب اس نے مجھے دیکھا تو نماز کو مختصر کیا اور سلام پھیر کر کہا اے ابن
زید! اس وقت جاؤ۔ یہ وقت وعدہ کا نہیں ہے۔ کل آنا۔ مَیں نے پوچھا
تجھے کس نے بتایا کہ مَیں ابن زید ہوں۔ کہا کیا یہ خبر نہیں۔ کہ حدیث میں
آیا ہے کہ ارواح لشکر کی طرح ایک جگہ ہیں۔ جن ارواح میں وہاں تعارف
ہو گیا وہ یہاں بھی ایک دوسرے سے اُلفت کرتے ہیں اور جو وہاں۔
ایک دوسرے سے انجان رہے۔ ان کا یہاں بھی اختلاف ہے۔ میں
نے پھر پوچھا کہ بھیڑیوں اور بکریوں نے آپس میں صلح کب سے کر لی
ہے۔ بولی۔ جب سے مَیں نے اپنے مولا سے صلح کر لی ہے۔

(نزہتہ البساتین۔ ص ۷۶)

سبق

نیک۔ پاکباز۔ اور عابدہ عورت گویا جنت کی حور ہے۔ اور وہ ہر

وقت اللہ کی یاد میں رہتی ہے اور یہ نیک۔ پاکباز۔ اور عابد مرد کی جنّت میں رفیقۂ حیات بنے گی اور ان پاکباز ارواح کا روزِ ازل ہی میں تعارف ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ نیک عورت کی نیکی کی برکت سے بھیڑیئے اور بکریاں کی ازلی دشمنی بھی دور ہو جاتی ہے اور اُن کی آپس میں مصالحت ہو جاتی ہے اور آج کل کی بعض عورتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ جس گھر میں گئیں۔ رشتہ داروں میں بھی دشمنی پیدا کر دیتی ہیں۔ بھائی کو بھائی سے۔ بیٹے کو ماں سے لڑا دیتی ہیں۔ اور جن کا ازلی رشتۂ محبت ہوتا ہے۔ اُسے بھی توڑ ڈالتی ہیں۔ گویا ایسی عورت جنّت کی حور نہیں۔ دوزخ کی ڈائن ہوتی ہے۔

حکایت ۶۳۷

ایک شہزادی

حضرت خواص فرماتے ہیں۔ میرے دِل میں روم کے شہروں میں جانے اور وہاں کی سیر کرنے کا خیال پیدا ہُوا اور مَیں رُوم کو چل پڑا جب مَیں رُوم پہنچا۔ تو وہاں کے آدمیوں کو ایک جگہ جمع پایا اور دیکھا کہ وہ کسی گہری فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ایک عجیب اُلجھن میں گرفتار ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا اور مَیں نے ان سے پُوچھا کہ تم کس فکر میں مُبتلا ہو۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے بادشاہ کی بیٹی مجنون ہو گئی ہے۔ مَیں نے کہا تو اس کے علاج کے لئے تیار ہوں مجھے اس کے پاس لے چلو۔ اگر بادشاہ منظور کر لے تو اس کا علاج میں کرونگا لوگوں نے پوچھا۔ کیا آپ طبیب ہیں۔ مَیں نے کہا۔ مَیں طبیب تو نہیں۔ ہاں اس کا غلام ضرور ہوں۔ یہ سُن کر انہوں نے مجھے بادشاہ کے پاس پہنچا

دیا۔ بادشاہ مجھے اپنی بیٹی کے پاس لے گیا۔ شہزادی نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ اے خواص! مجھے اسی طبیب نے جنون میں مبتلا کیا ہے جس کا تو غلام ہے۔ مجھے اس کی اس بات سے سخت تعجّب ہوُا اور حیرت سے اسے تکنے لگا۔ اس پہ شہزادی نے تسلّی آمیز لہجہ میں کہا۔ خواص! تو میری اس بات سے تعجّب نہ کر۔ سُن میرے اس مرض کی ابتدار یوں ہوئی ہے کہ مَیں ایک رات اپنے عیش و عشرت میں مصرُوف تھی کہ دفعتہً جذبِ الٰہی نے میرے دِل میں ایک انوکھی کشش پیدا کی اور مجھے اپنے قربِ خاص کی طرف کھینچ لیا ذِکر الٰہی میری زبان پہ جاری ہوگیا اور میں نے دنیا کی طرف سے کروٹ لے لی۔ مَیں نے ایک کہنے والے کو سُنا وہ انتہائی سُریلے لہجہ میں کہہ رہا تھا۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدُ وَالرَّسُوْلُ اَحْمَدُ

کہہ خدا ایک ہے اور اس کا پیغمبر احمد ہے

اس پر مَیں نے شہزادی سے کہا۔ کیا تو چاہتی ہے کہ تو ہمارے اسلامی شہروں میں سکونت اختیار کرے۔ بولی خواص میں وہاں جا کر کیا کروں گی۔ مَیں نے کہا شہزادی! وہاں بیتُ المقدس مکّہ اور مدینہ ہے۔ کہا۔ اچھّا ذرا اپنا سر اٹھا کر اوپر کو دیکھو۔ مَیں نے جو اوپر منہ اٹھا کر اوپر کو دیکھا۔ تو دیکھتا ہوں۔ کہ مکّہ معظمہ۔ مدینہ منوّرہ اور بیت المقدس ہوا میں میرے سَر کے اِرد گِرد گھوم رہے ہیں۔ پھر کہا۔ اے خواص! جو شخص اس جنگل میں جسم کے ساتھ چلتا ہے۔ وہ بجز پتھروں اور درختوں کے اوپر کچھ نہیں دیکھتا اور جو اس راہ کو دِل سے طے کرتا ہے تو کعبہ معظمہ۔ خود اس کے طواف کرتے اور اِرد گِرد گھومنے کو آتا ہے۔ اس کے بعد ایک نہایت ہی جوش

مسرّت کے لہجہ میں کہا۔ اے خواص! اب دوست سے ملنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ میں نے کہا۔ اگر یہی بات ہے تو تمہاری موت بلادِ کفر میں کیسے ہوگی۔ کہا۔ کوئی مضائقہ نہیں ہر چند کہ پوست ہڈیوں کی نسبت بلادِ روم کی طرف ہوگی۔ مگر روح کی نسبت خاص جناب الٰہی کی جانب ہوگی اور اس کا قرب مولا ہی کی طرف ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ مسکرائی اور دنیا سے رخصت ہوئی۔ میں نے اسی وقت ایک غیبی آواز سُنی۔ کوئی کہتا ہے۔

یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔ اے نفسِ مطمئنہ! تو اپنے ربّ کی طرف لَوٹ آ۔ اس حال میں کہ تو اس سے خوش وہ تجھ سے خوش ہے۔" (خیر المو انس فضل فی الذکر ص ۳۸ ج ۱)

سبق

اللہ والوں کو اہلِ دنیا مجنون ہی کہتے آرہے ہیں۔ اِن سب اللہ والوں کے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کو بھی کافروں نے مجنون کہا۔ (معاذاللہ) اور خدا نے اس کے جواب میں فرمایا۔

نٓ۔ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ۔ یعنی مجھے (یارسول اللہ) تیرے نور کی قسم۔ اور قلم اور اس کے ساتھ جو لکھتے ہیں۔ اس کی قسم تو ربّ کے فضل سے مجنون نہیں۔"

پھر اس کے بعد فرمایا۔

فَسَتُبْصِرُ وَ یُبْصِرُوْنَ بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ۔

عنقریب تم خود اور یہ بھی دیکھ لیں گے کہ مجنون کون تھا

(گویا یہ خود مجنون ہیں)
ایسے لوگوں کے نزدیک دنیا کو اپنانا فرزانگی ہے۔ اور دنیا کے خالق کو اپنا لینا دیوانگی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے نیک عورتوں کو بھی بڑے بلند درجے عطا فرمائے ہیں اور ایسی عورتیں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَالرَّسُوْلُ اَحْمَدُ۔ کا نغمہ سُن کر مسرور ہو جاتی ہیں اور آجکل کی ماڈرن عورتیں اس قسم کے شعر پڑھ کے خوش ہوتی ہیں۔ ؎

یار سے چھیڑ چلی جائے اسد
نہ سہی وصل حسرت ہی سہی

یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ایک اللہ کی پیاری بندی کے دل میں خدا کی محبت پیدا ہو جائے تو کعبہ شریف خود اس کے طواف کرنے کو آتا ہے تو جو اللہ کے پیاروں میں سب سے زیادہ اللہ کا پیارا ہو۔ جس سے بڑھ کر اللہ کو اور کوئی پیارا ہی نہ ہو۔ تو وہ وجود باجود اس کعبے کا بھی کعبہ کیوں نہ ہوگا؟ اسی لئے اعلیحضرت نے لکھا ہے۔ ؎

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کو اپنے وصال کا پہلے ہی علم ہو جاتا ہے اور وہ دنیا سے رخصت اس شان سے ہوتے ہیں۔ ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم!
چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

حکایت ۶۴

دِیندار خاتون

ابو جعفر سائج کہتے ہیں۔ ایک عورت بہت دیندار تھی اور اس کے شب و روز یادِ خدا میں صرف ہوتے تھے۔ وہ اپنے شوہر سے کہا کرتی۔ اٹھو کب تک نیند کے مزے لیتے رہوگے۔ خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ یہ مدہوشی کب تک رہے گی۔ نیز یہ بھی کہتی۔ آپ کو خدا کی قسم ہے۔ رزق حلال طریقے سے کمائیے۔ اپنی ماں کی خدمت کیجیے۔ رشتہ داروں کی خبر گیری کیجیے۔ ورنہ اللہ آپ سے ناراض ہو جائے گا۔ (بحوالہ تاج کراچی جنوری ۷۳ء)

سبق

نیک اور پارسا عورت کے دِن رات یادِ خدا میں صرف ہوتے ہیں اور وہ دوسروں کو بھی حتیٰ کہ اپنے شوہر کو بھی یادِ خدا کا درس دیتی ہے۔ اور رزقِ حلال کا سبق دیتی ہے۔ ماں باپ کی خِدمت پر بھی ابھارتی ہے اور رشتہ داروں سے بھی اچھا سلوک کرنے کی ہدایت دیتی ہے۔ مگر آہ! آجکل کی فیشن زدہ عورت کا دِن رات لہو و لعب میں۔ دِن کو ہاکی اور رات کو ٹاکی کے شغل میں گزرتا ہے۔ دِن رات میک اپ میں مشغول۔ اور یورپ کا کانٹا بھی اس کے لئے پھول ہے۔ رات بھر کلب میں رہ کر دونوں میاں بیوی خوابِ غفلت میں ایسا سو جاتے ہیں کہ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار کے مطابق ایک دوسرے کو جگانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پہلی عورتیں مردوں کو رزقِ حلال کمانے کو کہتی تھیں مگر آجکل یہ خاوند کو سمگلر بننے کے لئے مجبور کر دیتی ہیں بلکہ رزقِ حرام

کمانے میں خود بھی اس کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ ایسی ہی ایک عورت کا لطیفہ ہے کہ ایک عورت خاوند سے کہنے لگی۔ دھوبن نے ہمارے دو تولئے یقیناً چُرا لئے ہیں۔ خاوند نے کہا۔ کئی لوگ بد سرشت واقع ہوئے ہیں مگر وہ دو تولئے کون سے تھے؟ بیوی نے کہا۔ وہی جو مَیں نے کراچی کے ہوٹل سے چرائے تھے۔" آجکل عورت اپنے شوہر کو ماں باپ کی خدمت سے بھی روکتی ہے اور حتی الامکان کوشش کرتی ہے کہ شوہر ان کے قریب بھی نہ جائے اور میری خاطر اپنے رِشتہ داروں سے بھی کنارہ کرے۔ شوہر اگر ایسا نہ کرے تو بیوی ناراض ہو جائے گی چنانچہ ایسی ہی ایک عوُرت جس کی صِرف ایک بوڑھی ساس گھر میں تھی۔ اپنے شوہر سے کہنے لگی۔ مَیں نے آپ کی خاطر اپنے ماں باپ چھوڑے۔ اپنے چار بھائی چھوڑے۔ تین بہنیں چھوڑیں۔ دو پھوپھیاں اور دو چچے چھوڑے گویا سارا کنبہ مَیں نے صرف آپ کی خاطر چھوڑا۔ تو کیا آپ میری خاطر اپنی بوڑھی ماں کو بھی نہیں چھوڑ سکتے؟ میری اتنی قربانیوں کے بدلے آپ ایک قربانی کریں، اور اپنی ماں کو اس گھر سے نکال دیں۔ برخوردار شوہر نے بیوی کے حکم کی تعمیل کی اور ماں کو دوسرے روز کسی کرائے کے مکان میں چھوڑ آیا۔ مَیں نے اپنی ایک نظم میں لکھا ہے۔ ؎

جو وہ ناظر ہیں صورت کے تو ہم حافظ ہیں سورت کے
انہیں پیارے ہیں مہ پارے ہمیں سِیپارے قرآن کے
نئی تہذیب کو گھر لا کے رُخ پھیرا شریعت سے
مُرید زن ہوئے ایسے کہ باغی بن گئے ماں کے!

حکایت ۶۵

ایک سخی عورت

ایک صالح شخص پر تنگدستی کے دن آ گئے اور ان کے پاس ایک بکری کے سوا اور کچھ نہ رہا۔ ان کی بیوی بڑی نیک پاکباز اور سخی تھی۔ بقرعید کا دن آیا تو اس کے شوہر نے بکری ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ بیوی نے کہا۔ ہم کو قربانی نہ کرنے کی رخصت ہے یعنی ہم پر قربانی واجب نہیں۔ شوہر باز رہا۔ اس کے بعد چند روز کے بعد ان کے گھر ایک مہمان آیا۔ بی بی نے شوہر سے کہا۔ کہ مہمان کے لئے بکری ذبح کر ڈالو۔ شوہر نے اس خیال سے کہ بچوں کو ناگوار نہ گزرے گھر سے باہر لے جا کر بکری ذبح کی۔ عورت نے گھر میں بیٹھے بیٹھے جو اُوپر نظر اٹھائی تو کیا دیکھتی ہے کہ بکری دیوار پہ پھر رہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ نیچے اتر کر اس کے پاس آگئی۔ عورت کو گمان ہوا کہ شاید بھاگ آئی ہے۔ باہر جھانک کر دیکھا تو بکری مذبوحہ شوہر کے سامنے پڑی پائی اس کو نہایت خوشی ہوئی۔ اور اسی خوشی میں کہنے لگی کہ سُبحان اللہ! اللہ نے ہمیں اس بکری کے عوض اور اچھی بکری دے دی۔ اس بکری کی خاصیت یہ تھی کہ ایک تھن سے شہد اور دوسرے تھن سے دُودھ دیتی تھی۔ (خیر الموانس باب الکرم ص ۳۹۱ ج ۱)

سبق

مہمان نوازی بڑی اچھی چیز اور حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت ہے۔ اس سخی عورت نے اس پہ عمل کیا اور تنگ دستی کے عالم میں بھی اپنی بکری مہمان کے لئے ذبح کروا ڈالی۔ خدا تعالیٰ نے دنیا میں بھی اسے

یہ اجر دیا۔ کہ اس کے عوض ایک ایسی بکری دے دی جس میں جنّت کی مانند شہد اور دودھ کی نہریں جاری تھیں اور آجکل تو مہمان آئے تو عورتیں یہ دیکھتی ہیں کہ ہمارے لئے کیا لے کر آیا ہے۔ فروٹ کی ٹوکری بھی اس کے ساتھ ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو ارشاد ہوتا ہے۔ جناب روٹی بھی تیار ہے اور گاڑی بھی تیار ہے۔

مہمان نوازی | مہمان نوازی سے متعلق مولانا رُوم نے مثنوی میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک روز حضور کے پاس مسجد میں چند کافر مہمان آگئے۔ حضور نے صحابہ سے فرمایا۔ کہ ہر شخص ان میں سے ایک ایک مہمان اپنے گھر لے جائے چنانچہ صحابہ ایک ایک مہمان کو لے گئے۔ ان مہمانوں میں ایک بہت بڑا پیٹو بھی تھا۔ اُسے کوئی بھی ساتھ نہ لے گیا۔ حضور نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ تجھے کوئی نہیں لے گیا؟ بولا! نہیں۔ فرمایا۔ جس کا کوئی نہیں اُس کا میں ہوں تُو میرے ساتھ چل۔ حضور اسے گھر لے آئے اور اس کے آگے روٹیاں اور بکری کا دُودھ رکھا۔ وہ سب کچھ کھا گیا حتّٰی کہ اہلِ بیت کے حصّے کا کھانا بھی کھا گیا۔ حضور نے رات کو اسے ایک حُجرہ میں سلایا۔ اہلِ بیت کی ایک لونڈی نے اس حجرہ میں سُلایا۔ اہلِ بیت کی ایک لونڈی نے اس حجرہ کا دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی لگا دی۔ آدھی رات کا وقت ہوا تو اس کے پیٹ میں درد اٹھی اور اسے حاجت ہوئی۔ اس نے باہر نکلنا چاہا۔ تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔ رفع حاجت کا زور۔ اور دروازہ بند۔ اتفاقاً اس کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ ایک ویرانہ جنگل ہے۔ جنگل دیکھ کر وہاں بیٹھ کر اس نے پاخانہ کر دیا۔ جب جاگا تو بستر پاخانہ سے گندہ ہو چکا تھا بڑا گھبرایا اور صبح کی انتظار کرنے لگا۔ صبح حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم

تشریف لائے تو آپ نے دروازہ کھولا اور خود دروازے کی اوٹ میں چھپ گئے تاکہ وہ شرمندہ نہ ہو چنانچہ کافر دروازہ کھلتے ہی وہاں سے بھاگا۔ اس کا گندہ بستر دیکھا تو حضور نے فرمایا۔ لاؤ۔ اس کا بستر میں خود دھوؤں۔ غلاموں نے عرض کیا۔ حضور! ہمیں دھونے دیجیے۔ فرمایا میرے دھونے میں کوئی حکمت ہے۔ صحابہ منتظر رہے کہ دیکھیں اس میں کیا حکمت ہے چنانچہ کافر دور نکل گیا تو اسے یاد آیا کہ اس کا ایک ہیکل ونقش حجرے ہی میں رہ گیا ہے۔ وہ اپنے نقش کے لئے واپس آیا تو یہ عجب نظارہ دیکھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں سے اُس کی ناپاکی کو دھو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ نقش بھول گیا اور ایک نعرہ مار کر بولا۔ یا رسول اللہ! پہلے مجھے کلمہ پڑھا کر میرا دل دھوئیے اور وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا

صحابہ نے عرض کیا اب ہم سمجھے کہ آپ اس کا بستر نہیں اس کا دل دھو رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ مہمان نوازی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اسلام کی ایک پسندیدہ چیز ہے۔ لہٰذا ہمیں اسے اپنانا چاہیئے۔ ؎

جو مسلماں نیک ہیں اور پاکباز
وہ نظر آئے ہمیں مہماں نواز

حکایت ۶۶/

گناہوں کی پاکٹ بک

بغداد شریف میں ایک بڑا ہی بدکار شخص تھا۔ اُس کا یہ قاعدہ

تھا کہ جو گناہ کرتا تھا۔ اسے ایک پاکٹ بُک میں لکھ لیا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک رات کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اِس نے دروازہ کھولا تو دیکھا ایک نہایت خوب صُورت عورت کھڑی ہے۔ اس نے پوچھا۔ کیا کام ہے بولی میرے چند یتیم بچے ہیں۔ جنہیں تین دِن سے کھانا نہیں ملا۔ کچھ ان کے کھانے کو مجھے دو۔ اس نے کہا۔ اندر آؤ۔ تاکہ تمہیں کچھ دوں۔ عورت اندر آئی تو اس بدکار کی نیت بگڑی اور اس پہ دست درازی کرنا چاہی۔ عورت نے چونک کر کہا۔ مَیں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں۔ اس بدکار پر شیطان سوار تھا۔ وہ باز نہ آیا۔ اور اسے اپنی طرف کھینچا عورت نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے ہر سختی و شدت کے کھولنے والے! تو مجھے اس شخص سے محفوظ رکھ۔ پھر اس بدکار سے کہنے لگی۔ پہلے میری بات ذرا توجہ کے ساتھ سُن لے۔ پھر اس نے عربی میں نہایت دردناک لہجہ میں چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ ؎

اپنی فانی اس جوانی پہ نہ پھُول
اے جواں تو موت کو ہرگز نہ بھُول
جو گناہوں میں رہے ہر دم پھنسے
آخر اِکدن وہ بھی یاں سے چل بسے
لے گئے ساتھ اپنے کیا؟ بس اِک کفن
در خدا سے اس کا تو باغی نہ بن
تونے بھی تو ایک دِن جانا ہے مَرا
مَت ستا۔ مرنے کو رکھ پیشِ نظر!

اس کے بعد وہ زاروقطار رونے لگی اور سر اٹھا کر کہنے لگی۔ الٰہی! میری فریاد کو پہنچ۔ اور اس شخص سے مجھے نجات دے۔ اس باعصمت عورت کے اِن پر درد لہجہ میں پڑھے ہوئے شعروں سے

اس شخص کا سارا بدن لرزہ اٹھا۔ اور داڑھیں مار مار کر رونے لگا۔ اس پہ عورت نے کہا۔ مَیں تجھ سے خدا کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ اب جبکہ تجھ میں اور تیرے مولا میں صلح واقع ہوگئی ہے تو بیچ والی کو یعنی مجھے نہ بھولیو۔ یہ شخص اسی حالت میں اندر گیا اور اسے کچھ دے کر کہنے لگا۔ اے نیک بخت بی بی۔ یہ لے جا۔ اور اپنے یتیم بچوں کو کھلا مگر ان سے میرے حق میں یہ دُعا کرائیو۔ کہ میری پاکٹ بک میں جتنے گنہ لکھے ہیں وہ سب مِٹ جائیں۔ یہ اس سے وعدہ کر کے اپنے گھر آئی اور جب بچوں کے آگے کھانا پکا کر رکھا تو اس شخص کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ بچوں نے کہا۔ اے ماں! خدا کی قسم! جب تک ہم اس کے لئے دعا نہ کر لیں گے۔ کھانا نہ کھائیں گے کیونکہ مزدور اُجرت کا مستحق اسی وقت ہوتا ہے۔ جب کام کو انجام پہ پہنچا دے۔ بچوں نے دُعا کی۔ کھانا کھایا اور اس شخص نے اپنی پاکٹ بک دیکھی تو سارے گُنہ مِٹ چکے تھے۔ ساری پاکٹ بک صاف و سفید تھی۔ کسی ایک گُنہ کا بھی اس میں نشان نہ تھا۔ (نزہتہ المجالس باب التوبہ ص ۱۴۱ ج ۲)

سبق

خدا بڑا غفور و رحیم ہے۔ ساری عمر گنہ کر کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر لو اور اگر ایک بار بھی سچے دِل سے اس سے ڈر کر رونے لگو۔ تو یہ ندامت کے آنسو ساری عمر کے سیاہ نامۂ اعمال کو دھو ڈالتے ہیں اور گناہوں کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ پاکباز اور باعصمت عورت کسی قیمت پر بھی اپنی عزّت و عصمت پہ دھبہ نہیں آنے دیتی اور وہ اس شعر کا مِصداق ہوتی ہے۔ کہ اے خدا! ؎

دِل سے ہم بندے تمہارے ہو چکے
گویا ہم پیارے کے پیارے ہو چکے

اور آجکل کی ماڈرن عورت کے وردِ زبان یہ شعر ہوتا ہے ؎

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
تم ہمارے ہم تمہارے ہو چکے

وہ پہلے زمانہ کی عورت تھی جو ایک مرد کے ساتھ تخلیہ میں خدا سے خود بھی ڈرنے لگی اور بدکار مرد کو بھی ڈرانے لگی اور آجکل تو اس شعر پر عمل ہوتا ہے۔ کہ ؎

تیر پر تیر چلاؤ تجھے ڈر کس کا ہے
سینہ کس کا ہے مری جان جگر کس کا ہے

اس پاکباز عورت کے پیشِ نظر رہا تو مرنا۔ اور آجکل پیشِ نظر رہتا ہے۔ کچھ نہ کچھ کرنا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یتیموں کی دعا خدا تعالےٰ ضرور قبول فرماتا ہے کیونکہ اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلّم بھی یتیم رہ چکے ہیں۔ محبوب کی اس ایک حالت کا جلوہ جن پر بھی پڑ جائے۔ وہ بھی مستجاب الدّعوات ہو جاتے ہیں۔ پھر حضور کی اپنی دعا کی یہ شان کیوں نہ ہو جو اعلیٰحضرت نے لکھی ہے کہ ؎

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دُعائے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم

حکایت ۶۷

ایک نیک عورت کی آنکھیں

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مَیں نے مکّہ معظمہ میں

ایک خاتون کو دیکھا۔ جن کی آنکھیں نہایت خوبصورت تھیں۔ مکہ شریف کی عورتیں انہیں دیکھنے کے لئے آتی تھیں۔ یہ حال دیکھ کر وہ نیک دِل خاتون رونے لگیں۔ ان سے کہا گیا کہ آپ اس قدر روئیں گی تو آنکھیں خراب ہو جائینگی۔ فرمانے لگیں۔ اگر میرا شمار اہلِ جنّت میں ہے تو اللہ اس سے بہتر آنکھیں عطا فرما دے گا اور اگر خدانخواستہ جنت کے لائق نہ ہوئی تو آنکھوں کو بھی سخت عذاب ہوگا۔ اِتنا کہہ کر وہ خاتون پھر رونے لگی اور زندگی بھر یہی کیفیت طاری رہی اور خوفِ خدا سے رو رو کر ان کی آنکھیں بیکار ہو گئیں۔

(تاج کراچی۔ جنوری ۶۷۳)

سبق

اپنے ظاہری حسن و جمال پر ناز نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ حسن و جمال عطا فرمانے والے کی یاد میں رہنا چاہیئے اور اپنی عاقبت کو پیشِ نظر رکھ۔ خدا کی رحمت کی امید کے ساتھ ساتھ اس کے غضب و جلال سے ڈرتے بھی رہنا چاہیئے۔ خدا کے خوف سے اگر آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں تو بقول مولانا رُومی ؎

ہر کجا آبِ رواں غنچہ بُود
ہر کجا اشکِ رواں رحمت شُود

جہاں پانی جاری ہو۔ وہاں پھول کِھلتے ہیں۔ اور جہاں خوفِ خدا سے آنکھوں سے آنسوؤں کا پانی جاری ہو۔ وہاں رحمت کے پھُول کِھلتے ہیں"۔—— مگر افسوس کہ آجکل ان آنکھوں سے سینما، ٹیلیویژن اور غیر محرم عورتوں کو دیکھنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ خوفِ خدا سے رونے کا کام ان سے نہیں لیا جاتا۔ ایک شاعر لکھتا ہے ؎

چشم را گفتم نظر از خوب رویاں دُور دار
چشم گفتہ کارِ ما این است تو معذور دار

یعنی مَیں نے آنکھ سے کہا کہ خوبصورت عورتوں کو دیکھنا چھوڑ دے۔ آنکھ نے جواب دیا۔ میرا تو کام ہی یہی ہے۔ مجھے معذور سمجھو آجکل کے ماڈرن مرد عورتوں نے اسی شعر پہ عمل کرنا شروع کر رکھا ہے نیک عورت کی آنکھوں میں تو خوفِ خدا کا پانی بھرا تھا۔ اور ماڈرن عورت کی آنکھیں؟ میر لکھتا ہے ؎

میران نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

پہلی عورتوں کی آنکھوں میں شرم و حیا تھی اور آجکل؟ ؎

بسی ہوئی ہے جن آنکھوں میں شوخیوں کی بہار
ادائے شرم انہیں کیوں سکھائی جاتی ہے!

اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں مسلمان مردوں عورتوں کو اپنی نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ نہ عورت کی آنکھیں غیر مرد کو دیکھیں۔ نہ مرد کی آنکھیں کسی غیر عورت کو دیکھیں۔ مگر آجکل؟ ؎

جینے نہ دیں گی آنکھیں تری دِلربا مجھے!
ان کھڑکیوں سے جھانک رہی ہے قضا مجھے

پہلی عورتیں خدا کے خوف سے آنکھوں سے آنسو بہا کر خدا کو اپنا لیتی تھیں اور آجکل؟

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
تم ہمارے ہم تمہارے ہو چکے

حکایت ۶۸

ایک پردہ نشین عورت کے سر کے بال

ہارون رشید کے زمانہ میں رُومیوں نے حملہ کیا۔ اور مسلمان عورتوں کو قید کر لیا منصور بن عمار نے لوگوں کو رومیوں کے خلاف جہاد پہ آمادہ کرنے کی جدّوجہد شروع کر دی۔ ایک روز وہ ایک بہت بڑے مجمع میں تقریر کر رہے تھے کہ انہیں ایک شخص نے ایک لفافہ لا کر دیا۔ لفافہ کھولا گیا تو اس میں بالوں کا ایک بڑا سا گچھا تھا۔ ساتھ ہی ایک خط بھی لکھا تھا۔ "میں ایک پردہ نشین عورت ہوں۔ رُومیوں نے جو کچھ مسلمان عورتوں کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ میں اس سے واقف ہوں۔ میں اور تو کچھ نہیں کر سکتی۔ اپنے سر کے بال آپ کی خدمت میں بھیج رہی ہوں شاید کوئی غازی اپنا گھوڑا باندھنے کے کام لائے اور اسی وجہ سے اللہ تعالٰے میری مغفرت کر دے۔" عبداللہ بن خالق کہتے ہیں۔ جب یہ خط پڑھ کر سُنایا جا رہا تھا۔ مجمع زار و قطار رو رہا تھا۔

(تاج کراچی جنوری ۷۳ء)

سبق

کافر ہمیشہ سے مُسلمانوں کے دشمن چلے آرہے ہیں۔ اس لئے ان کی شرارتوں کے سدِّباب کے لئے مسلمانوں کو ہر وقت تیار رہنا چاہیئے اور جہاد کے وقت مرد اور عورتوں سب کو اپنے اپنے منصب پہ قائم رہ کر اس میں حصہ لینا چاہیئے۔

یہ تو بات تھی پردہ نشین عورت کی لیکن آجکل کی ماڈرن عورت اپنے

سر کے بال کٹا کہ مغربی تہذیب کی نذر کر دیتی ہیں۔ شاید کوئی صاحب بہادر ان بالوں سے اپنے بوٹوں کے تسمے بنانے کے کام لائے اور اس کی اسی وجہ سے یورپ سے متارکت ہو جائے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے دور کی مسلمان عورتیں پردہ نشین ہوتی تھیں۔ اور ان کے سروں پر لمبے لمبے بال ہوتے تھے۔ اور آجکل کی بالا نشین عورتوں کے کٹے ہوئے چھوٹے بالوں سے تو ایک چوہا بھی نہیں باندھا جا سکتا۔ ہاں ان بالوں کو سیلون والے گندی نالیوں میں بہا دیتے ہیں۔ ان کے بیٹھنے کے لئے تو مقامِ بالا۔ اور ان کے بالوں کے بہنے کے لئے گندہ نالہ۔ ؎

ہیں مسلمان عورتیں پردہ نشین
غیر ان کو دیکھ لے؟ ممکن نہیں

لیکن آجکل؟ مَیں نے لکھا ہے۔ ؎

ہیں زمانے کی عجب نیرنگیاں
تھیں جو مستورات اب ہیں ننگیاں

حکایت ۶۹

گونگی لونڈی

وہب بن منبہ کہتے ہیں۔ میں نے ایک گونگی لونڈی خریدی۔ اتفاق سے کچھ عرصہ کے بعد وہ بالکل صاف بولنے لگی۔ جب مَیں نے اس کا سبب پوچھا۔ تو کہنے لگی۔ مَیں نے رات کو خواب دیکھا کہ تمام دنیا آگ کا ایک انگار بن گئی ہے جس میں سے ہو کر جنت کا راستہ جاتا تھا اتنے۔ میں دیکھتی ہوں۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس راستے سے گزر رہے

ہیں اور آپ کے پیچھے پیچھے یہودی لگے چلے جا رہے ہیں۔ جب آپ تھوڑی دُور پہنچے تو پیچھے مڑ کر یہودیوں کو دیکھا۔ اور فرمایا مَیں نے تم سے کب کہا تھا؟ کہ تم یہودی ہو جاؤ۔ یہ سن کر وہ سب دائیں بائیں گر پڑے۔ پھر عیسیٰ علیہ السّلام تشریف لائے اور آپ کے پیچھے نصاریٰ کا غول تھا۔ آپ نے بھی اس موقعہ پر پہنچ کر پیچھے مڑ کر فرمایا مَیں نے تمہیں کب حکم کیا تھا کہ تم نصرانی بن جاؤ؟ یہ بھی اسی طرح دائیں بائیں گر پڑے۔ اس کے بعد سیّدالانبیاء حضرت محمّد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لائے اور آپ کے ساتھ آپ کی اُمّت بھی تھی۔ آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ مَیں نے حکم کیا تھا کہ تم خدا پر ایمان لاؤ۔ سو تم نے میرے حکم کی تکمیل کی اور ایمان لے آئے۔ اب تم کچھ خوف نہ کرو بلکہ جنت میں پہنچ کر خوشیاں مناؤ جس کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا گیا تھا چنانچہ یہ لوگ آپ کے پیچھے پیچھے گذر گئے۔ یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو گئے لیکن میں دو عورتوں کے ساتھ دوزخ کے کنارے پر کھڑی باقی رہ گئی۔ اتنے میں دوزخ کے داروغہ کو خدا کا حکم پہنچا کہ دونوں عورتوں سے دریافت کرو کہ کبھی انہوں نے قرآن بھی پڑھا تھا۔ ایک فرشتے نے ان سے پُوچھا تو دونوں نے کہا کہ ہم ہم نے سورۃ فاتحہ پڑھی ہے۔ حکم ہُوا تم دونوں جنّت میں چلی جاؤ۔ پس میں یہ منظر دیکھ کر جاگ اٹھی تو میری زبان صاف صاف بولتی تھی۔ اب میں ٹھیک ہوں۔ میرے آقا مجھے بھی سورۃ فاتحہ پڑھا دیجیے۔

(نزہتہ المجالس ص ۱۹۸ ج ۲)

سبق

جنّت کا راستہ جہنّم کے اوپر سے ہے اور اِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا۔

کے مطابق سب نے اس راستہ سے گزرنا ہے کافر تو اس راستہ سے گزرتے ہوئے دائیں بائیں گر جائیں گے مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام جب اس راستے سے گزریں گے۔ تو ہمارے حضور کی محبت و دُعا۔ ہمارے ساتھ ہوگی اور حضور اپنے غلاموں کے سلامتی سے گزر جانے کی دعا فرماتے ہوں گے چنانچہ اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

رضا پُل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے رَبِّ سَلِّمْ دُعائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

اور حدیث میں آتا ہے۔ کہ مومن جب جہنم کے اوپر سے گزرے گا تو جہنم کہے گا۔

اے مومن جلدی گذر۔ کیونکہ تیرے نور نے میرے شعلے بجھا دیئے ہیں۔ (خزائن العرفان ص ۴۳۹)

مومن کا یہ نور نورِ ایمان ہے یعنی حضور کی محبت ہمارے حضور نُور ہیں۔ اور ان کی بدولت ہم نوری ہیں جیسے لاہور کا رہنے والا لاہوری۔ پشاور کا رہنے والا پشاوری۔ سیالکوٹ کا رہنے والا سیالکوٹی۔ اسی طرح حضُور کو نور ماننے والا نوری۔ تو نوری کو جہنم یہ کہے گا کہ اے نوری جلدی گزر کیونکہ تیرے نور نے میرے شعلے بجھا دیئے ہیں۔ لہٰذا جہنم کی نار سے بچنے کے لئے نوری بنو۔ کافروں کی طرح انہیں اپنی مثل بتا کر ناری نہ بنو

یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت بھی جہنم سے بچاتی ہے حتیٰ کہ صرف سورۃ فاتحہ ہی میں اتنی برکت ہے کہ جہنم سے بچا لیتی ہے۔ مگر آہ! آج ؎

اس کا کچھ غم نہیں قُرآن کی تلاوت سے گئے
غم ہے گر میز نہ ہو میز پہ اخبار نہ ہو

یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی عورتوں کو قرآن کی سورتیں یاد تھیں اور وہ

ان کو پڑھ کر نجات پانا چاہتی تھیں اور آجکل کی ماڈرن عورتوں کو ایکٹرسوں کی صورتیں یاد ہیں اور یہ ان کو اپنا کر ان جیسی حرکات اپنانا چاہتی ہے وہ چاہتی تھیں کہ ہم محفوظ از جہنم ہو جائیں اور یہ چاہتی ہیں۔ ہم ملکہ ترنم ہو جائیں۔ ؎

اے میری بہنو! جہنم سے ڈرو!
اس سے بچنے کے لئے قرآن پڑھو

حکایت ۲۰۷

حبشن لونڈی

ایک دن ہارون رشید نے اپنے خدمت گاروں پر اشرفیاں نچھاور کیں۔ تمام لونڈی غلاموں نے تو لوٹیں مگر ایک حبشن لونڈی نے ان کی طرف التفات بھی نہ کیا۔ ہارون رشید نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا۔ اے بادشاہ! میں درہم و دینار کی پرواہ نہیں کرتی۔ میں تو درہم و دینار والے کو چاہتی ہوں۔ جس کے آپ ہو گئے سب کچھ اسی کا ہے۔ ہارون رشید اس جواب سے اتنا خوش ہوا۔ کہ اسے اپنے نکاح میں لے لیا۔

(نزہتہ المجالس باب المحبت ص۱۱۶ ج ۱)

سبق

اللہ کا نیک اور باوفا بندہ وہ ہے جو دُنیوی دولت و مال کی طرف التفات نہ کرے۔ دولت و مال کے خالق و مالک اللہ کو چاہے۔ ایسے بندے کو خدا اپنی پناہ میں لے لیتا ہے اور خدا کا ہو جانے کے باعث ساری خدائی

اس کی ہو جاتی ہے۔

یہ کردار تھا۔ ایک جبشن عورت کا۔ اور آجکل کی ماڈرن عورت کا کردار؟ اسے کیا غرض شوہر کی چاہ سے اِسے اگر پیار ہے تو اس کی تنخواہ سے۔

ایک لطیفہ بھی سُن لیجئے۔ ایک شعبدہ باز مجمع لگائے۔ شعبدے رکھا تھا۔ ہاتھ میں سو کا نوٹ پکڑ کر سب کے سامنے اسے اپنی جیب میں ڈالا اور پھر سب سے کہنے لگا۔ صاحبان! نوٹ میری جیب سے خالی ہو گیا ہے۔ جسے شبہ ہو آئے اور میری کوٹ کی جیب کی تلاشی لے لے۔ نوٹ ہرگز نہ ملے گا۔ ایک صاحب بولے۔ چھوڑو میاں۔ یہ شعبدہ تو میری بیوی بھی مجھے کئی دفعہ دکھا چکی ہے۔" وہ تھا جبشن عورت کا کردار۔ اور یہ ہے۔ ماڈرن عورت کا کردار۔ وہ مائلِ ہارون تھی۔ یہ مائلِ قارون ہے۔ میں نے اپنی ایک نظم میں لکھا ہے۔ ؎

بولی اپ ٹو ڈیٹ بیوی شوہر مسکین سے!
اختیار عورت کا ہے سب مرد اب مزدور ہے
مرد حاکم تھا کبھی عورت پہ لیکن آجکل
بیوی گھر کی مالکہ ہے اور میاں مزدور ہے

اور ماڈرن مثنوی میں لکھا ہے ؎

عورتیں مردوں پہ ہیں اب حاکماں
فاعلاتٌ فاعلاتٌ فاعلاتٌ
تھی جو بیوی اب وہ شوہر بن گئی
جنوری گویا دسمبر بن گئی!!

حکایت ۱۷۱

شب بیدار لونڈی

حضرت حسن بن صالح نے اپنی ایک لونڈی دوسرے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دی۔ جب رات ہوئی اور گھر کے سارے افراد سو گئے تو لونڈی نے پکار پکار کر کہنا شروع کر دیا۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ نماز نماز اٹھو اور نماز تہجد پڑھو مگر کسی کو خیال پیدا نہ ہوا۔ صبح ہوئی تو کہنے لگی۔ کیا آپ لوگ فرض نمازوں کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھتے یہ کہہ کر اس نے کہا۔ مجھ پر کرم کرو اور فسخ بیع کر کے مجھے حسن بن صالح ہی کے ہاں بھیجدو۔ چنانچہ اس نے لونڈی حسن بن سالم کو واپس کر دی۔ (نزہتہ المجالس باب فضل الصلوٰۃ ص ۱۰۱ ج ۱)

سبق

پہلے زمانہ کی لونڈیاں بھی پانچ نمازوں کی پابند اور ان کے علاوہ تہجّد و نوافل بھی پڑھتی تھیں اور آجکل کی آزاد لیڈیاں بھی تہجّد و نوافل تو کیا فرض نماز بھی نہیں پڑھتیں۔ پہلی عورتوں کی راتیں یادِ رب میں گزرتی تھیں اور اب ماڈرن عورتوں کی راتیں کلب میں گزرتی ہیں۔ انہیں ربّ کا منانا پسند تھا۔ انہیں ناچنا و گانا پسند ہے۔ وہ نماز پڑھ کر روتی تھیں۔ یہ سینما دیکھ کر سوتی ہیں۔ ان کی زبانوں پہ رہتا ہے تو ذکرِ خدا و رسول اور ان کی زبانوں پہ رہتا ہے تو ڈیم فول۔ اس شب بیدار لونڈی پہ ایسی ہزاروں بیکار لیڈیاں قربان۔ ؎

بن گئیں اللہ کی جو لونڈیاں
اُن پہ قربان مغربی یہ لیڈیاں

حکایت ۲۰۷

ایک بخیل مرد کی عورت

ایک بخیل آدمی نے اپنی عورت کو قسم دی کہ خبردار! گھر میں سے کسی کو خیرات نہ دینا۔ ایک دن اس عورت نے شوہر کی تنبیہہ کی پرواہ کئے بغیر کسی محتاج کو کچھ خیرات دے دی۔ اور اتفاقاً شوہر نے دیکھ لیا غصہ میں آ کر کہنے لگا۔ تو نے میری حکم عدولی کیوں کی؟ کہا۔ مَیں نے خاص خدا کے لئے تھوڑا سا دیا ہے۔ شوہر نے غضب میں آ کر آگ کا ڈھیر لگا کر کہا۔ اگر تو نے یہ کام خدا کے لئے کیا ہے تو اس آگ میں خدا کے لئے کُود پڑ۔ خدا کی متوالی عورت نے اپنے بدن کو زیور اور عمدہ کپڑوں سے آراستہ کیا۔ خاوند نے پوچھا کہ یہ آراستگی کا کیا موقعہ ہے؟ کہا جب دوست اپنے دوست سے ملتا ہے تو اس کے لئے کچھ بناؤ سنگار بھی کرتا ہے۔ یہ کہہ کر آگ میں گر پڑی۔ شوہر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ باوجود آگ کی تیزی کے عورت آگ میں بالکل محفوظ رہی۔ اور آگ نے اس کا بال تک نہ جلایا اور وہ صحیح سلامت رہی۔ اسی وقت ہاتف سے اُسے آواز آئی کہ اے شخص تو تعجب نہ کر۔ آگ ہمارے احباب کو نہیں جلایا کرتی یہ سُن کر اس شخص نے سچے دل سے بخل سے توبہ کر لی۔ اور اپنی نیک بیوی کو عزت و تعظیم سے رکھا۔ (نزہتہ المجالس ص ۴۹ ج ۱)

سبق

سخاوت۔ صدقہ و خیرات سے خدا کے غضب کی آگ بھی بُجھ گئی ہے۔ پھر جہنم کی یا اس دنیا کی آگ سے کیوں نہ بُجھے؟ صاحبِ نزہتہ المجالس نے یہ حکایت لکھنے کے بعد حضرت بایزید بسطامی علیہ الرّحمۃ

کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے۔ کہ
مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَانَ عَلَى النَّارِ عَذَابًا وَ مَنْ جَهِلَهُ كَانَتْ عَلَيْهِ عَذَابًا۔ یعنی جو شخص اللہ کا عارف بن جاتا ہے۔ وہ خود آگ کے لئے عذاب بن جاتا ہے اور آگ اس سے پناہ مانگنے لگتی ہے اور جو شخص خدا سے غافل ہو جاتا ہے۔ آگ اس کے لئے عذاب بن جاتی ہے۔
پھر فرمایا۔ لَوْ رَأَتْنِي جَهَنَّمُ لَخَمَدَتْ۔ اگر جہنم مجھے دیکھ لے تو بالکل ٹھنڈی پڑ جائے۔ اور حدیث میں بھی آتا ہے کہ مومن جب پُل صراط سے گزرے گا تو جہنم اس سے کہے گا" مجھ پر سے جلدی گزر جا کیونکہ تیرے نورِ ایمان نے میرے شعلے بجھا دیئے ہیں۔ ایک شاعر نے بھی خوب لکھا ہے کہ ؎

دوزخ نے مجھ کو دیکھ کے اللہ سے کہا
مجھ سے تو یہ غریب جلایا نہ جائے گا

معلوم ہوا۔ کہ جہنم بھرنے کے لئے شیطان کا ایک داؤ یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو صدقہ و خیرات دینے سے روکتا ہے اور اگر کسی کو صدقہ و خیرات دیتے دیکھ لے تو اپنے ہی غصہ کی آگ میں جل بھن جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آج بھی جو شخص صدقہ و خیرات دینے سے روکتا ہے۔ وہ شیطان کا کردار ادا کرتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض مرد تو بد عقیدہ ہوتے ہیں لیکن ان کی بیویاں خوش عقیدہ ہوتی ہیں چنانچہ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض مرد گیارہویں کے خلاف ہوتے ہیں لیکن ان کی بیویاں گیارہویں کا ختم دلاتی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آجکل کے ماڈرن شوہر اللہ کی راہ میں تو خرچ کرنے کے مخالف ہوتے ہیں لیکن ان کی ماڈرن بیویاں دن رات

"شاپنگ" میں مصروف رہ کر اللہ کی راہ میں نہ دینے والے شوہر کا دیوالہ نکال کر رکھ دیتی ہیں اور بناؤ سنگار یعنی میک اپ کر کے اپنے شوہر کے ساتھ جا کر شوہر کے سامنے ہی اپنے فرینڈز سے ملتی ہیں۔ گویا اپنے شوہر کو رقابت کی آگ میں جلنے کے لیے ڈال دیتی ہیں میں نے لکھا ہے۔

سر کے اوپر وہ باندھ کر جالی
مرغِ دل کا شکار کرتے ہیں!
بیوی ہے ہم کلام غیروں سے
اور میاں انتظار کرتے ہیں!

حکایت ۲۳۷

ایک خوبصورت عورت اور حضرت جُنید

ایک عورت حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے پاس آکر کہنے لگی۔ میرا شوہر دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ فرمایا اگر اس وقت اس کے نکاح میں چار عورتیں نہیں ہیں تو اسے دوسرا نکاح جائز ہے۔ عورت نے کہا۔ اے جُنید! اگر غیر مرد کو عورتوں کی طرف دیکھنا جائز ہوتا۔ تو میں اپنا چہرہ کھول کر آپ کو دکھاتی۔ تاکہ آپ مجھے دیکھ کر کہتے کہ جس کے نکاح میں میرے جیسی خوب صورت عورت ہو اُسے میرے سوا دوسری عورت کی طرف رغبت کرنا لائق ہے کہ نہیں؟ حضرت جنید عورت کی یہ گفتگو سُن کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو کسی نے اس کا سبب پوچھا۔ تو فرمایا۔ میرے ذہن میں اس وقت یہ خیال آیا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اگر دنیا میں کسی کو مجھے دیکھنا جائز

ہوتا۔ تو مَیں اپنا حجاب اٹھا کہ اس پہ ظاہر ہو جاتا کہ وہ مجھے دیکھتا پھر اس وقت معلوم ہوتا کہ جس کا مجھ جیسا رب ہو اس کے۔ دل میں میرے غیر کی محبت ہونی چاہیئے کہ نہیں؟

(نزہتہ المجالس ص ۴۵ ج ۱)

سبق

سچا مُسلمان وہ ہے جو اپنے دِل میں خدا ہی کی محبت رکھے اور اس کے غیر یعنی بت وغیرہ دنیا کی محبت دِل میں نہ آنے دے اُسی کے رسول کی اطاعت کرے۔ اسی کے نظام کو اپنائے اور اسی کے احکام پہ چلے جو لوگ خدا کے رسول اور اس کے آئین و نظام سے منہ موڑ کر کسی دوسرے ملک کے لیڈر و نظام کو اپناتے ہیں۔ وہ اپنے خدا کی جلالت اس کے رسول کی عظمت اور اس کے آئین و نظام کی برکت سے ناآشنا ہیں۔ اے کاش ان پر اپنے رب کی شان ظاہر ہو جاتی تو وہ کبھی کسی غیر کے نظام کی طرف مائل نہ ہوتے۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ ایک آوارہ آدمی ایک عورت کے پیچھے پیچھے چلنے لگا عورت نے جو دیکھا کہ کوئی آوارہ اس کا پیچھا کر رہا ہے تو مڑ کر اس سے پوچھنے لگی۔ کیا بات ہے؛ جو تم میرا پیچھا کر رہے ہو؟ وہ بولا مجھے تم سے محبت ہے۔ اس لئے تمہارے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں۔ عورت بولی اگر محبت کرنی ہے تو میری چھوٹی بہن مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے اور وہ دیکھو میرے پیچھے آ رہی ہے اس سے محبت کرو۔ آوارہ آدمی نے پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو عورت نے زور سے اُسے ایک لات ماری اور کہا جھوٹے عاشق دعوٰی میری محبت کا اور دیکھو دُوسری طرف؟ جاؤ تمہیں آزما لیا۔ تم آوارہ آدمی ہو۔ سچے عاشق نہیں! اسی طرح جو شخص پڑھتا تو ہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا

اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اور پھر دیکھتا ہو کسی اور لیڈر و نظام کی طرف رَّسُوْلُ، تو جان لیجئے۔ وہ ناکارہ آدمی ہے اور جھوٹا مُسلمان ہے

دعویٔ اسلام ہیں سچے ہو گر
غیر کی جانب اُٹھے پھر کیوں نظر

حکایت ۱۴۷

ایک فاحشہ عورت

حضرت بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک زمانہ میں ایک فاحشہ عورت ایک سجے ہوئے بالا خانہ پر رہتی تھی اور عیاش لوگ اس کے پاس آکر راتیں گزارتے اور اپنا دین و دنیا برباد کرتے۔ ایک روز شام کے وقت حضرت بایزید خود اس کے دروازے پر جا بیٹھے۔ جو شخص بھی اوپر جانے کے لئے آتا آپ کو دیکھ کر واپس چلا جاتا۔ جس کی وجہ سے اس رات اس کے پاس کوئی نہ آیا۔ اس نے لونڈی سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ آج تمہارے دروازہ پہ بایزید بیٹھے ہیں جو بھی آتا ہے۔ انہیں دیکھ کر پلٹ جاتا ہے۔ فاحشہ نے کہا۔ انہیں اوپر بُلا لو۔ وہ انہیں اُوپر لے آئی۔ فاحشہ نے کہا۔ جناب! کہاں آپ؟ اور کہاں مَیں؟ آپ کا مجھ سے کیا کام ہے۔! فرمایا۔ آج کی رات مَیں یہاں رہوں گا۔ بولی میری فیس دو سو اشرفیاں ہیں آپ نے دو سو اشرفیاں جیب سے نکال کر دے دیں۔ اور فرمایا۔ اب جو مَیں چاہوں۔ تجھے کرنا ہوگا۔ اس نے کہا منظور ہے۔ آپ اپنے کپڑوں کا جوڑا ساتھ لائے تھے۔ فرمایا۔ اپنے کپڑے اتار کر یہ کپڑے پہن لو۔ اس

نے پہن لئے۔ فرمایا اب دو قدم آگے بڑھو۔ آگے بڑھی۔ تو آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا۔ الٰہی مَیں نے اس عورت کا ظاہر بدل کر نیک کر دیا ہے۔ اب اس کے باطن کو تو بدل کر نیک کر دے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میرے یہ کپڑے اتار دے۔ بولی۔ معاذ اللہ! اب میری طبیعت وہ نہیں رہی۔ میں نے بارگاہِ الٰہی میں سچّے دِل سے توبہ کر لی ہے۔ مجھے فراق کے بعد وصال غضب کے بعد رضا مل گئی ہے میرے لئے دعا کرتے رہیئے۔ خدا مجھے استقامت دے۔ حضرت بایزید اسے چھوڑ کر چلے گئے اور اگلے سال اسے کعبہ شریف کا طواف کرتے پایا۔ (نزہتہ المجالس باب التوبہ ص ۱۱ ج ۲)

سبق

عورت کا معنیٰ ہے قابل حجاب اور چھپانے کی چیز۔ عورت اگر عریانی پسند اور عیاشی کا باعث بن جائے تو ایسی عورت قوم کے لئے ننگ و عار ہے۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ اللہ والوں کے وجود سے لوگ برائیوں سے بچ جاتے ہیں جس رات بایزید اس فاحشہ عورت کے دروازے پر جا بیٹھے۔ اس رات کئی لوگ برائیوں سے بچ گئے اور ان اللہ والوں کی نگاہِ کرم سے اِنسان کی کایا پلٹ جاتی ہے چنانچہ فاحشہ عورت پر جو نگاہِ کرم فرمائی تو اپنے کپڑے اسے پہنا کر اس کا ظاہر بدل کر اس کا باطن بھی بدل ڈالا اور جس کے گرد عیاش لوگ طواف کرتے تھے اسے کعبہ شریف کا طواف کرنے میں مشغول کر دیا۔ اِسی لئے شاعر نے لکھا ہے۔ کہ ؎

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

حکایت ۷۵

ایک زنڈی

حضرت شیخ کبیر علبیٰ یمنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دن ایک زنڈی پر گذر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم بعد عشار کے تیرے پاس آئیں گے۔ وہ سن کر بہت خوش ہوئی اور خوب بناؤ سنگار کر کے حضرت شیخ کبیر کی انتظار میں بیٹھی جن لوگوں نے سُنا۔ بہت تعجب ہُوا۔ بعد عشاء کے حسبِ وعدہ آپ اس کے ہاں تشریف لائے اور دو رکعت نماز اس کے مکان میں پڑھ کے نکل کھڑے ہوئے۔ زنڈی پر ان دو رکعت کا ایسا اثر ہوا کہ فوراً اٹھی اور کہنے لگی۔ آپ تو جا رہے ہیں۔ فرمایا میرا مقصود حاصل ہو گیا چنانچہ اسی وقت اس زنڈی پر رقت طاری ہوئی اور شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی اور کل مال اسباب اپنا چھوڑ دیا۔ حضرت نے اپنے مُرید سے اس کا نکاح کر دیا۔ اور فرمایا ولیمہ میں صرف روٹیاں پکوا کر سالن کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے حسب الارشاد روٹیاں پکوائیں۔ اس زنڈی کا ایک آشنا بڑا امیر تھا۔ اس کو جب یہ معلوم ہُوا کہ زنڈی نے توبہ کر کے شیخ کبیر کے ایک مرید سے نکاح کر لیا ہے اور اس کا آج ولیمہ ہے جس میں صرف روٹیاں پکوائی گئی ہیں۔ سالن نہیں ہے۔ اس امیر نے چند بوتلیں شراب کی بھیج کر شیخ کبیر کو پیغام بھیجا کہ میں نے سُنا ہے۔ آپ نے زنڈی کا نکاح اپنے ایک مرید سے کر دیا ہے اور آج ولیمہ میں صرف روٹیاں ہی پکوائی ہیں۔ سالن کا انتظام نہیں ہے۔ اس لئے میں یہ بوتلیں بھیج رہا ہوں ان میں جو کچھ ہے۔ اس کا سالن بنا لیجئے۔ مقصد اس کا فقراء سے مذاق اور انہیں شرمندہ کرنا تھا۔ وہ قاصد بوتلیں لے کر جب پہنچا۔ تو آپ نے۔ فرمایا۔ تو نے بہت دیر کر دی پھر ان میں سے ایک بوتل کو خوب ہلایا اور

اسے پیالہ میں ڈالا۔ اسی طرح دوسری بوتل کو بھی ہلایا پیالوں میں ڈالا پھر اس قاصد سے کہا۔ بیٹھ جا۔ ولیمہ تو بھی کھالے۔ وہ قاصد کہتا ہے کہ میں نے بھی بیٹھ کر کھایا۔ تو شراب ایک عمدہ اور لذیذ گھی بن چکا تھا کہ میں نے ایسا لذیذ گھی کبھی نہ کھایا تھا۔ یہ سارا قصہ اس نے امیر کو آکر سنایا تو وہ بھی بڑا حیران ہوا اور اسی وقت اٹھ کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے بھی توبہ کر لی۔

(نزہتہ البساتین ص ۳۱۸)

سبق

اللہ والوں کے جہاں قدم پڑ جائیں۔ وہاں کی کایا پلٹ جاتی ہے آپ کے قدموں کی برکت سے ایک رنڈی تائبہ اور عابدہ بن گئی اور آپ کے ہاتھوں کی برکت سے شراب گھی بن گیا اور آپ کی اس کرامت کی بدولت ایک شرابی امیر شریف انسان بن گیا اور ایک آجکل کا معاشرہ بھی ہے کہ شریف گھرانے کی عورتیں بھی بے حجاب و بے نقاب ننگے منہ۔ ننگے بدن بازاروں میں پھرتی ہیں۔ وہ رنڈی تو حضرت شیخ کبیر کے مرید کی بیوی بن گئی اور آجکل ماڈرن افراد اپنی بیویوں کے مرید بن گئے۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی نظروں۔ قدموں اور ہاتھوں میں ہزار ہا برکتیں ہوتی ہیں۔ ان کی نظر مٹی کو سونا۔ ان کے قدم رنڈی کو عابدہ۔ اور ان کے ہاتھ شراب کو گھی بنا دیتے ہیں اور آجکل کی نظر باحیا کو بے حیا۔ آجکل کے قدم والئف کو طوائف اور آجکل کے ہاتھ حلال کے بدلے حرام اور ثواب کے بدلے عذاب اپنا لیتے ہیں۔

اولیاء کے پڑ گئے جس جا قدم
ہو گیا اللہ کا فضل و کرم

حکایت ۷۶

ماں کی دُعا کا اثر

سلیم ابن ایوب فرماتے ہیں۔ مَیں دس برس کا تھا۔ اور مجھ سے سورۃ فاتحہ تک نہیں پڑھی جاتی تھی۔ تو بعض مشائخ نے مجھ سے فرمایا کہ تو اپنی ماں سے التجا کر کہ وہ تیرے لئے قرآن اور علم کے لئے دعا کرے۔ مَیں نے اپنے علم کے لئے دُعا کرائی۔ ابن سبکی فرماتے ہیں۔ ماں کی دعا کا اثر ایسا ہُوا کہ حضرت سلیم ابنِ ایوب ایسے جیّد عالم ہوئے کہ کوئی عالم ان کا لگا نہ کھاتا تھا۔ اور وہ گویا ایسے سوار تھے کہ کوئی ان کی گرد نہ پاتا اور نشانِ قدم تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ (نزہتہ المجالس باب برالوالدین ص ۱۶۶ ج ۱)

سبق

ماں کا بہت بڑا درجہ ہے۔ ماں کی دعا اپنے بچوں کے لئے دِل سے نکلتی ہے۔ اسی لئے بقول ؎

"دِل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے"

ماں کی دعا مقبول ہوتی ہے سورۃ فاتحہ تک نہ پڑھ سکنے والا ماں کی دُعا سے جلیل القدر اور بے نظیر عالم بن گیا لیکن یہ ماں پہلے زمانہ کی ماں تھی اور آجکل کی ماڈرن مائیں تو دعائیں مانگتی ہیں کہ میرا مُنّا بڑا ہو کر کوئی بڑا افسر بنے۔ ڈی۔ سی بنے۔ تھانیدار بنے اور انگریز نظر آئے۔ انگریزی بولے۔ گویا میرا یہ پھول بڑا ہو کہ مجھے فول سمجھے۔ مسلمان ماں اور ماڈرن ماں کا فرق ملاحظہ فرمایئے۔ ؎

وہ ماں تھی گھر کی دیواروں کی رونق
یہ ماں بنتی ہے بازاروں کی رونق
وہ ماں تو پیدا کرتی تھی نمازی
دھنی تلوار کا میدان کا غازی
یہ ماں جس کو کہا جاتا ہے لیڈی
یہ ماں گر پیدا کرتی ہے تو ٹیڈی

حکایت ۲۷۷

ماں کے قدم

ایک روز ایک شخص نے حضرت ابو اسحٰق سے ذکر کیا کہ رات کو خواب میں مَیں نے آپ کی داڑھی یاقوت و جواہر سے مرصع دیکھی ہے۔ ابو اسحٰق فرمانے لگے۔ تو نے سچ کہا۔ رات مَیں نے اپنی ماں کے قدم چُومے تھے۔ یہ اس کی برکت ہے اور پھر ایک حدیث سنائی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے لوحِ محفوظ پہ یہ لکھ دیا ہے کہ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا مَنْ رَضِیَ عَنْہُ وَالِدَاہُ فَاَنَا عَنْہُ رَاضٍ۔ (نزہۃ المجالس باب بر الوالدین ص ۲۶۸ ج ۱)

یعنی مَیں خدا ہوں میرے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں جس شخص کے والدین اس پہ راضی ہوں گے۔ مَیں بھی اس سے راضی ہوں۔

سبق

حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ آخر زمانہ میں عَقَّ اُمَّہٗ وَاَطَاعَ زَوْجَتَہٗ۔ (مشکوٰۃ) آدمی ماں کا نافرمان اور بیوی کا تابعدار بن جائے گا۔ اس قسم کے لوگوں سے ماں کے قدم چومنے کی توقع عبث ہے۔ ہاں ایسے لوگ بیویوں کے قدم ضرور چومتے ہیں۔ ماں کے قدم چومنے کی برکت سے حضرت ابواسحٰق کی داڑھی یاقوت و جواہر سے مرصّع ہو گئی اور آجکل ماں کے قدموں سے دُور رہنے کی بدولت داڑھی ہی غائب ہو گئی۔ وہ ایک بزرگ انساں کی نیک ماں کے قدموں کی برکت تھی کہ داڑھی کے بالوں سے یاقوت و جواہر جُڑ گئے اور یہ ماڈرن شوہر کی ماڈرن بیوی کے قدموں کی نحوست ہے کہ داڑھی کے بال بھی اُڑ گئے۔ مَیں نے ماڈرن مثنوی میں لکھا ہے کہ ؎

مرد ہو کہ مرد کا چہرہ نہیں
کیونکہ رُخ پہ رِیش کا سہرہ نہیں

حکایت ۷۷

ایک سُنار کی عورت

ایک نیک فطرت اور پاکباز عورت کا خاوند سُنار تھا۔ اس کے گھر میں پانی بھرنے کے لئے ایک سقّہ مقرر تھا۔ جو تیس برس سے اس کے گھر آکر پانی بھرا کرتا تھا مگر کبھی اس نے اس باعفت عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ سقہ پانی لے کر گھر آیا تو اس باعِفّت کی کلائیاں پکڑ کر اپنی طرف کھینچا

عورت نے کلائیاں چھڑائیں اور اندر بھاگ کر دروازہ بند کر لیا۔ سقہ چلا گیا تو اس کا خاوند گھر آیا تو اس نے کہا۔ آج یقیناً آپ سے کوئی گنہ سرزد ہُوا ہے۔ شوہر نے کہا اور تو کوئی گنہ نہیں ہوا۔ البتہ ایک عورت آج مجھ سے کنگن خریدنے آئی تھی۔ میں اس کی نازک اور خوب صورت کلائیاں پکڑ کر بے صبر ہو گیا اور اس کی کلائیاں پکڑ کر اپنی طرف اُسے کھینچا وہ اپنی کلائیاں چھڑا کر وہاں سے بھاگی۔ نیک عورت نے خاوند کی یہ گفتگو سُن کر کہا۔ ٹھیک ہے۔ اے میرے۔ شوہر اس تمہاری زیادتی کا بدلہ تمہاری۔ بیوی سے لیا گیا جیسا کہ تو نے اپنے بھائی مسلمان کی بیوی سے ناشائستہ سلوک کیا۔ اسی طرح تیری بی بی کے ساتھ سلوک ہوا۔ صبح ہوئی تو وہی سقہ اس عورت کے پاس آکر اپنی ناشائستہ حرکت پر نادم ہو کر معافی مانگنے لگا۔ بالیاقت عورت نے کہا۔ اس میں تیرا قصور نہیں۔ میرے ہی خاوند کی نیت بگڑ گئی تھی
(نزہتہ المجالس بابُ التقویٰ ص ۸۲ ج ۱)

سبق

ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے عَفُّوا عَنْ نِسَاءِ النَّاسِ تَعِفُّ النَّاسُ عَنْ نِسَائِکُمْ یعنی تم لوگوں کی عورتوں کی پاکدامنی محفوظ رکھو۔ لوگ تمہاری عورتوں کی عفت محفوظ رکھیں گے آجکل حضور کے اس ارشاد پہ عمل نہ کرنے کے باعث عورتوں کی عصمتیں محفوظ نہیں۔ ماڈرن افراد کی آنکھیں بے حجاب اور ماڈرن عورتوں کے چہرے بے نقاب ایسی صورت میں ہر شخص ایک دوسرے کی عزّت و عصمت پہ حملہ آور کیوں نہ ہو؟ یورپ نے یہ دیوثی سکھائی ہے کہ اپنی عورت کا خود ہی دوسرے مرد سے تعارف کراؤ۔ اور وہ اپنی عورت بیگم

سے تعارف کرائے بلکہ غیر محرموں سے اپنی عورتوں کا آپ ہی ہاتھ ملاؤ اور اگر وہ بھاگ جائے تو ہاتھ ملو۔ کلب میں جاؤ۔ تو اس کی وائف اس صاحب سے اور اس صاحب کی وائف اس صاحب سے ہم آغوش ہو کر ناچیں۔ گویا حضور کے ارشاد کے بالکل برعکس آجکل ایک دوسرے بھائی کی عزت و ناموس کو لوٹا جا رہا ہے۔ نہ عورتوں میں نیک نیتی رہی اور نہ مردوں میں ایک شوہر نے اپنی بیوی سے کہا۔ بھئی! ہمارے ملازم رشید کی بیوی تو تم سے بھی زیادہ حسین و دلکش ہے۔ بیوی نے کہا اور کیا رشید آپ سے زیادہ دلکش و حسین نہیں؟ اس بد نگاہی اور غیر شرعی ملاپ کی سزا قیامت میں تو ملے ہی گی۔ غور کیا جائے تو یہ بے غیرتی اور دیوثی اس دنیا میں بھی ایک عذاب ہی ہے اور اس عذاب کے نام لوگوں نے ترقی رکھ لیا ہے جیسے کتے کا نام موتی رکھ لیا جائے۔

معلوم ہوا کہ غیر محرم کے سامنے عورت کا اپنے جسم کا کوئی حصہ ننگا کرنا گناہ پہ ابھارنا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ دوسرے کی ماں بہنوں کو بدنگاہی سے دیکھتے ہیں وہ دراصل اپنی ماں بہنوں کو بدنگاہی کا نشانہ بناتے ہیں۔ لندن کا ایک لطیفہ بھی سن لیجئے۔ ایک عیاش آفیسر تین مہینے کے دورے پہ گھر سے نکلا۔ ایک مہینہ وہ عیاشی کرتا رہا۔ دوسرے مہینے اس نے اپنا کام سرانجام دیا۔ گھر آیا۔ تو آتے ہی بیوی سے پوچھا۔ کہو پیاری کیا حال ہے؟

بیوی نے جل بھن کر کہا۔ جی رہی ہوں۔"

آفیسر نے حیرت سے پوچھا۔ کیوں کیا ہوا۔

بیوی نے اسی لہجہ میں جواب دیا۔" ہونا کیا ہے تمہارے جانے کے بعد ایک مہینے تک تو تمہارا دوست آتا رہا۔ باقی دو مہینے بڑے بے کیف

تنہائی میں گزرے۔

پس اے مسلمانو! مسلمان بنو۔ نیک اور پارسا بنو۔ اور دوسروں کی ماں بہنوں کو بدنگاہی کا نشانہ نہ بناؤ۔

حکایت ۷۹

دانا عورت

یہ پرانے زمانہ کی بات ہے کہ ایک بزرگ کا گزر ایک دانا بڑھیا کے پاس سے ہوا۔ دیکھا کہ وہ عورت چرخہ کاتنے میں مصروف ہے۔ اس بزرگ نے سلام کیا اور پوچھا۔ کیوں بڑی بی! ساری عمر چرخہ کاتنے ہی میں گزار دی۔ یا کوئی دین کی بات بھی سیکھی؟ بڑھیا نے جواب دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ دین کی باتیں بھی سیکھی ہیں۔ آپ نے اگر کچھ پوچھنا ہو تو پوچھو۔

انہوں نے پوچھا۔ اچھا بتاؤ۔ "خدا ہے"؟ــــ بڑھیا بولی۔ یقیناً ہے پوچھا۔ اس پر کوئی دلیل؟ بولی اس پر دلیل یہ میرا چرخہ ہے۔ پوچھا یہ کیسے؟ بولی یہ ایسے کہ یہ میرا چھوٹا سا چرخہ بغیر چلانے والی کے نہیں چلتا تو زمین و آسمان کا اتنا بڑا چرخہ کیا بغیر کسی چلانے والے ہی چل رہا ہے۔ یقیناً اس کا چلانے والا بھی ہے اور وہی خدا ہے۔

وہ بزرگ اس سادہ سی مگر ٹھوس دلیل سے بڑے خوش ہوئے۔ اور پھر پوچھا۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ خدا ایک ہے کہ دو؟ بولی ایک۔ پوچھا اس پہ کوئی دلیل؟ بولی اس پہ بھی دلیل یہی میرا چرخہ۔ پوچھا یہ کیسے؟ بولی ایسے کہ اگر اسے چلانے والی دو ہوں۔ تو اگر دونوں اسے ایک ہی طرف چلانا شروع کر دیں تو چرخہ تیز گھومنے لگے گا اور اگر ایک

اس طرف اور دوسری طرف چلائے گی تو چرخہ چلے گا نہیں بلکہ ٹوٹ جائے گا. پس مَیں نے یہ سمجھا ہے کہ اگر خدا دو ہوتے. تو اگر وہ زمین و آسمان کے چرخے کو ایک ہی طرف چلاتے تو زمانہ کی رفتار اس قدر تیز ہو جاتی کہ ۱۲ گھنٹہ کا دِن ۶ گھنٹہ کا رہ جاتا اور اسی طرح رات بھی گھٹ جاتی اور دن کے بعد رات. رات کے بعد دِن جلدی جلدی آنے لگتے اور زمانہ جلد از جلد ختم ہونے لگتا اور اگر ایک خدا اس طرف اور دوسرا دوسری طرف چلاتا تو یہ زمین و آسمان کا چرخہ ٹوٹ جاتا. اسی لئے خدا فرماتا ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا- اگر زمین و آسمان میں دوسرا خدا بھی ہوتا تو زمین و آسمان تباہ و برباد ہو جاتے اور نظام عالم درہم برہم ہو جاتا؟ مگر آج تک جو یہ نظامِ عالم کا چرخہ ایک ہی جانب اور ایک ہی رفتار پر چل رہا ہے- اِس سے ثابت ہوا کہ خدا ایک ہی ہے.

(مغنی الواعظین ص ۴۱۵)

سبق

پُرانے زمانہ کی عورتیں گھر کا کام کاج بھی کرتی تھیں اور دین سے بھی آشنا تھیں. بقول آج کل کے پڑھے لکھے ہوؤں کے کہ پہلے زمانہ کی عورتیں جاہل تھیں پہلے زمانہ کی اس دین آشنا بڑھیا کے اس وجود و توحید باری پہ ایک ہی ٹھوس دلیل پہ آجکل کی یونیورسٹیوں کی گریجویٹ عورتوں کی ہزار دانشوریاں اور علمی موشگافیاں قربان. کہاں وہ گھر میں بیٹھ کر چرخہ کاتنے والیاں اور اللہ کو یاد کرنے والی پاکباز بڑھیا. اور کہاں یہ سینما ہاؤس اور کلبوں میں چکر لگا کر یورپ کا چرخہ بن جانے والی لیڈیاں. جنہیں یورپ جس طرح گھمائے. یہ گھوم.

جائیں۔ وہ گھر میں رہ کر چرخہ کاتیں اور یہ کلبوں میں راتیں کاٹیں۔ انہیں قرآنی آیات پسند۔ انہیں فلمی نغمات پسند۔ انہیں علم دین سے پیار۔ انہیں فلم بینی سے پیار۔ وہ خدا کی قائل اور یہ الحاد و کفر پر مائل پرانی بڑھیا اور آجکل کی ماڈرن بڑھیا کے متعلق میرے دو شعر سُن لیجئے۔ ؎

تہذیبِ نو کے بت کا سراپا ہے ڈینجرس
لب ہاتھ اور تلوے ہر اِک عضو لال ہے
نکلی ہے گھر سے بڑھیا بھی بن ٹھن کے ناز سے
باسی کڑھی میں دیکھئے آیا اُبال ہے !!!

حکایت ۸۰

قرآن سے جواب دینے والی عورت

حضرت عبداللہ واسطی فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایامِ حج میں عرفات میں ایک عورت کو دیکھا جو تنہا کھڑی تھی اور یہ آیت پڑھ رہی تھی۔ مَن یَّھْدِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ یعنی جسے خدا راہ دکھا دے اُسے کوئی بھٹکا نہیں سکتا اور جسے وہ راہ بھلا دے۔ اُسے کوئی راہ دکھا نہیں سکتا۔"

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ عورت راستہ بھول گئی ہے۔ اس لئے میں نے اس کے پاس جا کر کہا۔ کہ اے نیک عورت! تو کہاں سے آئی ہے؟ تو اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔

مَیں نے سمجھ لیا کہ یہ بیت المقدس سے آئی ہے۔
میَں نے پُوچھا۔ تم یہاں کیوں آئی ہو؟ تو اس نے یہ آیت پڑھی
وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ۔
مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ حج کے لئے آئی ہے۔
مَیں نے پوچھا۔ کہ آپ میرے اُونٹ پر سوار ہوں گی؟ تو اس نے یہ آیت پڑھی۔
وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَعْلَمْہُ اللّٰہ۔
یعنی تم جو نیک کام کرو۔ اللہ اُسے جانتا ہے"۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ اونٹ پر سوار ہونے کو آمادہ ہے چنانچہ مَیں نے اُونٹ پر بٹھا لیا اور وہ سوار ہونے لگی تو پھر یہ آیت پڑھی۔
قُل لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ۔
یعنی مومن اپنی نظریں نیچی رکھیں"۔ چنانچہ مَیں نے اپنی نظریں دوسری طرف پھیر لیں اور وہ سوار ہو گئی۔ پھر میں نے پوچھا۔ آپ کا نام کیا ہے؟ تو بولی۔
وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ مَرْیَمْ۔
مجھے پتہ چل گیا۔ کہ اس کا نام مریم ہے"۔ مَیں نے پُوچھا۔ آپ کی اُولاد؟ تو بولی۔
وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسیٰ تَکْلِیْمًا۔ وَ اتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلاً۔ یَا دَاؤُدُ اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَۃً"۔ مطلب یہ کہ میرے تین بیٹے ہیں۔ جن کے نام موسیٰ۔ ابراہیم اور داؤد ہیں۔
مَیں نے پُوچھا۔ اگر بھوک ہو۔ تو کھانا موجود ہے۔ تو بولی۔
اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا

یعنی مَیں روزے سے ہوں" پھر ہم ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس کے بیٹوں کے پاس پہنچ گئے۔ تو ماں بیٹے مل کر بڑے خوش ہوئے۔ پھر وہ اپنے بیٹوں سے کہنے لگی۔

فَابْعَثُوْا اَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ ھٰذِہٖٓ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ

یعنی اس نے اپنے بیٹوں کو میرے لئے بازار سے کچھ منگوانے کا حکم دیا۔ میں بڑا خوش ہوا۔ اور اس عورت کے اس کمال پہ حیران رہ گیا۔ کہ اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی۔ جو قرآن سے باہر ہو۔ ہر بات کا جواب اس نے قرآن ہی سے دیا۔ (نزہتہ المجالس ص ۳۷ ج ۲)

سبق

سبحان اللہ! ایک یہ عورت تھی جس کا قرآن پاک سے اس قدر شغف تھا کہ ہر بات کا جواب قرآن ہی سے دیتی ہے۔ اور ایک آجکل کا شغف بھی ہے۔ کہ جو اپنے کلام میں داؔغ اور غاؔلب وغیرہ کے شعر پڑھے۔ فلمی مکالمے ادا کرے۔ وہ ترقی پسند اور بڑا قابل اور جو قرآن پڑھے۔ وہ دقیانوسی اور رجعت پسند مُلاّ اور پرانے خیال کا۔ آجکل جو مسلمان عورتیں ڈھولک پر فضول گیت گاتی اور بیاہ شادیوں میں واہیات شعر پڑھتی ہیں۔ ان کو اس نیک عورت کے کردار سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور اپنی زبانوں کو گندے گانوں سے ملوّث نہیں کرنا چاہیئے بلکہ قرآن یاد کر کے قرآن کی آیات کے ساتھ اپنی زبانوں کو مبارک اور طیّب و طاہر بنا لینا چاہیئے۔ ؎

اے مُسلماں عورتو قرآن پڑھو
اور گندے گانوں گیتوں سے بچو

حکایت ۸۱

دُو سوکنیں

بغداد میں ایک تاجر تھا جس کی شادی ہو چکی تھی۔ کچھ دِنوں بعد اُس نے دوسری شادی کر لی۔ پہلی بیوی کو اُس شادی کا کوئی علم نہ تھا۔ تاہم یہ بھید کب تک چھپا رہ سکتا تھا۔ اسے پتہ چل گیا لیکن اس نے اپنے شوہر سے اُس بارے میں کچھ بھی نہ کہا۔ کچھ مدّت کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا۔ اُس نے ترکہ میں آٹھ ہزار دینار چھوڑے۔ اس خاتون نے سات ہزار دینار تو لڑکے کو دے دیئے۔ بقیہ ایک ہزار میں سے نصف تو خود لے لیا اور بقیہ نصف دوسری بیوی کو بھیجدیا۔ اور کہلوایا۔ تمہاری شادی میرے شوہر کے ساتھ ہو چکی تھی۔ اب ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے ترکے میں پانچ پانچ سو دینار کی تھیلی ملی تو اُس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا۔ یہ صحیح ہے کہ میری شادی ان کے ساتھ ہوئی تھی لیکن کچھ دِن ہوئے انہوں نے مجھے طلاق دے دی تھی اور اُس کا کاغذ موجود ہے۔ لہٰذا میں اب اس رقم کی حقدار نہیں۔

بحوالہ تاج کراچی۔ شمارہ جنوری ۷۳ء

سبق

پہلے دور کی ایسی نیک دِل اور سچی مسلمان عورتیں قابلِ رشک ہیں حالانکہ سوکنوں کا رشتہ ایک ایسا رشتہ ہے جس کی بدولت ان کی آپس میں لڑائی عروج پر ہوتی ہے اور خاوند کے لیئے جینا حرام ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری کی ایسی دشمن ہوتی ہیں کہ ان کا نام لینا بھی انہیں گوارا نہیں ہوتا مگر ان دو سوکنوں کا کردار دیکھیئے۔ کہ پہلی کس فراخدلی کے ساتھ اس کا

حصہ اسے بھجواتی ہے اور دوسری کس سچائی کے ساتھ پانچ سو دینار واپس کر دیتی ہے کہ اب مَیں اس کی حقدار نہیں اور آجکل کی یہ ایک ہی ماڈرن عورت خاوند کا جینا حرام کر دیتی ہے۔ خاوند کا سارا اثاثہ اپنی شاپنگ ہی میں خرچ کر ڈالتی ہے چنانچہ ایسا ہی ایک ماڈرن جوڑا آرائش کی دکان پہ پہنچا۔ بیوی اپنی مطلوبہ اشیار کی فہرست سنانے لگی۔ ناخن پالش ۲ عدد۔ ٹالکم پوڈر ایک عدد۔ کٹی کیوڑہ پاؤڈر ایک عدد۔ ایوننگ اِن پیرس ہیر آئل ایک عدد۔ لِپ اسٹک دو عدد ایک ہلکی سرخ اور ایک گہری سُرخ۔ عطرِ حنا سولہ روپیہ تولہ والا ایک تولہ۔ سُرخی مختلف شیڈ ۲ عدد۔ رومال ایک درجن۔ ہیئر پن چار عدد ریشمی جرابیں ۶ عدد۔ سُرخ پرس بڑا سائز ایک عدد۔ تبّت سنو دو عدد۔ سُرمہ ایک تولہ۔

میاں نے حیران ہو کر کہا۔ اور پیچھے مڑتے کہا۔ تم بقیہ فہرست بناؤ۔ مَیں ذرا اپنی گھڑی بیچ آؤں۔ آج کل کے ماڈرن مُسلمان ایک سے زیادہ دوسری اور چوتھی عورت سے شادی کرنے کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں ایک سے زیادہ بیویوں کا رکھنا مولویوں کی ایجاد ہے قدرت نے انہیں اس اپنے ماڈرن اجتہاد کا مزہ یہاں ہی چکھا دیا کہ بیوی ایک ہی رکھو۔ یہ ایک بیوی ہی تمہارا ناک میں دم کر دیگی اور تمہیں یہ شعر پڑھنا پڑے گا۔ ؎

وہ بھی کیا دن تھے کہ بیوی گھر میں جب آئی نہ تھی
رنج سے واقف نہ تھے غم سے شناسائی نہ تھی

معلوم ہُوا کہ اسلامی احکام اگر مرد اور عورتوں کے پیش نظر رہیں تو ایک مرد کی چار بیویاں بھی ہوں تو وہ خوش رہے گا۔ اور اگر اسلامی احکام پیشِ نظر نہ ہوں گے تو ایک "وائف" بھی خاوند کے لئے

بوجھ بن جائے گی۔ ایسی ہی ایک بیوی نے شوہر سے کہا۔ مجھے کانٹے ضرور بنوا کر دو۔ خاوند نے کہا۔ زیور پہننے سے کیا ہوگا؟ یہ بیجا خرچ ہے۔ بیوی نے کہا۔ خدا نے ہمیں کان اسی لئے دیئے ہیں کہ ہماری سنو اور نہ سنو تو گوشمالی۔ یہ تو تھا پرانی دو سوکنوں کا قصہ اب اس زمانے کی دو سوکنوں کا لطیفہ بھی سُن لیجئے۔ دو سوکنیں رات کو اپنے خاوند کی ٹانگیں دبایا کرتی تھیں۔ ایک دائیں ٹانگ دباتی تھی اور دوسری بائیں ٹانگ۔ اتفاقاً دائیں ٹانگ دبانے والی بیوی۔ ایک دن کے لئے میکے گئی تو اس رات شوہر نے اپنی دوسری بیوی سے کہا۔ بائیں ٹانگ دبا کر میری دائیں ٹانگ بھی دبا دینا۔ کیونکہ وہ آج میکے چلی گئی ہے۔ اس نے کہا۔ اس کی ایسی تیسی میں اپنی سوکن۔ والی ٹانگ دباؤں؟ کپڑے دھونے والا سوٹا لا کر غصہ میں آکر اس کی دائیں ٹانگ پر یہ کہہ کر کہ یہ میری سوکن والی ٹانگ ہے اس زور سے مارا کہ بچارے شوہر کی دائیں ٹانگ ٹوٹ گئی۔ دوسرے دِن پہلی بیوی میکے سے آئی تو رات کو جو اس نے شوہر کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی دیکھی تو پوچھا یہ کیسے ٹوٹی۔ تو شوہر نے بتایا یہ تمہاری سوکن کا کارنامہ ہے۔ اس نے میری اس ٹانگ کو تمہارے حِصّہ کی ٹانگ سمجھ کر سوٹا مار کر توڑ دیا ہے۔ یہ سُن کر وہ بھی غصہ میں اٹھی اور سوٹا لا کر کہنے لگی۔ چڑیل کہیں کی۔ اس نے میری والی ٹانگ توڑی ہے تو میں اس کے حِصّہ والی ٹانگ کیوں نہ توڑوں؟ یہ کہہ کر اس نے اس کی بائیں ٹانگ پر زور سے سوٹا مار کر اس کی بائیں ٹانگ بھی توڑ ڈالی اور شوہر بچارہ دونوں ٹانگیں تڑوا بیٹھا۔ آجکل کی ایک ہی ماڈرن عورت کا اپنے شوہر کو یہ چیلنج ہے۔

مجھ سے مت کہنا مَیں فیشن چھوڑ دُوں
ایک ہوں پر دونوں ٹانگیں توڑ دُوں

حکایت ۸۲

شرافت و عصمت

فرہنگ آصفیہ، اُردو کے ضخیم لغت کے نام سے اُردو کا کون پڑھا لکھا ناواقف ہے؛ اس کے مصنف اس کے دیباچہ میں اپنے گھر کی آتش زدگی کا حالِ زار لکھتے ہیں کہ ذکر ۸ فروری ۱۹۱۲ء کی شب کا ہے اور مصنف کی اہل خانہ اس وقت زچہ خانہ میں تھیں۔

"جب آدھے گھر کے قریب جل چکا تو اس کے دُھوئیں اور آگ کی لپٹوں نے جھنجھوڑ کر جگایا..... اتنے میں گھر والی کو خبر ہوئی۔ وہ پہلے تو تنہا صحن تک آئی۔ پھر اپنے بچہ کو لینے اندر چلی گئی۔ اُسے گود میں اُٹھا کر غسل خانہ میں آ کھڑی ہوئی۔ اس وقت آگ لگ جانے کا شور مچ گیا۔ دو چار پاس پڑوس کے آدمی آ گئے۔ ہم نے اپنی گھر والی سے ہر چند کہا کہ دروازے میں آ جاؤ۔ مگر یہی جواب ملا کہ غیر مردوں کی آواز آ رہی ہے۔ ہم کیونکر آئیں۔ اس ہٹ سے ہمیں اس وقت بہت بڑا رنج ہوا۔" (ص ۳ طبع دوم)

خیر، وہ آگ بالآخر کیونکر بجھی اور زچہ اور بچہ کی جان بچنے کی کیا صورت نکلی۔ اس سارے قصہ سے اس وقت بحث نہیں۔ ہمارے اور آپ کے کام کی چیز عبارت کے آخری فقرے ہیں۔ خطرہ کوئی معمولی یا دور کا نہیں۔ بالکل جان پر بنی ہوئی ہے۔ اپنی جان پر بھی اور اپنے بچہ کی جان

پہ بھی۔ شوہر خود آواز دے کہ مردانہ حصہ میں بلا رہے ہیں۔ اس پر بھی
پردہ نشین خاتون کی عصمت پرستی کا یہ عالم ہے کہ اپنی اور اپنے بچہ کی
جان جل جانا منظور، دونوں کا آگ کے شعلوں میں بھسم ہو جانا منظور۔
لیکن یہ گوارا نہیں۔ کہ عصمت کے انتہائی اور اعلٰے معیار پہ کوئی خفیف
سی بھی آنچ آنے پائے۔

سبق

اسلامی شرافت و عصمت اور شرم و حیاء کا یہ واقعہ سچی مسلمان عورتوں
کا کردار ہے۔ جل جانا منظور مگر غیر مردوں کی آواز سننا نا منظور۔ اس واقعہ
کے پیشِ نظر۔ آجکل کی ماڈرن عورتوں کا کردار دیکھ کر ایک سچے مسلمان کا
دل جل جاتا ہے۔ انہیں عزت و شرافت کی خاطر جل جانا منظور تھا اور انہیں
میک اَپ کر کے بن ٹھن کر باہر ننگے مُونہہ پھر کر جلانا منظور ہے۔

پہلی عورتیں جل جانے کے خطرہ کے باوجود غیر مردوں کی آواز نہیں سننا
چاہتی تھیں اور یہ ماڈرن عورتیں پارٹیوں میں جا کر غیر مردوں کی آوازیں سنتی
اور انہیں اپنی آواز سناتی بھی ہیں اور یہ نہیں۔ تو ٹیلیویژن پہ پرائے مردوں
کی آوازیں سن کر خوش ہوتی ہیں۔ وہ شریعت کی اجازت کے باوجود باہر
نہیں نکلی تھیں۔ یہ شریعت کی ممانعت کے باوجود گھر نہیں بیٹھتیں۔ اس مکان
کو اتفاقاً آگ لگ گئی جو بجھ بھی گئی مگر اس آزادی کی آگ نے گھر گھر
آگ لگا رکھی ہے جو ہر دم پھیل ہی رہی ہے۔ بجھنے کا نام ہی نہیں لیتی اور
یہ آگ ایسی خطرناک ہے کہ جس سے جان بھی جاتی ہے اور ایمان بھی باقی
نہیں رہتا۔ ؎

یہ جو آزادی ہے اِس سے بھاگ تو
اپنے گھر میں مت لگا یہ آگ تو!!

دیوبندی حضرات کے

حکیم الامت مولانا اشرف علی کی کتاب بہشتی زیور۔ حکایات

اولیاء اور اُن کے ایک ماہنامہ پیام حق کراچی میں لکھی ہوئی

عورتوں کی تین حکایات

حکیم الامت صاحب کی مشہور کتاب بہشتی زیور کا آٹھواں حصہ "نیک بیبیوں کے حال میں" کے عنوان سے شروع کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک حکایت درج ہے جس کا عنوان ہے "حضرت سری سقطی کی ایک مریدنی کا ذکر"

"حکایات اولیاء"

بھی حکیم الامت صاحب کی تالیف ہے جس میں ایک حکایت درج ہے جس کا عنوان ہے۔ "بزرگوں کی عقیدت مند عورتے"

"پیام حق"

ایک ماہنامہ ہے جو مسلک دیوبند کا ترجمان ہے۔ اس کا شمارہ۔ اکتوبر ۱۹۷۵ء ہمارے سامنے ہے۔ اس میں ایک حکایت درج ہے جس کا عنوان ہے۔ "گوجری"

لیجئے یہ تینوں حکایات بھی پڑھیئے

حکایت ۸۳

حضرت سری سقطی کی ایک مریدنی کا ذکر

ان بزرگ کے ایک مرید بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پیر کی ایک مریدنی تھی۔ ان کا لڑکا مکتب میں پڑھتا تھا۔ استاد نے کسی کام کو بھیجا وہ کہیں پانی میں جا گرا اور ڈوب کر مر گیا۔ استاد کو خبر ہوئی۔ اس نے حضرت سری سقطی کے پاس جا کر خبر کی۔ آپ اٹھ کر اس مریدنی کے گھر گئے اور صبر کی نصیحت کی۔ وہ مریدنی کہنے لگی کہ حضرت آپ یہ صبر کا مضمون کیوں فرما رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تیرا بیٹا ڈوب کر مر گیا۔ تعجب سے کہنے لگی کہ میرا بیٹا؟ انہوں نے فرمایا ہاں تیرا بیٹا۔ کہنے لگیں کہ میرا بیٹا کبھی نہیں ڈوبا اور یہ کہہ کر اٹھ کر اس جگہ پر پہنچیں اور جا کر بیٹے کا نام لے کر پکارا۔ اے محمد! اس نے جواب دیا کہ کیوں اماں۔ اور پانی سے زندہ نکل کر چلا آیا۔ حضرت سری سقطی نے جنید سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس عورت کو ایک خاص مقام حاصل ہے کہ اس پر جو مصیبت آنے والی ہوتی ہے اس کو خبر کر دی جاتی ہے اور اسی کی خبر نہیں ہوئی تھی اس لئے اس نے کہا کہ کبھی ایسا نہیں ہوا۔

فائدہ: ہر ولی کو جدا درجہ ملتا ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ درجہ ایسے ولی سے بڑا ہے جس کو پہلے سے معلوم نہ ہو کہ مجھ پر کیا گزرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جس کے ساتھ جو برتاؤ چاہیں کریں مگر پھر بھی بڑی کرامت ہے اور یہ برکت ہے کہ خدا و رسول کی تابعداری کرے۔ اس میں کوشش کرنا چاہیئے۔ پھر خدا تعالیٰ چاہے تو یہی درجہ دے دیں یا اس سے بھی بڑا دے دیں۔

(بہشتی زیور ص ۶۱ مطبوعہ مطبع سعیدی ۱۳۳۸ھ)

سبق

حکیم الامت صاحب کی لکھی ہوئی اس حکایت سے آجکل کی بدعقیدگی کے جملہ جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ "پیری مریدی" کے خلاف بولنا ایک خطرناک جرثومہ ہے جسے حکیم صاحب نے اس حکایت سے مار ڈالا۔ دوسرا یہ کہ کسی ولی میں یہ طاقت نہیں کہ وہ مرے ہوئے انسان کو زندہ کرے اس مہلک جرثومہ کو حکیم صاحب نے ایک مُریدنی کے پکارنے سے ڈوب کر مرے ہوئے بیٹے کو زندہ باہر بلا لینے کا ذکر کرکے ہلاک کر ڈالا تیسرا یہ خطرناک جرثومہ کہ غائب اور مُردے کو یا کہہ کر پکارنا شرک ہے۔ مُریدنی کے اپنی نظر سے غائب بیٹے کو "اے محمدؐ" کہہ کر پکارنے کا ذکر کرکے اس جرثومہ کو بھی ہلاک کر دیا۔ گویا حکیم صاحب کی یہ حکایت بدعقیدگی کے جراثیم کو ہلاک کرنے کا ایک مفید نسخہ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ کے مقبول بندوں کو آنے والے حالات کا پہلے ہی علم ہو جاتا ہے کہ منبع علم و حکمت اور سارے نبیوں کے علوم سے بھی زیادہ علم رکھنے والے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لکھنا اور کہنا کہ انہیں تو کل کی بھی خبر نہ تھی۔ اور دیوار پیچھے کا بھی علم نہ تھا فلاں چیز کا انہیں علم نہ تھا اور فلاں بات سے وہ بے خبر تھے۔" حکیم صاحب نے یہ لکھ کر اس مریدنی کو ایک خاص مقام حاصل ہے اس پر جو مصیبت آنے والی ہو یعنی جو آئندہ ہونے والا ہو اُسے خبر کر دی جاتی ہے۔ اس ایمان کش جرثومہ کا بیڑہ ہی غرق کر دیا اور صاف لکھ دیا ہے۔ کہ یہ کمال خدا و رسول کی تابعداری سے حاصل ہوتا ہے اور آج بھی اگر کوئی خدا و رسول کی تابعداری کرے تو اس سے بھی زیادہ درجہ مل سکتا ہے تو جب خدا کے رسول کی تابعداری سے آئندہ کے حالات کا علم ہو سکتا ہے تو پھر خدا کے رسول کے علم غیب سے انکار کرنا سب سے بڑی جہالت ہوئی یا نہ؟

حکایت ۸۴۷

بزرگوں کی عقیدت مند عورت

حضرت خواجہ احمد جام مستجاب الدعوات تھے۔ ایک عقیدت مند عورت ان کی خدمت میں اپنے ایک نابینا بچے کو لائی اور عرض کیا۔ اپنا ہاتھ اس کے منہ پر پھیر دیجئے اور اس کی آنکھیں اچھی کر دیجئے۔ اس وقت آپ پہ شانِ عبدیت غالب تھی۔ اس لئے نہایت انکسار کے ساتھ فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ اس نے اصرار کیا مگر آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ غرض تین چار مرتبہ یونہی ردّو بدل جب آپ نے دیکھا کہ وہ مانتی ہی نہیں تو آپ وہاں سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے چل دیئے۔ کہ یہ کلام تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا۔ تھوڑی دُور چلے تو الہام ہُوا تو کون؟ اور عیسیٰ کون؟ اور موسیٰ کون؟ تیچھے۔ لوٹ۔ اس کے منہ پر ہاتھ پھیر۔ تم اچھا کر سکتے ہو۔ نہ عیسیٰ "ماکنیم" یعنی ہم کرتے ہیں۔ آپ یہ سُن کر لوٹے اور ما می کنیم فرماتے جاتے تھے۔ اور جا کر اس کے مونہہ پہ ہاتھ پھیر دیا اور اس کی آنکھیں اچھی ہوگئیں۔

(دیوبندی حضرات کے حکیم الامت مولانا اشرف علی کی تالیف حکایات اولیاء ص ۲۴۹)

سبق

اصل فاعل خدا ہے اور اولیاء کرام خدا کی مدد کے مظہر ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقبولوں کے ہاتھوں سے بیماروں کو شفا دیتا ہے۔ اور ان کے دستِ شفاء کے پھرنے سے اندھے بھی بینا ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے ایک عقیدت مند عورت کا ایمان۔ اور بقول حکیم الامت عورت نے یوں کہا

کہ آپ اس کی آنکھیں اچھی کر دیجیے۔ حکیم الامت صاحب کے آجکل کے معتقدین میں سے اگر اس وقت کوئی وہاں ہوتا تو وہ جھٹ شرک کا فتویٰ لگا دیتا۔ کہ اچھا کر دینا تو خدا کا کام ہے اور تو خواجہ احمد جام کو کہہ رہی ہے کہ آپ اچھا کر دیں۔ معلوم ہوا کہ پہلے زمانہ کی مسلمان عورتیں بھی بزرگوں سے عقیدت رکھتی تھیں اور انہیں یقین تھا کہ اللہ کے مقبولوں سے سب کچھ مل سکتا ہے۔ ؎

در فیض حق بند جب تھا نہ اب کچھ
فقیروں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ

اور آجکل کے بعض مرد بھی یوں کہتے ہیں۔ ؎

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

حتیٰ کہ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی لکھ ڈالتے ہیں کہ جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" اس قسم کی بدعقیدگی کے حامل سینکڑوں مردوں کی بدعقیدگی اس پاکباز عورت کی عقیدت پہ قربان۔ کتنی خوش قسمت تھی وہ عورت جو اپنے حسن عقیدت سے اللہ والوں سے اپنے اندھے بیٹے کے لیے آنکھیں لے کر آگئی اور کتنے بدبخت ہیں وہ مرد جو اللہ والوں کو بری نظر سے دیکھ کر دل کی بصیرت کھو کر دل کے اندھے ہو گئے۔ ؎

اولیاء کی ہے غذا بس یادِ حق
جان ان کی مظہرِ امدادِ حق

حکیم صاحب کی یہ دو حکایات پڑھنے کے بعد اب پڑھیے۔
دیوبندی حضرات کے ماہنامہ پیامِ حق کی حکایت جس کا عنوان ہے "بو علی قلندر" مگر ہم نے "عورتوں کی حکایات" کی مناسبت سے اس کا عنوان

رکھا ہے۔ گوجری۔

حکایت ۸۵

گوجری

چھل چھبیلی گوجری بید کی طرح لچکیلی رُوپ ہیں چندرا کو شرماتی سر پہ دہی کا مٹکا دھرے کمر کو بل دیتی ہوئی جوانی کے نشہ میں جھومتے ہوئے چلی آ رہی تھی۔ ایک خستہ حال فقیر سرِ راہ بیٹھے ہوئے تھے۔ گوجری کے یہ ٹھاٹھ دیکھتے ہوئے بولے۔ کیا بیچتی ہے؟ گوجری نازسے بولی۔ دہی بیچتی ہوں۔ "ہمیں نہ کھلاؤ گی۔ دہی؟ فقیر دستِ سوال بڑھا کر بولے۔ گوجری ہنس پڑی۔" بابا تم کیا کھاؤ گے دہی" اس کی ہنسی میں بے باکی تھی۔ غرور تھا۔ جیسے کہتی ہو۔ یہ انمول ہے۔ میرے حسن کی طرح انمول۔ فقیر قہقہہ لگا کر بولے" ہم اس کے دام دیں گے" گوجری ان کی جرأت پہ کاجل بھری آنکھوں میں ڈورے ڈال کر بولی۔" سونے کا ایک ٹکا دینا ہوگا" فقیر زانو پہ ہاتھ مار کر بولے۔" سونے کا ایک ٹکا" گوجری نے دیکھا فقیر کے کھُردرے ہاتھ میں اشرفی چمک رہی تھی۔ اس نے مٹکا سر سے اتارا۔ اور لیجا کر بولی۔" لاؤ برتن لاؤ" فقیر فاتحانہ انداز سے بولے۔ ہمیں دہی نہیں چاہیئے۔ جاؤ لے جاؤ "ٹکا" بھی دیا۔ اور دہی بھی چھوڑا۔ ہم جو چاہتے تھے مِل گیا۔ گوجری ٹکا لے کر سوچ میں پڑ گئی کیسا خریدار ہے مال بھی چھوڑا اور دام بھی۔ وہ مٹکے کو سر پہ رکھ کر صدا لگاتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔" لے لو دہی" اب گوجری کا روز کا یہ معمول تھا کہ ان کے پاس آتی اور سونے کا ٹکا پا کر آداب بجا لاتی۔ ہر روز سونے کا ٹکا پانے سے اس کے گھر میں خوشحالی کے دَور دورے ہو

گئے۔ فقیر کی ایک نگاہِ کرم نے اس کی غربت کو امارت میں بدل دیا۔
اس کے باوجود گوجری کا گھر بے چراغ تھا۔ ایک روز اسے مغموم پا کر شوہر
بولا۔ فقیر جو تم پہ اتنا مہربان ہے۔ اس سے لڑکا کیوں نہیں مانگتی۔ یہ بات
گوجری کے دِل میں بیٹھ گئی اور شوہر سے کہنے لگی۔ آج فقیر سے یہ بات ضرور
کہوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے مالا مال کر دیں گے۔ دوسرے دن وہ
بن ٹھن کر دہی کا مٹکا سر پہ رکھا اور فقیر کے پاس جا پہنچی اور بولی
آج میں سونے کا ٹکا نہیں لوں گی۔ فقیر نے کہا تو پھر کیا لو گی؟ گوجری بولی
میرے اولاد نہیں ہوتی۔ سُندر سا بالک لوں گی۔ فقیر مسکرا کر بولے۔ ہم تمہیں
نہال کر دیں گے۔ کل اپنی اُن تمام سہیلیوں کو ساتھ لے آنا۔ جن کی گود خالی
ہے۔ ہم مراد سے بھر دیں گے۔ گوجری آداب بجا لائی۔ جھک کر سلام کیا اور
مسکراتی ہوئی لوٹ آئی چنانچہ دوسرے دن گوجری اپنی تمام بے اولاد سہیلیوں
کو لے کر فقیر کے پاس پہنچ گئی۔ فقیر منہ سے پان کا اگال نکال کر بولے۔ یہ
لو اس میں سے تھوڑا تھوڑا سب کھا لو اور خدا کی قدرت دیکھو۔ سب نے
تھوڑا تھوڑا اُگال کھا لیا۔ ایک عورت جو بڑی مغرور تھی۔ ماتھے پہ تیوری چڑھا
کر بولی۔ ہائے مجھے تو اس جھوٹن سے گھن آتی ہے۔ یہ کہا اور اگال زمین
پر پھینک دیا۔ وقت مقررہ پہ گوجری اور اس کی تمام سہیلیوں کے یہاں
بچے پیدا ہو گئے اور اندھیرے گھروں میں اُجالا ہو گیا۔ مغرور نازنین نے
یہ حال دیکھا تو دل ہی دِل میں شرمائی اور پچھتائی۔ سب عورتیں خوشی خوشی
بچوں کو گود میں لئے فقیر کے پاس آئیں اور خوشخبری سنائی۔ فقیر خوش ہو گیا
یکایک فقیر کی نظر اس مغموم عورت پہ پڑی۔ آپ اس سے مخاطب ہو کر بولے
تو آج کیوں اداس ہے؟ وہ ندامت سے گردن جھکا کر بولی۔ مَیں نے آپ کا
اگال زمین پہ ڈال دیا تھا۔ کھا لیتی تو آج میری گود بھی ہری ہو جاتی
فقیر مسکرا کر بولے۔ تو غمگین نہ ہو۔ فقیر کسی کو اداس نہیں دیکھ سکتا۔ جا دیکھ

کہاں ڈالا تھا تو نے اُگال۔ وہ عورت اٹھی چٹان کی دوسری طرف اس نے فقیر کا اگال حقارت سے پھینک دیا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کہ اسی جگہ پہ پڑا ہوُا بچّہ انگوٹھا چوس رہا تھا۔ ماں کی ممتا بھری ساکن ندی میں ہلچل مچ گئی۔ " میرا بچّہ " کہہ کر محبت کے ساتھ گود میں اٹھا لیا پھر سہیلیوں میں آئی اور مسکرا کر بولی۔ فقیر نے میری گود بھی ہری کر دی۔ فقیر کو مجرا کیا۔ فقیر نے دُعا دی۔

یہ فقیر حضرتِ بُوعلی قلندر تھے۔ سب حضرت بوعلی قلندر کے گُن گاتی اپنے گھروں کو لوٹیں۔

دیو بندی حضرات کا رسالہ
" پیامِ حق "
کراچی۔ اکتوبر ۱۹۵۴ء

سبق

دیو بندی اور غیر مقلّدین حضرات کی معتمد علیہ سب سے بڑی مشہور کتاب تقویۃ الایمان جسے یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں چھاپ کر مفت تقسیم کرتے ہیں اور جو ان کے عقائد کی منبع ہے۔ اس کی پہلے چند ایک عبارتیں پڑھ لیجئے۔

(۱) انبیاء و اولیاء کو اللہ نے عالم میں تصرّف کرنے کی کچھ قدرت نہیں دی کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں۔ یا اولاد دیں یا مشکل کھول دیں۔ (ص ۱۶)

(۲) اللہ زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجزنہ لوگوں (انبیائ و اولیاء) کو پکارنا جو کچھ فائدہ و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص (اللہ) کا مرتبہ ایسے ناکارے

لوگوں کو ثابت کیجیے"۔ (ص ۱۹)

(۴) کسی کا نام عبدالنبی، پیر بخش۔ یا امام بخش رکھنا شرک ہے۔ (ص ۸)

اسی طرح کی ان کی تقریریں اور تحریریں ہوتی ہیں کہ کوئی نبی ولی کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جو مانگو خدا ہی سے مانگو۔ غیر سے کچھ مانگنا شرک ہے مگر دیوبندی رسالہ کی اس حکایت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندے اپنے اللہ سے دین و دنیا کے خزانے لے کر آتے ہیں۔ زانو پہ ہاتھ مارا تو اشرفی پیدا کر لی۔ اور پھر ایک روز نہیں ہر روز۔ یہ تصرف نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اپنے منہ کے پان کے اُگال سے بے اولادوں کو اولاد بھی دے دی۔ یہ سب اللہ ہی کے دین تھی لیکن ظہور اس کا بوعلی قلندر کی ذات سے ہوا۔ باوجود اس کے انبیاء و اولیاء کو ناکارے کہنا کس قدر گستاخی و ظلم ہے۔ کسی دوائی کو شفا بخش کہنا جائز ہے اور سب کہتے ہیں کہ فلاں دوا بڑی شفا بخش ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے خدا شفا دیتا ہے تو اسی طرح اگر کسی امام یا پیر کی دعا سے اللہ بچہ دے تو اس کا نام امام بخش یا پیر بخش رکھنا کیوں جائز نہ ہو؟ اور یہ جو حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ بہت سی عورتوں کو بوعلی قلندر کے منہ کے پان کے اگال سے خدا نے بچے دے دیئے۔ یہ سب بچے اس معنی میں قلندر بخش ہوئے یا نہیں؟ یہ بھی معلوم ہوا کہ ان سب عورتوں میں سے جس مغرور تقویۃ الایمانی عورت کو بوعلی قلندر کے منہ سے اُگال سے گھن آئی اور اس نے فیض رساں اُگال کو پھینک دیا خدا نے اسے بھی محروم نہ رکھا کہ وہ ایک مقبول کے دروازہ پر آئی تو تھی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس ذات پاک و بابرکات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کی یہ شان ہے کہ زانو پہ ہاتھ مارا۔ تو اشرفی پیدا کر لی۔ اس ذاتِ پاک کے

تصرف کا اپنا کیا عالم ہوگا؟ باوجود اس کے اگر کوئی ان کے لئے یہ لکھ کہ جس کا نام محمدؐ ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان) وہ کس قدر گستاخ اور بدنصیب ہے۔ ہمارے حضور تو زمین بھر کے خزانوں کے مالک ہیں۔

معلوم ہوا کہ اس قسم کے لوگوں کا حافظہ اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ انہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ ہم کیا لکھ چکے اور اب کیا لکھ رہے ہیں۔ گویا "دروغ گورا حافظہ نہ باشد" کے بہ مصداق ہوتے ہیں۔ پس اس دیوبندی حکایت کے پیش نظر حقیقت یہی ہے۔ کہ۔ ؎

درِ فیضِ حق بند جب تھا نہ اب کچھ!
فقیروں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ

متفرق

حکائتیں

حکایت ۸۶

دو عورتیں اور ایک بچہ

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دو عورتیں اپنا اپنا بچہ لے کر گھر سے نکلیں. راستے میں جنگل آیا تو ایک بھیڑیئے نے ایک بچہ کو اٹھا لیا اور لے گیا۔ اب دونوں عورتوں میں اس بات پر لڑائی ہونے لگی. کہ بھیڑیا کس کے بچے کو اٹھا کر لے گیا ہے. ایک کہتی کہ تمہارے بچے کو لے گیا ہے. میرا بچہ تو یہ موجود ہے. آخر کار لڑتے لڑتے یہ دونوں عورتیں حضرت داؤد علیہ السلام کے دربار میں پہنچیں. آپ نے دونوں کا تصفیہ فرمایا. کہ لڑکا بڑی عورت کو مل جانا چاہیئے۔ وہی عورت بڑی بھی تھی اور بچہ تھا بھی اس کے پاس اس لئے. بچہ اسی کو دے دیا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس وقت وہاں موجود تھے. فرمانے لگے. ایک چھری لاؤ. میں اس بچہ کو درمیان سے کاٹ کر دونوں کو آدھوں آدھ تقسیم کر دیتا ہوں۔ یہ سُن کر چھوٹی عورت کی مادری شفقت نے جوش مارا اور بے تاب ہو کر کہنے لگی. یا حضرت! آپ ایسا نہ کیجیئے. یہ اسی کا بیٹا ہے. آپ اسی کو دے دیں. لیکن خدارا اسے کاٹیں نہیں. حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میرا فیصلہ یہ ہے کہ بچہ اسی چھوٹی عورت کا ہے. جس کے دل میں مادری محبت کا جوش پیدا ہو گیا۔ اگر یہ اس بچے کی ماں نہ ہوتی تو بڑی عورت کی طرح یہ خاموش رہتی. حضرت داؤد علیہ السلام بھی اس فیصلہ پر خوش ہو گئے اور بچہ اسی چھوٹی عورت کو دے دیا گیا۔

(نزہتہ المجالس باب بر الوالدین ص ۱۶۶ ج ۱)

سبق

ماں کا بہت بڑا درجہ ہے۔ ماں اپنے بچے کی ذرا سی تکلیف بھی
برداشت نہیں کر سکتی۔ نو ماہ شکم میں رکھ کر بچے کو تکلیف کے ساتھ
جنتی ہے اور پھر دن رات اس کی نوکر بنی رہتی ہے۔ اسی لئے۔
شریعت میں ماں کا درجہ باپ سے بھی تین گنا زیادہ ہے لیکن آجکل
کی ماڈرن ماؤں میں نسائیت نظر نہیں آتی۔ مردوں کی طرح ننگے منہ ننگے
سر اور مردوں کی طرح پتلون پہن کر بازاروں میں گھومنے والی ماؤں کے
دلوں میں شفقت بھی باقی نہ رہی۔ ہسپتال میں بچہ جن کر کسی آیا کے
سپرد کر دیتی ہے۔ وہ زمانہ گیا۔ جب ماں باپ اور بچہ یکجا رہتے۔ ماں
باپ بچے کو بیٹا اور بیٹا باپ کو ابا جی اور ماں کو امّی کہتا تھا۔ اب ماں
کلب میں۔ باپ سینما میں اور بچہ کسی انگریزی سکول کے ہوسٹل میں۔ ماں
باپ بچے کو "بے بی" اور "بے بی" باپ کو ڈیڈی اور ماں کو ممی کہتا ہے
ایک ہندو پروفیسر نے لکھا تھا۔ کہ "موجودہ زمانے کی عورت اب عورت
نہیں رہی۔ عورت گھر کی مالکہ تھی لیکن اب یہ چلتی پھرتی گڑیا بن گئی ہے
مغرب زدہ عورت نے گھریلو زندگی کے خرمن میں آگ لگا دی ہے۔ اب اس
میں نہ کنبہ کی محبت رہی ہے۔ نہ بچوں کے ساتھ دلچسپی۔ اب یہ کتوں
اور بلیوں سے محبت کرنے والی۔ اور فرینڈز و کلب کی دلدادہ بن گئی
ہے۔" (ماہِ طیبہ اکتوبر ۱۹۶۲ء) - ایسی عورت کو اپنے بچے سے کیا اُنس
ہو سکتا ہے۔ بلکہ بعض ایسی عورتیں تو بچہ پیدا ہوتے ہی اس کا گلا۔
گھونٹ کر کہیں پھینک آتی ہیں اور یورپ کے ہسپتال تو اس قسم کی
ماؤں کی مہربانیوں سے حرامی بچوں سے بھرے رہتے ہیں۔ ۱۹۶۲ء ہی
میں کسی بیگم صاحبہ نے کراچی میں اعلان کیا تھا کہ مرد اگر چار بیویاں رکھ
سکتے ہیں تو ہم ایک شوہر پہ اکتفا کیوں کریں۔ میں نے لکھا ہے۔ ؎

ماڈرن عورت کا تقاضا ہے کہ شوہر چار ہوں
ایک شوہر کم ہے کوٹہ اب یہ بڑھنا چاہیئے

اور رسالہ نمکدان میں مجید لاہوری نے لکھا تھا۔ ؎

اب ہمارے واسطے بھی یہ رعایت کیوں نہ ہو
چار شوہر کی ہمیں بھی تو اجازت کیوں نہ ہو!

فرمایئے اس قسم کی عورت کو اپنے بچے سے پیار کیسے ہو سکتا ہے اور اگر چار شوہروں کی بیگم صاحبہ سے کوئی بچہ پیدا ہو تو فرمایئے وہ کس کا ہُوا؟ کیا سلیمان علیہ السّلام کے فیصلہ کے مطابق اس بچّے کے چار ٹکڑے کر کے چاروں شوہروں میں تقسیم کیئے جائیں گے؟

یہ بھی معلوم ہُوا کہ ایسی ماں کی محبت بچّے کے دل میں بھی نہیں رہتی اور وہ ماں کو اپنے ڈیڈی کی وائف سمجھتا ہے۔ مَیں نے اپنی ماڈرن مثنوی میں لکھا ہے۔ ؎

پہلی ماؤں کی تھی بچوں پہ نظر
اب ہے ان ماؤں کی کتوں پہ نظر
بچّے بھی ماں کو سمجھتے ماں نہیں
کہتے ہیں ہم پہ ترا احساں نہیں

یہ بھی معلوم ہُوا۔ کہ بعض چالاک عورتیں دوسری عورت کے بچّے کو بیٹی دے کر بچہ چھین لیتی ہیں اور اسے اپنی ماں کے پاس جانے ہی نہیں دیتیں ماں بیچاری کڑھتی رہتی ہے اور دعا کرتی رہتی ہے کہ میرا بچہ جہاں رہے خوش رہے۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کی محبّت جس کے دل میں ہو اور حضور کی بے ادبی و گستاخی پہ جو لوگ بے چین اور بے تاب ہو جائیں۔ اصل میں حضور انہی کے رسول ہیں اور جو لوگ ایسی۔ گستاخیوں پہ خاموش رہیں بلکہ خود بھی گستاخیاں کرنے لگیں۔ حضور سے اُن

کا کوئی تعلق نہیں۔ اعلیحضرت فرماتے ہیں، سہ

کریں مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے طور پہ اس پہ یہ جرأتیں!
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

حکایت ۸۷

لونڈی کی قیمت

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے بازار میں گئے۔ تو ایک لونڈی بکتی نظر آئی۔ آپ نے اس کے مالک سے پوچھا کہ اس کی کیا قیمت ہے؟ مالک نے کہا۔ میاں چھوڑو تم اس بات کو تم ایک درویش آدمی ہو تم اس کی قیمت نہ دے سکو گے۔ فرمایا کہ یہ بیچاری کیا مال ہے میں تو بڑی بڑی لونڈیوں کا بیعانہ دے رکھا ہے اس تمہاری لونڈی کی قیمت مجھ سے جو پوچھو تو کھجور کی دو گٹھلیاں ہیں اور وہ اس لئے کہ اس میں کئی عیب ہیں دو دن عطر نہ لگائے تو کپڑوں سے بُو آنے لگے۔ نہائے نہ تو سارا بدن میلا ہو جائے۔ مسواک نہ کرے تو گندہ دہن ہو جائے۔ سر نہ دھوئے تو سر کے بالوں میں جوئیں پڑ جائیں۔ عمر زیادہ ہو جائے تو بڑھیا کہلانے لگے۔ کسی مہینے ایام سے خالی نہیں۔ بیت الخلاء جاتی ہے تو اندر سے گندگی نکلتی ہے۔ بھائی جان! میں نے ان لونڈیوں کا بیعانہ دے رکھا ہے جو مشک و کافور اور سراسر نور سے پیدا ہوئی ہیں جن کا لعابِ دہن دریائے شور کو میٹھا کر دے۔ جن کا تبسم مُردے کو زندہ کر دے۔ جن کی خوشبو سے جہان معطر ہو جائے اور جن کی صفت اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمائی۔ حُورٌ مَقْصُورٰتٌ

فِي الْخِيَامِ۔ یہ جنت کی حُوریں ہیں۔ اس شخص نے پُوچھا کہ ایسی لونڈیوں کی کیا قیمت ہو گی۔ فرمایا۔ خواہشات نفسانی کا ترک اور تہجد کی نماز پڑھنی۔ اس شخص کے دِل پر کچھ ایسا اثر ہوا۔ کہ تمام لونڈیوں غلاموں کو آزاد کر کے خدا کے ذِکر میں مشغول ہو گیا اور وہ عابد و زاہد بن گیا۔

(نزہۃ المجالس باب الزہد ص ۲۰۵ ج ۱)

سبق

اس دنیا کا حسن و جمال محض عارضی اور فانی ہے۔ یہ تو پُرانے زمانے کی بات ہے اور آجکل کا ماڈرن حُسن تو اس عارضی و فانی حُسن سے بھی زیادہ عارضی و فانی ہے۔ ماڈرن عورت اگر ایک دِن بھی سینٹ نہ ملے تو اس سے بُو آنے لگے۔ یہ نہاتی بھی ہے تو میم اور صاحب دونوں ایک ہی ٹب میں۔ اس سِلسلہ میں ایک لطیفہ بھی مشہور ہے کہ لندن میں ایک میم اور صاحب دونوں ایک ہی ٹب میں نہا رہے تھے تو صاحب نے کلّی کی تو کہا یہ پانی کا ذائقہ کیوں بدل گیا؟ میم بولی۔ ڈارلنگ مَیں نے تھوڑا سا پیشاب کر دیا ہے۔" پہلے زمانہ کے میاں بیوی میں میل بڑھتا تھا اور آجکل کے ماڈرن جوڑے میں مَیل بڑھتی ہے۔ پہلے دَور میں قدرتی دانتوں کو مِسواک سے صاف رکھا جاتا تھا اور آجکل سُنا ہے پیرس میں عورتیں قدرتی دانت ہی نِکلوا دیتی ہیں تاکہ دانت کا سیٹ مُنہ سے نکال کر صاف کر لیا جایا کرے ورنہ ٹوتھ پیسٹ سے دانت صاف کیے جائیں لیکن پھر بھی کتوں کا منہ چُوم چُوم کر گندہ دہن ہی رہتی ہے۔ جُوؤں سے بچنے کے لئے سَر کے بال ہی کٹا دیتی ہیں۔

لیکن کتوں کی مکھیوں سے ان کا بدن نہیں بچ سکتا۔ پہلے دَور میں عمر زیادہ ہونے پر بُڑھیا ہو جاتی تھیں۔ لیکن اب تو جوان اور داڑھی عورتیں سبھی میک اَپ کر کے جوان بننا چاہتی ہیں۔ حالانکہ آجکل کی جوان عورت بھی غیر فطری ماحول میں بڑھیا نظر آتی ہے۔ بال سفید رنگ زرد اور آنکھ عینک کی محتاج اور جو بُڑھیا ہے۔ اس کا میک اَپ بھی بُڑھیا ہوتا ہے۔ میں نے لکھا ہے۔

ہے یہ بُوڑھے کی تمنا کہ جواں نظر آئے
داڑھی منڈوانے کی اس واسطے عادت نہ گئی
سُرخی پوڈر سے جواں سال نظر آتی ہے
اس کے پوتے سے بھی پہچانی یہ صورت نہ گئی

ایک دوسری نظم میں لکھا ہے۔ کہ

نظر آتی ہے بڑھیا بھی جواں میک اَپ کے صدقہ میں
یہ پوڈر کا کرشمہ ہے کہ کھُرچن بھی ملائی ہے!!
نظر آئی جو ٹیڈی گرل تو عاشق کا دِل بولا!
مجھے آنکھوں نے بوتل کو کو کولا کی پلائی ہے

الغرض پہلے دور کا حُسن و جمال اگرچہ فانی ہی تھا لیکن تھا تو قدرتی مگر آجکل کا حُسن تو ہے ہی خود ساختہ اور مصنُوعی۔ اگر حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کی لونڈی کو دیکھتے تو کھجور کی ایک گٹھلی بھی اس کی قیمت نہ بتاتے۔ معلوم ہوا کہ دانا اور عاقبت اندیش وہ شخص ہے جو ان لونڈیوں کا خریدار بنے۔ جن کا پتہ مالک بن دینار نے بتایا ۔ لیکن افسوس کہ ہمارے دِن رات خواہشاتِ نفسانیہ اور ترکِ نماز میں گزر رہے ہیں اور عاقبت کا ہمیں کوئی خیال ہی نہیں۔ اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

دِن لہو میں کھونا تجھے شب رات بھر سونا تجھے
شرمِ نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حکایت ۸۸

ایک پری جمال عورت

حجّاج نے ایک پری جمال عورت سے نکاح کیا مگر عورت کو اس سے نفرت تھی۔ اس نے ایک روز خلیفۂ وقت کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ حجاج کو حکم فرمائیں کہ وہ مجھے طلاق دے دے اور آپ مجھ سے نکاح کر لیں۔ خلیفہ نے ایسا ہی کیا۔ حجاج نے کھانے کے وقت شاہی دستر خوان پر بیٹھ کر گوشت کا ایک لقمہ منہ میں ڈال کر نکالا۔ اور خلیفہ کے آگے رکھ دیا۔ خلیفہ نے اس امر کا انکشاف چاہا۔ تو کہا کہ آپ میری جوٹھی کی ہوئی چیز کو کیسے کھا سکتے ہیں؟ خلیفہ سمجھ گیا اور اپنے ارادہ سے باز آگیا۔

(نزہتہ المجالس باب ذِکر النساء ص۰ ج۲)

سبق

جمال کی پری سے وفا کی بھری عورت بہتر ہے۔ اس لئے کہ اسے اپنے حُسن پہ ناز۔ عزّو جاہ اور خاوند کی تنخواہ سے پیار ہوتا ہے اور اسے اپنے شوہر پہ ناز اور اس کی محبت بھری نگاہ سے پیار ہوتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ رشتہ کرتے وقت کوئی حُسن و جمال اور کوئی دولت و مال دیکھتا ہے۔ تم سب سے پہلے دین کو دیکھو۔ دین ہوگا تو زوجین میں ایک دوسرے کے حقوق ملحوظ

رہیں گے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ پری جمال مغربی تہذیب نے مسلمان سے کہا ہے کہ تم اسلامی تہذیب کو چھوڑ دو اور مجھے اپنا لو مگر سچا مسلمان اسے یہ جواب دیتا ہے کہ تم سینکڑوں عیاشوں کی جوٹھی ہو۔ مجھے تجھ سے کیا غرض؟ یہ بھی معلوم ہوا کہ مغربی تہذیب کا دلدادہ ملحد بھی ایک پری جمال عورت ہے۔ جو مولوی سے طلاق لے کہ مادر پدر آزادی کا مزہ لینا چاہتا ہے۔ مَیں نے لکھا ہے۔ ؎

خفا ملحد کو ہوتے مولوی پر دیکھتے جاؤ
زنِ عیاش کو بھایا نہ شوہر دیکھتے جاؤ

حکایت ۸۹

ایک بادشاہ کی بخیل بیوی

ایک مچھیرا انعام کے لالچ میں ایک مچھلی بادشاہ کے حضور لایا اور کہنے لگا۔ حضور! یہ ایک خاص مچھلی ہے جو میں آپ کے لئے تحفہ لایا ہوں۔ بادشاہ نے اس کا یہ تحفہ قبول کر کے اسے چار ہزار درہم انعام میں دیئے۔ بادشاہ کی بیوی نے یہ دیکھ کر بادشاہ سے کہا۔ آپ بڑے فضول خرچ ہیں کہ ایک معمولی مچھلی پر اتنی رقم انعام میں دے دی۔ بادشاہ نے کہا۔ اب یہ رقم میں اسے دے چکا ہوں۔ کوئی تدبیر بتاؤ جس سے مَیں یہ انعام واپس لے سکوں۔ بیوی نے کہا۔ آپ اس سے پوچھیئے۔ یہ مچھلی نر ہے یا مادہ؟ اگر نر بتاؤ تو کہیئے۔ مجھے تو مادہ چاہیئے اور اگر وہ مادہ بتائے تو کہیئے مجھے نر چاہیئے۔ چنانچہ بادشاہ نے مچھیرے سے پوچھا کہ یہ مچھلی نر ہے یا مادہ۔؟ مچھیرے نے کہا۔ حضور! یہ نہ نر ہے اور

نہ مادہ بلکہ خُنثیٰ ہے۔ بادشاہ یہ جواب سُن کر ہنس پڑا اور خوش ہو کر چار ہزار درہم انعام میں اور دے دیئے۔ اب تو بیوی اور بھی غصہ میں آگئی۔ مچھیرے سے اتفاقاً ایک درہم زمین پہ گر پڑا۔ بیوی بولی۔ دیکھئے یہ شخص کتنا بخیل و کمینہ ہے کہ آٹھ ہزار درہم پا کر بھی ایک درہم کو نہیں چھوڑ سکا اور اسے جھٹ زمین سے اٹھا لیا۔ آپ اس کی اسی بات پہ ناراض ہو کر سارے دِرہم واپس لے لیں۔ بادشاہ نے مچھیرے سے پوچھا۔ کیوں میاں! آٹھ ہزار دِرہم میں سے تم ایک درہم کو بھی نہ چھوڑ سکے۔ اتنی کمینگی کا اظہار تم نے کیوں کیا؟ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ حضور! درہم کی بات نہ تھی۔ در اصل درہم پہ آپ کا نام لکھا تھا۔ مَیں نے نہ چاہا کہ درہم پہ کسی کا پاؤں پڑ جائے اور آپ کے نام کی توہین ہو۔ بادشاہ اس جواب سے اور بھی زیادہ خوش ہو گیا اور چار ہزار دینار انعام میں اسے اور دے دیئے اور اس کی بخیل بیوی جل بھُن کر رہ گئی۔ اس کے بعد بادشاہ نے سارے شہر میں ڈونڈی پٹوا دی کہ جس نے روپیہ بچانا ہو۔ وہ اپنی بیوی کی رائے پہ ہرگز نہ چلے ورنہ نقصان اٹھائے گا۔

(نزہتہ المجالس ص ۱۲ ج ۲ باب اذکر النساء)

سبق

پہلے زمانہ کے بادشاہ بڑے سخی اور غریبوں پہ خرچ کر کے خوش ہوا کرتے تھے مگر آجکل دولت کو اپنے لئے جمع کرنا اور غریبوں پہ خرچ نہ کرنا عام ہے۔ اسلام نے زکوٰۃ، صدقات اور خیرات کی مدّیں اسی لئے رکھی ہیں کہ امیروں کے مال سے غریبوں کو بھی کچھ ملے چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْم (پ ۲۶ ع ۱۸)

اور ان کے مالوں میں منگتے اور بے نصیب کا حق ہے۔

افسوس کہ امیروں نے اس ارشاد باری پر عمل نہ کیا جس کے باعث کئی قسم کے ازم پیدا ہونے لگے اور دنیا اور بھی مشکلات میں پڑنے لگی۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ کوئی غریب آدمی چاہے کتنا معمولی تحفہ بھی لائے اس کی دلجوئی کرنے کے لئے اسے قبول کر لینا چاہیئے اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ بعض عورتیں شہزادیاں ہی کیوں نہ ہوں۔ غریبوں پر مال خرچ کو فضول خرچی سمجھتی ہیں۔ اپنے لئے شاپنگ کے لئے نکلیں تو چاہے ہزاروں کا خرچ ہو جائے۔ اُسے فضول خرچی نہیں سمجھتیں۔ ہمارے ہی وطن عزیز میں یہ جو سُرخی پوڈر لپ اسٹک اور میک اَپ کا سامان مصنوعی حُسن کے لئے درآمد کیا جاتا ہے۔ اگر اسی ایک مدّ کو بند کر دیا جائے تو ملک بہت بڑی فضول خرچی سے بچ کر کافی زرمبادلہ بچا سکتا ہے۔ مگر نہیں۔ تعیش اور فیشن پر جس طرح روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ ہماری ماڈرن عورتیں اُسے فضول خرچی نہیں سمجھتیں۔ جائز خرچ کی تو پرواہ نہیں لیکن فضول خرچی کا یہ عالم ہے جسے میں نے اپنی ایک نظم میں لکھا ہے۔ ؎

ہے میاں کو حکم بیوی کا کہ آٹا ہو نہ ہو
سُرخی پوڈر کی مگر تکمیل فوراً چاہیئے!
دیکھتا ہے کون اب سینے پرونے کی تمیز
آجکل تو لڑکیوں میں شوقِ فیشن چاہیئے

آجکل بیاہ شادیوں میں جس قدر فضول خرچی ہوتی ہے۔ یہ سب عورتوں کی رائے پر چلنے کا نتیجہ ہے۔ ورنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تو اتنی پاکیزہ اور آرام دہ ہے کہ اس پر عمل کر کے آدمی دین بھی بچا لیتا

ہے اور دنیا بھی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر امیر اور کون ہو سکتا ہے۔ دونوں جہانوں کے آپ مالک ہیں۔ ع

دونوں جہان ہیں آپ کے قبضہ واختیار میں:

باوجود اس کے حضور نے جب خاتونِ جنت یعنی اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فرمایا تو جہیز میں کیا دیا؟ آجکل تو رنگا رنگ کے متعدد جوڑے۔ سونے کے گہنے۔ صوفے سیٹ اور خدا جانے کیا کیا دیا جاتا ہے اور ان سب چیزوں کی پہلے نمائش کی جاتی ہے مگر سبحان اللہ بادشاہِ کونین کی صاحبزادی خاتونِ جنت جب اپنے محبوبِ کائنات باپ کے گھر سے چلی تو جہیز میں کیا لے کی چلی۔ سُنیئے۔ ؎

چلی تھی باپ کے گھر سے نبی کی لاڈلی پہنے
حیا کی چادریں عفت کا جامہ صبر کے گہنے

حکایت نمبر ۹۰

چچازاد بہن بی بی

ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر قبرستان میں ایک شخص پر ہوا جس کا نام اسحٰق تھا۔ وہ ایک قبر کے پاس بیٹھا زار و قطار رو رہا تھا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو بولا یہ قبر میری چچازاد بہن بیوی کی قبر ہے۔ مجھے اس سے بڑا پیار تھا۔ اب میں اس کی قبر سے جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا: اگر کہو۔ تو میں اسے اللہ کے اذن سے زِندہ کر دوں۔ اس نے کہا۔ ہاں ضرور ایسا کر دیجئے۔ آپ نے اس قبر پر کھڑے ہو کر کہا

حکمِ الٰہی سے اٹھ کھڑا ہو۔ قبر پھٹی اور اس میں سے ایک کالے رنگ کا غلام نکل آیا۔ اس پر آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ اس نے عیسٰے علیہ السّلام کو دیکھ کر بلند آواز سے کہا۔ لاالٰہ الا اللہ عیسٰی رُوح اللہ۔" آگ بُجھ گئی۔ اور وہ عذاب سے بچ گیا۔ اس شخص نے کہا یہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ میری بیوی کی قبر یہ نہ تھی۔ وہ ساتھ والی قبر ہے۔ آپ نے وہاں پہنچ کر بھی یہی کہا کہ قم باذن اللہ۔ قبر والے اٹھ کھڑا ہو۔ قبر پھٹی۔ اور اس میں سے ایک خوب صورت عورت زِندہ ہو کر نکل آئی۔ اس شخص نے اسے دیکھتے ہی اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یہی میری بیوی ہے اور بہت خوش ہُوا چونکہ یہ دیر سے جاگا ہُوا تھا۔ لہٰذا وہیں سو گیا۔ اس کے سونے کے بعد وہاں سے ایک شہزادہ گزرا۔ جس پر یہ عاشق ہو گئی اور شہزادہ اس پر عاشق ہو گیا۔ شہزادہ نے فوراً اُسے اپنے گھوڑے پر بٹھایا اور اسے لے کر چلا گیا ادھر خاوند کی آنکھ کھلی تو اپنی عورت کو نہ پا کر ڈھونڈتے ڈھونڈتے اسے شہزادہ کے پاس مِل گئی۔ اس نے شہزادہ سے کہا۔ یہ تو میری بیوی ہے۔ شہزادہ نے کہا۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ تو میری لونڈی ہے۔ وہ عورت بھی کہنے لگی۔ مَیں تو تمہیں پہچانتی بھی نہیں۔ تم بے جا مجھ پر تہمت لگاتے ہو۔ مَیں تو اس شہزادے کی لونڈی ہوں۔ الغرض شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ ایک روز حضرت عیسٰے علیہ السّلام کا وہاں سے گزر ہُوا۔ شوہر نے کہا۔ یا رُوح اللہ! یہ میری وہی عورت ہے جسے آپ نے زندہ کیا تھا مگر اب شہزادہ اِسے اپنی لونڈی بتاتا ہے اور یہ خود بھی کہتی ہے کہ مَیں تو تمہیں جانتی بھی نہیں حضرت عیسٰے علیہ السّلام نے اس عورت سے کہا۔ کیا تو وہ عورت نہیں جسے خدا کے حکم سے ہی مَیں نے ـــــ زندہ کیا ـــــ وہ بولی۔

نہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ اچھا۔ تو ہماری دی ہوئی چیز واپس کر دے۔ اتنا کہنا تھا۔ کہ وہ مردہ ہو کر زمین پر گر پڑی۔ اس پر حضرت عیسٰے علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص اس مرد کو دیکھنا چاہے جو کافر ہو کر مرا اور پھر خدا نے اسے زندہ کر کے ایمان کی حالت میں مارا تو اس کالے رنگ کے غلام کو دیکھے اور جو ایسی عورت کو دیکھنا چاہے۔ جو ایمان کی حالت میں مری۔ پھر خدا نے اسے زندہ کیا اور وہ کفر کی حالت میں مری تو اس عورت کو دیکھ لے۔ (نزہتہ المجالس باب ذکر النساء ص ۱۱ ج ۲)

سبق

بدصورت لیکن باوفا عورت خوب صورت لیکن بے وفا عورت سے ہزار درجہ بہتر ہے پہلی عورت مرد کے لئے جنت اور دوسری مرد کے لئے جہنم ہے۔ اے کاش آجکل کی ہزار جتن کر کے خوبصورت بننے والیاں اپنی عادت وسیرت کو حسین و جمیل بنانے کی کوشش کریں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ حُسن و جمال ـــــ خدا کا عطا کردہ ہے۔ اس لئے اسے خدا کے ارشاد کے مطابق صرف خاوند کے لئے ظاہر کیا جائے مگر اسے غیروں کے لئے ظاہر کیا جاتا ہے اور پھر اس عیاش شہزادے کی طرح آجکل کے عیاش مرد بھی پرائی عورت کو اپنی عورت بتانے لگتے ہیں۔ یہاں ایک لطیفہ بھی سُن لیجئے۔ ایک مرتبہ ایک بڑا عیاش آدمی چند ساتھیوں کے ساتھ مجھ سے کوئی مسئلہ پوچھنے آیا۔ تو کہنے لگا۔ مولوی صاحب! میرے والد صاحب کی دو بیویاں ہیں ایک سگی اور ایک سوتیلی۔ مَیں نے حیران ہو کر پوچھا۔ بھئی! سوتیلی ماں سوتیلی بہن تو سنتے آئے ہیں۔ مگر یہ سوتیلی۔ بیوی ایک نئی بات سننے میں آئی ہے۔ بولا بات یہ ہے کہ میری سگی ماں تو والد صاحب نکاح

کر کے لائے ہیں مگر سوتیلی ماں تو والد بھگا کر لائے ہیں۔ اس کا خاوند موجود ہے لیکن میرے والد صاحب سے وہ ڈرتا ہے اس لئے وہ میرے والد ہی کے پاس رہتی ہے۔ مَیں نے اس سے برجستہ کہا میرے خیال میں آپ اسی سوتیلی ماں کے پیٹ سے ہیں۔ اس کے ساتھی کہنے لگے۔ ہاں صاحب! ٹھیک ہے۔ یہ اسی کا لڑکا ہے۔ اس کے اور اس کے دوسرے جائز بھائیوں سے کوئی جائیداد کا جھگڑا تھا جس کے متعلق وہ مسئلہ پوچھنا چاہتا تھا۔ مَیں نے کہا۔ بھئی شرعی مسئلہ پوچھوگے۔ تو تمہیں اپنے باپ ہی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ زانی کی سزا بڑی سخت ہے۔ ہوتے ہوتے بات بڑھ گئی اور لوگ بھی آگئے اور مَیں نے اس حرامی کو اپنے کمرہ سے نکلوایا فرمایئے۔ آجکل ہمارے معاشرے میں یہ غیر شرعی حرکت موجود ہے یا نہیں؟ مولوی بچارہ لوگوں کی گالیوں کا تختہ مشق اسی لئے بنا ہُوا ہے کہ وہ اس قسم کی حرکتوں کا مخالف ہے۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ یہ سارا حُسن و جمال خدا چاہے تو ایک دم میں فنا کر دے۔ حسن و جمال تو کیا حسین و جمیل ہی کو مٹی میں ملا دے اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ ایک بدصورت کالے غلام نے اس قدر اچھی قسمت پائی کہ مرا کافر۔ اور زندہ ہو کر ایمان لا کر مرا۔ اور ایک خوبصورت عورت اس قدر بد قسمت نکلی کہ مری مومنہ اور زندہ ہو کر کافرہ ہو کر مری۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام میں باذن اللہ مُردے کو زندہ اور زندے کو مار ڈالنے کی طاقت تھی۔ پھر جو اپنے کسی عزیز کو بھی زندہ نہ کر سکیں۔ اور ایک مکھی بھی نہ مار سکیں وہ نبیوں کی مثل بننے لگیں تو کیوں نہ کہا جائے۔ ؎

خدا کی شان تو دیکھو کہ کلچڑی گنجی
حضور بلبلِ بُستاں کرے نوا سنجی

اور یہ معلوم ہوا کہ مُردے سُنتے ہیں جبھی تو عیسٰے علیہ السّلام جب "قم باذن اللہ" فرماتے تھے تو مردہ زندہ ہوجاتا تھا۔ اگر مُردہ سُنتا نہ ہو۔ تو عیسٰے علیہ السّلام ہزار بار قم باذن اللہ کہتے۔ نہ مُردہ سُنتا نہ وہ اٹھتا۔ ؎

چھوڑ دے دیوانے تو دیوانہ پن
انبیاء کی مثل تو ہرگز نہ بن

حکایت ۱۹۱

ماڈرن کُتّا

ایک شخص حرث نامی اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کرتا ہوا کہیں دور نکل گیا۔ اِن میں سے ایک نوجوان کا اس کی بیوی سے ناجائز تعلق تھا۔ وہ کسی بہانے لوٹ آیا اور حرث کے گھر پہنچ گیا۔ حرث کا کتا بھی گھر ہی تھا۔ اس کتّے نے جوان کی بدمعاشی دیکھی۔ تو غصہ میں آکر ان دونوں پر جھپٹ پڑا۔ اور دونوں کو پھاڑ ڈالا۔ حرث جب گھر واپس آیا۔ اور دونوں کو مرا ہوا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور کہنے لگا تعجب ہے کہ دوست میری ہتک حرمت کے درپے ہو اور کتا میرے ناموس کی حفاظت کرے۔ (نزہۃ المجالس)

سبق

یہ کتا پُرانے زمانے کا تھا اور ترقی یافتہ نہ تھا۔ آجکل کا ماڈرن کتّا تو اپنے مالک کی میم صاحبہ کی گود میں بیٹھ کر میم صاحب سے اپنا منہ چھوتا اور اپنی دم ہلا ہلا کر ہیلو ہیلو کرتا نظر آتا ہے اور اپنے مالک

کو کوٹھی میں چھوڑ کر میم صاحب کے ساتھ کار میں بیٹھ کر سیر و تفریح کو نکل جاتا ہے۔ مَیں نے لکھا ہے۔ ؎

ڈارلنگ، کہہ کر لگے منہ چُومنے وہ پیار سے
عاشقو تم سے تو اچھّا یار کا 'بلڈ' اِک ہے

یہ بھی معلوم ہُوا کہ پہلے زمانے کا کتّا بھی بُری حرکت نہ دیکھ سکا اور آجکل کا ترقی یافتہ انسان ایسی حرکتوں کو دیکھتا بھی اور دکھاتا بھی ہے۔ پہلے زمانے کے کتّے کو انسانوں سے پیار تھا اور آجکل ماڈرن انسانوں کو انسان سے عار اور کتّوں سے پیار ہے۔ مَیں نے لکھا ہے ؎

قدر انسانیّت کی کیا جانیں
وہ جو کتّوں سے پیار کرتے ہیں
کتّہ لختِ جگر ہے صاحب کا
اُس سے بوس و کنار کرتے ہیں

مغربی تہذیب میں جتنا وقار کتے کا ہے۔ شوہر کا بھی نہیں۔ چنانچہ ایک میم صاحبہ کتا خریدنے بازار گئیں۔ تو دکاندار نے ایک کتا دکھا کر کہا۔ میم صاحبہ! یہ کتا آپ کے بے حد مناسب رہیگا میم صاحبہ نے کہا۔ شاید میرے شوہر کو پسند نہ آئے۔ دوکاندار بولا میم صاحبہ! شوہر تو آپ کو اچھّے سے اچھّے بھی مل جائیں گے۔ مگر ایسا کتا ہرگز نہ مل سکیگا۔ یہ ہے نئی تہذیب کا درس کہ۔ ؎

جو انسان مل جائے تو اس کو کاٹو
جو کتّا ملے تو اُسے چُومو چاٹو

حکایت ۹۲

ایک عورت کے پیٹ میں سانپ

کراچی - ایک عورت امیر جان کی شادی ۱۷ سال کی عمر میں ہوئی
اُسے اولاد کا بہت شوق تھا۔ ایک دِن ایک سپیرا اس کے گھر آیا
تو اس نے اپنے اسی شوق کے تحت اس سے دوا مانگی۔ سپیرے نے
اُسے سانپ کے دو انڈے دیئے جو اس نے نگل لیے۔ چار ماہ کے
بعد اس نے اپنے پیٹ میں درد محسوس کیا۔ تو مارے خوشی کے پھولی
نہ سمائی۔ اس کے خیال میں یہ درد حمل قرار پانے کی علامت تھی انہیں
دِنوں وہ سپیرا پھر آیا۔ تو امیر جان نے اپنے خاوند کو جو کسی دفتر میں
چپڑاسی تھا۔ مجبور کر کے سپیرے کو چار سو روپے دِلا دیئے۔ رفتہ
رفتہ اس کا یہ درد بڑھ گیا لیکن کوئی بچّہ پیدا نہ ہوا۔ جب تکلیف
بہت بڑھ گئی تو اسے سول ہسپتال لایا گیا۔ جہاں کی ایکسرے رپورٹ
میں یہ ظاہر کیا گیا کہ اس کے رحم میں زندہ سانپوں کا جوڑا ہے۔ جو
امیر جان کی جان کے لئے خطرہ ہیں۔

(اخبار جنگ کراچی رماہِ طیّبہ شمارہ ستمبر ۱۹۶۱ء)

سبق

ماڈرن مسلمان کو ترقی کا شوق تھا۔ یورپ کے سپیرے نے اُسے
فیشن کے انڈے دیئے۔ جو اس نے نگل لئے۔ کچھ دنوں کے بعد
اِن انڈوں سے الحاد کے زہریلے سانپ پیدا ہو گئے۔ ماڈرن مسلمان
مارے خوشی کے جامے سے باہر ہو گیا اور انہیں ترقی کے زینے۔
سمجھتا رہا۔ لیکن دین کے ایکسرے میں یہ الحاد کے سانپ نظر آئے۔ جو

ماڈرن مسلمان کے ایمان کے لئے خطرہ ہیں۔

اسس طرح جو لوگ آج سمگلنگ۔ رشوت اور سود کے انڈے نگل رہے ہیں۔ کل قیامت کے روز ان کے پیٹوں میں خدا ہی جانے کس قدر ہولناک سانپ پیدا ہو جائیں گے۔

پس! مسلمانوں کو شوق ترقی میں یورپین سپیروں سے بچتے رہنا چاہیئے ورنہ ایمان خطرے میں پڑ جائے گا۔

دانا

حکایت ۹۳

دو لونڈیوں کا پُر لُطف مُناظرہ

ہارون رشید کو ایک لونڈی کی ضرورت تھی اس نے اعلان کیا کہ مجھے ایک لونڈی درکار ہے۔ اس کا یہ اعلان سُن کر اس کے پاس دو لونڈیاں آئیں اور کہنے لگیں۔ ہمیں خرید لیجئے۔ ان دونوں میں سے ایک کا رنگ کالا تھا۔ ایک کا گورا۔ ہارون رشید نے کہا کہ مجھے ایک لونڈی چاہیئے۔ دو نہیں۔ گوری بولی۔ تو پھر حضور! مجھے خرید یئے۔ کہ گورا رنگ اچھا ہوتا ہے۔ کالی بولی۔ حضور! رنگ تو کالا ہی اچھا ہوتا ہے آپ مجھے خریدیئے۔ ہارون رشید نے ان کی یہ گفتگو سُنی تو کہا۔ اچھا تم دونوں اس موضوع پر مناظرہ کرو۔ کہ رنگ گورا اچھا ہے یا کالا۔ جو جیت جائے گی میں اسے خرید لوں گا۔ دونوں نے کہا۔ بہت اچھا۔ چنانچہ دونوں کا مناظرہ شروع ہوا۔ اور کمال یہ کہ دونوں نے اپنے اپنے رنگ کے فضائل و دلائل عربی زبان میں اور فی البدیہ شعروں میں بیان کیے یہ اشعار عربی زبان میں ہیں مگر میں نے ان کا اُردو زبان میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ لیجئے آپ بھی سُن لیجئے اور سر دُھنیئے۔ اور غور کیجئے کہ پہلے زمانہ میں لونڈیاں بھی کس قدر فہم و فراست کی مالک تھیں۔

گوری بولی۔ ؎

موتی سفید ہے اور قیمت ہے اس کی لاکھوں
اور کوئلہ ہے کالا پیسوں میں ڈھیر پالے

بادشاہ سلامت! دیکھئے لیجئے۔ موتی سفید رنگ کا ہوتا ہے اور کس قدر قیمتی ہوتا ہے مگر کوئلہ جو کالا ہوتا ہے۔ کس قدر سستا ہوتا ہے کہ چند پیسوں میں ڈھیروں مل جاتا ہے اور سُنیئے۔ ؎

اللہ کے نیک بندوں کا مُنہ سفید ہوگا!

اور دوزخی جو ہونگے منہ انکے ہونگے کالے

یعنی اللہ والوں کے منہ کل قیامت میں گورے اور سفید ہونگے اور جہنمیوں کے مُنہ کالے ہوں گے۔ بادشاہ سلامت! اب آپ ہی انصاف کیجیے گا۔ کہ رنگ گورا اچھا ہے یا نہیں؟ بادشاہ "گوری" کے یہ اشعار سُن کر بڑا خوش ہُوا۔ اور پھر کالی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ سُنا تم نے بھی؟ اب تم بتاؤ کیا کہتی ہو؟ کالی بولی۔ حضور! ؎

ہے مشکِ نافہ کالی قیمت میں بیش عالی

رُوئی سفید ہے اور پیسوں میں ڈھیر پالی

قبلہ کستوری کالی ہوتی ہے مگر بڑی گراں قدر اور بیش قیمت مگر رُوئی جو سفید ہوتی ہے۔ بڑی سستی مِل جاتی ہے۔ اور چند پیسوں میں ڈھیروں مِل جاتی ہے اور سُنیئے۔ ؎

آنکھوں کی پُتلی کالی ہے نُور کا وہ چشمہ

اور آنکھ کی سفیدی ہے نور سے وہ خالی

یعنی دیکھ لیجیے۔ آنکھ کی پتلی جس سے نظر آتا ہے۔ وہ کالی ہوتی ہے۔ سارا نور اسی میں ہوتا ہے۔ اور اس پُتلی کے اِرد گِرد جو سفیدی ہے۔ اس میں قطعاً کوئی نور نہیں۔ بادشاہ سلامت! اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ رنگ کالا اچھا ہے یا نہیں؟ کالی کے یہ اشعار سُن کر بادشاہ اور بھی زیادہ خوش ہُوا۔ اور پھر گوری کی طرف دیکھا۔ تو فوراً بولی۔ ؎

کاغذ سفید ہیں سب قرآن پاک والے!!

کالی نے جھٹ جواب دیا۔ کہ

اور ان پہ جو لکھتے ہیں قرآں کے حرف کالے

گوری نے پھر کہا۔ کہ

میلاد کا جو دِن ہے روشن وہ بالیقین ہے

کالی نے جھٹ جواب دیا۔ کہ

معراج کی جو شب ہے کالی ہے یا نہیں ہے؟

گوری بولی۔ کہ

اِنصاف کیجیئے گا، کچھ سوچیئے گا پیارے

سُورج سفید روشن۔ تارے سفید سارے

کالی نے جواب دیا۔ کہ

ہاں سوچیئے گا آقا! ہیں آپ عقل والے

کالا غلافِ کعبہ، حضرتِ بلال کالے!

گوری کہنے لگی۔ کہ

رُخ مُصطفٰے ہے رُوشن دانتوں میں اُجالا

کالی نے جواب دیا۔ کہ

اُور زلف ان کی کالی کملی کا رنگ کالا

بادشاہ نے ان دونوں کے یہ عِلمی اشعار سُن کر کہا۔ کہ مجھے لونڈی تو ایک درکار تھی مگر میں تم دونوں ہی کو خریدتا ہوں۔

(لؤلؤالشرع)

سبق

سُبحان اللہ کیا ہی پُر لُطف مُناظرہ ہے کہ ان کی بدیہہ گوئی سے ایمان تازہ ہوگیا۔ ایک آجکل کی عورتوں کے آپس میں جھگڑے بھی ہیں کہ جنہیں سُن کر شیطان راضی ہوتا ہے۔ ان لونڈیوں کے اشعار سے ان کی دانش و فراست کا اظہار ہے اور آجکل کی عورتوں کے ڈھونگ

گیتوں سے ان کی حماقت و جہالت آشکار ہے۔ اے مسلمان عورتو!

کیوں نہیں اللہ سے شرماتی ہو تم
گیت گندے کس لئے گاتی ہو تم

حکایت ۹۴

دو لونڈیاں

ہارون رشید کو ایک مرتبہ ایک لونڈی کی ضرورت پیش آئی تو اس کے پاس دو لونڈیاں آئیں۔ ایک کا رنگ کالا تھا اور ایک کا سفید۔ ہارون رشید نے کہا۔ مجھے تو ایک درکار ہے۔ تم دونوں میں سے اسے اپنی خدمت کے لئے رکھوں گا جو اپنے رنگ کی دوسری کے رنگ پر ترجیح ثابت کرے چنانچہ سفید رنگ والی نے اپنے سفید رنگ کی کچھ خوبیاں بیان کیں تو کالی نے کہا۔ حضور دیکھئے۔ اس کا اگر سفید رنگ ذرا سا بھی میرے منہ پر آجائے تو سب مجھے مرضِ برص یعنی پھلبہری کی مریض سمجھیں۔ اور اگر میرا سیاہ رنگ ذرا سا بھی اس کے چہرے پر چلا جائے تو اس کا حسن دوبالا ہو جائے کہ میرا رنگ تل بن کر اس کے چہرے پر چمکنے لگے۔ ہارون رشید نے ان کی حاضر دماغی پر خوش ہو کر دونوں کو خرید لیا۔

(ماہِ طیبہ جولائی ۱۹۵۲ء)

سبق

کوئی انسان گورا ہو یا کالا۔ دونوں رنگ خدا کے پیدا کردہ ہیں اور دونوں ہی میں الگ الگ خوبیاں ہیں۔ لہٰذا کسی کالے رنگ کے انسان

کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیئے۔ اسلام نے اس قسم کی تنگ نظری سے روکا ہے۔ ؎

کوئی گورا ہو یا ہو کوئی کالا
ہے دونوں ہی کا خالق حق تعالیٰ
نہیں گورے کو کالے پر فضیلت
کہ حاصل تقوائے سے ہوتی ہے نفرت

حکایت ۹۵

تین لونڈیاں

مامون رشید کو ایک مرتبہ ایک لونڈی کی ضرورت پیش آئی۔ اس نے اعلان کیا تو اس کی خدمت میں تین لونڈیاں حاضر ہوئیں اور تینوں سامنے کھڑی ہو گئیں بادشاہ نے دیکھا تو کہا۔ مجھے تو ایک درکار ہے اور تم تین ہو۔ اچھا میں تم تینوں سے انتخاب کر لیتا ہوں۔ تینوں لونڈیاں سامنے ایک صف میں کھڑی تھیں۔ بادشاہ جب انتخاب کے لئے اٹھا تو پہلی بولی۔ وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ۔ پہلی نے جب یہ آیت پڑھی۔ تو دوسری جو دونوں کے وسط میں کھڑی تھی بولی۔ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً

وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔

تیسری جو سب سے آخر کھڑی تھی۔ اس نے حسب ذیل آیت پڑھ ڈالی۔ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ

مامون رشید تینوں پر بہت خوش ہوا اور تینوں کو خرید لیا۔

(ماہ طیبہ جولائی ۱۹۵۲ء)

سبق

پہلے دور کی لونڈیاں بھی قرآنِ پاک سے شغف رکھتی تھیں اور آجکل کی یہ "آزاد عورتیں" قرآنِ پاک کے نام سے بھی واقف نہیں. ہاں یہ بات بات میں فلمی گانوں کے شعر پڑھنے میں طاق ہیں. ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی قرآن پاک سے لگاؤ رکھیں اور بجائے گانوں کے قرآن آیات یاد رکھیں۔ ؎

چھوڑ فلمی گانوں اور نغمات کو
یاد کر قرآن کی آیات کو

حکایت ۹۶

ایک حسین لونڈی

ایک نہایت حسین لونڈی حمام خانہ سے نکلی۔ تو ایک جوان اسے دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گیا اور اس کے سامنے آکر یہ آیت پڑھ ڈالی

زَیَّنّٰاهَا لِلنّٰاظِرِیْنَ ۝ یعنی

ہم نے اسے دیکھنے والوں کے لئے زینت دی۔"

اس لونڈی نے اس آیت کے جواب میں فوراً یہ آیت پڑھی.

وَحَفِظْنٰاهَا مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ رَّجِیْمٍ ۝

یعنی ہم نے ہر مردود شیطان سے اس کی حفاظت کی۔"

وہ جوان پھر بولا اور یہ آیت پڑھی۔

نُرِیْدُ اَنْ نَّاْکُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا

یعنی ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اس سے کھائیں اور ہمارے

دِلوں کو آرام ہو۔"

لونڈی نے اِس کا جواب اِس آیت سے دیا۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ یعنی ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے۔ یہاں تک کہ خرچ کرو۔ اس میں سے جو تم دوست رکھتے ہو۔"

جوان نے اس کا جواب یوں دیا۔

وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِکَاحًا۔ یعنی جن لوگوں کو وہ چیز نہ ملے، جس سے نکاح کریں (تو وہ کیا کریں)

لونڈی نے فوراً جواب دیا۔

اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ۔ یعنی وہ اس سے دُور رہیں گے۔

بالآخر جوان نے تنگ آکر کہا۔

لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَیْكِ۔ "تجھ پر اللہ کی لعنت۔"

لونڈی نے یہ آیت پڑھ دی۔

لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ یعنی (تجھ) مرد کو دو دُو عورتوں کے حصہ کے برابر (لعنت) ہے۔

اس کے بعد وہ جوان منہ کی کھا کر خاموش ہو گیا۔ اور ذلیل و رسوا ہو کر چلا گیا۔ (لؤلؤ الشرع)

سبق

دیکھا آپ نے! یہ ہیں پہلے زمانے کی باتیں اور آجکل؟ لیجیے یہ بھی سُن لیجیے۔ آجکل کی لڑکی کہتی ہے۔ ہماری گلی آنا۔! اور لڑکا جواب دیتا ہے۔

اچھا جی!

استغفر اللہ العظیم! یہ زبان جس سے ہمیں اللہ و رسول کا نام لینا تھا۔ اور قرآن و حدیث کو پڑھنا تھا۔ اس سے ہم نے کیا کام لینا شروع کر دیا؟ کیا یہ زبان اس لئے عطا ہوئی ہے۔ کہ اس سے فلمی گانے گاؤ۔ اور گالیاں بکو اور گندے گیت گاؤ؟ توبہ! توبہ!! یہ زبان تو قال اللہ و قال الرسول کے ذکر و ورد کے لئے ہے۔

اے مسلمان عورتو! اس زبان سے نیک باتوں کے سوا گندے اور فحش گیت گانا۔ اور گالیاں بکنا ایسے ہی ہے جیسے دُودھ کے برتن میں پیشاب کر دینا۔ تو یہ عورتیں جن کی زبانوں پر بیاہ شادیوں میں اس قسم کے گندے گیت جاری رہتے ہیں۔ غور کر لیں۔ کہ وہ دُودھ کے برتن کو کس طرح ناپاک کر ڈالتی ہیں۔ ؎

جو ہیں اپنے رب سے ڈرنے والیاں
وہ کبھی دیتی نہیں ہیں گالیاں

حکایت ۹۷

ایک پھل بیچنے والی

بغداد کے بازار میں ایک دکان میں پھول۔ میوے اور پرندوں کا تلا ہوا گوشت بک رہا تھا۔ اور دکاندار کی نگاہ ایک پری چہرہ عورت تھی۔ یہ منظر دیکھ کر ایک ادیب نے یہ آیات پڑھنا شروع کر دیں۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ
وَحُورٌ عِينٌ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝

اس عورت نے یہ سن کر جواب دیا۔

جَزَاءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۔ یعنی یہ سب کچھ اعمال کا بدلہ ہے۔ یعنی قیمت دو۔ اور لے لو۔

(کتاب الاذکیا ص ۴۲۹)

سبق

پہلے زمانہ میں چھوٹوں بڑوں سب کو قرآن یاد تھا۔ اور آجکل چھوٹوں بڑوں سب کو فلمی گانے اور غزلیں یاد ہیں۔ ؎

وہاں سینے میں قرآن تھا یہاں سینوں میں گانے ہیں

حکایت ۹۸

مکہ

جاحظ کا بیان ہے کہ میں نے بغداد کے بازار نخاسہ میں ایک لونڈی کو دیکھا جس کی بولی دی جا رہی تھی۔ اس کے رخسار پر ایک تل تھا تو میں نے اسے بلایا اور اس سے بات چیت شروع کی۔ میں نے اس سے نام پوچھا۔ تو بولی۔ میرا نام مکہ ہے۔ تو میں نے کہا۔ اللہ اکبر۔ حج قریب ہو گیا۔ تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ میں حجرِ اسود کو بوسہ دوں؟ اس نے کہا مجھ سے الگ رہو۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔

لَمْ تَکُوْنُوْا بَالِغِیْہِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ط تم اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ مگر اپنے نفسوں کو مشقت میں ڈالنے سے۔ (کتاب الاذکیا ص ۴۲۹)

سبق

پہلے زمانہ کی چھوٹی بڑی ہر عورت دانشور تھی۔ اور صحیح معنوں میں وہ دانا عورتیں تھیں۔ لیکن آج کل جو عورت یورپ کی ننگی تہذیب کی نقل اُتارے۔ اِنگلش میں گالیاں بکے۔ اسے دانشور اور دانا کہا جاتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا ایسی دانائی سے بچائے کیونکہ ع

گر ولی این است لعنت بر ولی

حکایت ۹۹

عورتیں

عتبی نے ذکر کیا۔ کہ ایک شاعر کا عورتوں پہ گذر ہوا اور اس کو ان کی کچھ عجیب سی شان معلوم ہوئی تو اس نے کہنا شروع کر دیا۔ کہ ؎

اِنَّ النِّسَاءَ شَیَاطِیْنٌ خُلِقْنَ لَنَا
نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ الشَّیَاطِیْن

یعنی عورتیں ہمارے لئے شیطان پیدا کی گئی ہیں۔ ہم شیاطین کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ان عورتوں میں سے ایک نے اس کو جواب دیا۔ کہ ؎

اِنَّ النِّسَاءَ رَیَاحِیْنٌ خُلِقْنَ لَکُمْ
وَکُلُّکُمْ تَشْتَھُوْا شَمَّ الرَّیَاحِیْن

یعنی عورتیں تمہارے لئے گلدستہ پیدا کی گئی ہیں اور تم سب

ہی پھولوں کے سونگھنے کی خواہش رکھتے ہو۔

(کتاب الاذکیاء لامام ابن جوزی ص ۴۳۵)

سبق

عورتیں مرد کے لئے واقعی گلدستہ ہیں۔ بشرطیکہ اِن میں رنگِ حیاء ہو۔ بوئے وفا ہو۔ اور ان میں یہ رنگ و بُو نہیں۔ اور وہ گلدان میں نظر نہ آئیں تو پھر وہ واقعی بقول عتبی شیطان ہیں اور ایسی مادر پدر آزاد۔ اور عُریاں و بے حجاب عورتوں سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ؎

شرم سے محروم جب عورت کی ہو جائے نگاہ
اس کے شر سے مانگیے گا اپنے اللہ سے پناہ

حکایت نمبر ۱۰۰

ایک کنیز

اصمعی نے بیان کیا کہ مَیں ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص ایک کنیز کو ساتھ لے کر آیا۔ تاکہ اسے فروخت کرے ہارون رشید نے اُسے غور سے دیکھا اور پھر کہا۔ اپنی کنیز واپس لے جا۔ اگر اس کے منہ پہ چھائیاں نہ ہوتیں اور ناک دبی ہوئی نہ ہوتی۔ تو مَیں اس کو خرید لیتا تو وہ شخص اس کو واپس لے جانے لگا۔ جب وہ کنیز پردے کے قریب پہنچ گئی۔ تو اس نے کہا۔ امیرالمومنین! مجھے اپنے پاس واپس بُلا لیجئے۔ مَیں آپ کو دُو بیت سُنانا چاہتی ہوں جو اسی وقت موزوں ہو گئے ہیں۔ ہارون

رشید نے کہا. سناؤ. تو اس نے فی البدیہہ یہ شعر کہہ کر پڑھے. ؎

مَا سَلِمَ الظَّبِيُّ عَلٰی حُسْنِهٖ
كَلَّا وَلَا الْبَدْرُ الَّذِيْ يُوْصَفُ
اَمَّا الظَّبِيُّ فِيْهِ خنسٌ بَيِّنٌ!
وَالْبَدْرُ فِيْهِ كَلَفٌ يُعْرَفُ

اب تو ہرنی بھی اپنے حسن پہ سالم نہ رہی اور نہ چاند بچ سکا. جس کی تعریف کی جاتی ہے کیونکہ ہرنی میں ناک بیٹھی ہونا کھلی بات ہے اور چاند میں جو چھائیاں ہیں۔ وہ بھی صاف نظر آتی ہیں۔

اس کی اس بلاغت پہ ہارون رشید حیران رہ گیا اور اُسے خرید لیا.
(کتاب الاذکیاء امام ابن جوزی ص ۴۲۸)

سبق

کتنا عالی دماغ تھا پہلے زمانہ کی کنیزوں کا بھی کہ فی البدیہہ دو شعر کہہ کر بادشاہ کو حیران کر دیا. اور کتنا پست دماغ ہے۔ آجکل کی عورتوں کا کہ لڑائی میں فی البدیہہ گالیاں گھڑ کر محلہ بھر کو حیران کر دیتی ہیں۔ وہ عورتیں اور یہ عورتیں ؟ ؎

دماغ ان کا عالی کلام ان کا عالی !
اور اِن کی زبان پر ہے دِن رات گالی
پسند ان کو دانائی کا پاس کرنا !
اور اِن کو ہے مرغوب بکواس کرنا

حکایت نمبر ۱۰۱

زیبُ النّساء مخفی

ایران کے ایک شہزادہ نے مصرعہ کہا۔ کہ ع

دُرِ ابلق کسے کم دیدہ موجود

یعنی ایسا موتی جو کچھ سیاہ ہو اور کچھ سفید۔ کسی نے کم دیکھا ہوگا۔" مطلب یہ کہ ایسا دو رنگا موتی کہیں موجود نہیں۔

اس مصرعہ پہ دوسرا مصرعہ موزوں نہ ہو سکا۔ اس نے کئی شعراء سے کہا۔ مگر کسی کے اس مصرعہ پہ مصرعہ نہ کہا جا سکا۔ آخر اس نے دہلی کے بادشاہ کو لکھا کہ اس مصرعہ کا دوسرا مصرعہ موزوں کرا کے بھیج دیجئے۔ دہلی کے شعراء بھی موزوں نہ کر سکے مگر زیب النّساء ایک دن سُرمہ لگا رہی تھی۔ اتفاقاً آنسو ٹپک پڑے تو دوسرا مصرعہ آنسو دیکھ کر موزوں کر دیا۔ کہ ؎

دُرِ ابلق کسے کم دیدہ موجود
مگر رشکِ بتانِ سُرمہ آلود

یعنی کچھ سیاہ کچھ سفید رنگ کا موتی کسی نے کم دیکھا ہوگا مگر ہاں محبوب کی سُرمگین آنکھ سے ٹپکا ہوا آنسو ایک ایسا موتی ہے جس میں یہ دونوں رنگ نظر آتے ہیں۔ یہی وہ دو رنگا موتی ہے۔

بادشاہ نے یہ شعر ایران بھیج دیا۔ وہاں سے خط آیا کہ اس شاعر کو یہاں بھیجدو۔ اس کے جواب میں زیب النّساء نے یہ شعر لکھا۔ ؎

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگِ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بہبیند مرا

مخفی زیب النساء کا تخلّص ہے. اس نے لکھا. کہ جس طرح پھول کی خوشبو پھول کے پتے میں مخفی ہے. اسی طرح میں اپنے کلام کے اندر مخفی ہوں. جسے میرے دیکھنے کی خواہش ہو۔ وہ میرا کلام پڑھ لے۔ (یادِ ماضی ص ۲۹)

سبق

زیب النساء جو اللہ کی ایک مخلوق ہے. جب اُسے کوئی غیر آنکھ نہیں دیکھ سکتی. تو اللہ تعالےٰ جو خالقِ کل ہے. اُسے کون دیکھ سکتا ہے؟ اور جس طرح زیب النساء کے دیدار کے طالب کو یہ کہا گیا. کہ اُسے دیکھنے کے لئے اس کا کلام پڑھو۔ بلا تشبیہہ دیدارِ حق کے طالب کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ اس کا کلام پاک قرآن مجید پڑھے۔ اس لئے کہ اس کلامِ حق میں حق کے جلوے موجود ہیں ؎

چیست قرآن اے کلامِ حق شناس
رونمائے ربّ ناس آمد بہ ناس

یعنی قرآن کی تلاوت دیدارِ حق کا ذریعہ ہے. لہٰذا قرآن پڑھیئے.

حکایت ۱۰۲

طلاق کا اختیار

ایک شخص نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی اولاد میں سے تھا

اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ "تیرے اپنے بارے میں میں تجھ کو اختیار دیتا ہوں"۔ اس طرح عورت کو طلاق کا اختیار حاصل ہو گیا۔ اِس کے بعد وہ شخص پچھتایا۔ تو بیوی نے اس سے کہا۔ دیکھئے آپ کے ہاتھ میں یہ اختیار بیس برس سے تھا۔ آپ نے اس کی اچھی طرح حفاظت کی اور اس کو برقرار رکھا تو میں دِن کی ایک گھڑی میں ہرگز اس کی حفاظت نہ کروں گی۔ جب کہ وہ میرے ہاتھ پہنچ گیا ہے۔ اب میں اس کو آپ ہی کو واپس کرتی ہوں۔ اس کی گفتگو نے اس شخص کو حیرت میں ڈال دیا۔ اور اس کو طلاق نہیں دی۔
کتاب الاذکیا ص ۴۳۴)

سبق

مرد میں قوت برداشت و تحمّل عورت سے زیادہ ہے اس لئے طلاق کا اختیار شریعت نے مرد کو دیا ہے۔ اگر یہ اختیار عورت کو ملتا۔ تو شادی کے دوسرے روز ہی بیوی میاں کو طلاق دے دیتی۔ اوپر کی حکایت میں جس نیک عورت کا ذِکر ہے۔ ایسی عورت شاذو نادر ہوتی ہے۔ ورنہ عورتوں میں قوتِ برداشت و تحمّل بہت کم ہے بالخصوص ماڈرن عورتیں تو طلاق کا کوئی معمولی سا بھی بہانہ تلاش کر لیتی ہیں۔ چنانچہ ایسی ہی ایک ماڈرن عورت عدالت میں پہنچی اور کہا جج صاحِب! مَیں اپنے شوہر سے طلاق لینا چاہتی ہوں۔
جج نے پُوچھا۔ مگر کیوں؟ بات کیا ہوئی؟
عورت بولی۔ آج اس نے میرے پیارے ڈاگ (کتے) کا گھر آکر منہ نہیں چوما۔ ؎

ماڈرن عورت ہے آزادی میں طاق
چاہتی ہے کہ میاں دے دے طلاق

حکایت ۱۰۳

لمبی عورت

جاحظ کہتے ہیں۔ ہم چند احباب کھانے کو بیٹھے تھے۔ کہ ہم نے ایک بہت لمبے قد کی عورت دیکھی۔ مَیں نے اس کو چھیڑنے کے ارادے سے کہا۔ "اُتر آ تاکہ ہمارے ساتھ کھانا کھائے" گویا اس کا جسم ایک لمبی سیڑھی ہے جس پہ کوئی عورت چڑھی ہوئی ہے۔

اس نے جواب دیا۔ کہ "تو ہی بلند ہو جا اے اسفل درجہ کے شخص یہاں تک کہ تو دُنیا کو دیکھ لے۔"

(کتابُ الاذکیا ص ۴۲۸)

سبق

کِسی کی شکل و صورت پہ مذاق نہیں اُڑانا چاہیئے بعض اوقات مذاق اُڑانے والے کو یہ مذاق مہنگا پڑتا ہے اور اسے لاجواب ہونا پڑتا ہے۔ لمبی عورت کے لمبے قد پہ مذاق کرنے والے کو جو جواب مِلا وہ اس حقیقت پہ شاہد ہے کہ خدا کی بنائی ہوئی چیزوں پہ مذاق اُڑانا اسفل درجہ کے شخص کا کام ہوتا ہے جو بلند درجہ کے لوگ ہیں وہ اللہ کی بنائی ہوئی جس چیز کو بھی دیکھیں تو یوں پکار اُٹھتے ہیں۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًاۚ

حکایت ۱۰۴؎

دو عورتوں کی گواہی

ایک قاضی صاحب کا مسلک یہ تھا کہ جب ان کو گواہوں پر شک ہوتا تو ان کو الگ الگ کر دیتے تھے تاکہ ایک کی شہادت دوسرا نہ سُن سکے۔ تو ایک مرتبہ ایک ایسے معاملہ میں جس میں عورتوں کی گواہی ضروری ہوتی ہے ان کے سامنے ایک مرد اور دو عورتیں گواہی کے لئے پیش ہوئیں۔ تو انہوں نے حسبِ عادت دونوں عورتوں کو الگ کرنا چاہا تو ان میں سے ایک عورت نے قاضی صاحب سے کہا کہ آپ سے خطا ہوئی کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ تاکہ ایک دوسری کو یاد دلائے۔ جب آپ نے الگ الگ کر دیا۔ تو وہ مقصد ہی فوت ہو گیا۔ جو شریعت میں مطلوب تھا۔ تو قاضی صاحب رُک گئے۔ (کتاب الاذکار ص ۴۲۳)

سبق

مسلمان عورتوں کو دینی معلومات ہونی چاہئیں۔ پہلے زمانہ کی عورتیں دینی معلومات رکھتی تھیں۔ قرآن پاک کی آیات اور ان کے مقاصد بھی ان کو یاد تھے۔ لیکن افسوس کہ آجکل کی ماڈرن عورتوں کو ایکٹرسوں کی وضع قطع اور مغرب کی ادائیں تو خوب یاد ہیں مگر دینی باتوں کا کچھ پتہ نہیں حتیٰ کہ انہیں اپنے مخصوص مسائل کا بھی کچھ علم نہیں۔ سُرخی پوڈر کا تو بڑا اہتمام ہے لیکن قیامِ قیامت کے روز سرخروئی

کا کچھ خیال نہیں۔ اے مسلمان عورتو! سے

عاقبت میں سرخروئی کے لئے
دین کی باتوں کو بھی اپنایئے
کس قدر دانا تھیں پہلی عورتیں
یاد تھیں قرآن کی اُن کو آیتیں

اے مسلمان عورتو! دانا بنو! ۔ تم بھی اپنے دین کی شیدا بنو!

حکایت ۱۰۵

نرالی تدبیر

ایک شخص صاحبِ ثروت و دولت اہواز میں رہتا تھا۔ اس کی ایک بیوی بھی تھی۔ ایک مرتبہ وہ بصرہ گیا۔ تو وہاں ایک دوسری عورت سے بھی نکاح کر لیا۔ جس کا اہواز والی پہلی بیوی کو کوئی علم نہ تھا۔ اس نے اپنا یہ معمول بنا لیا کہ سال میں ایک یا دو دفعہ اس دوسری بیوی کے پاس بصرے جاتا تھا۔ اور اس بصرے والی بیوی کا چچا اس شخص سے خط و کتابت کیا کرتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوُا۔ کہ بصرے والی بیوی کے چچا کا ایک خط اہواز والی بیوی کے ہاتھ لگ گیا۔ جس سے اسے حقیقتِ حال کا علم ہو گیا۔ تو اس نے یہ تدبیر کی۔ کہ اپنے ایک رشتہ دار سے جو بصرہ میں تھا۔ اس مضمون کا خط لکھوا کر شوہر کے نام بھجوایا۔ کہ آپ کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہاں پہنچیے۔ جب یہ خط اہواز میں اس کو ملا تو اس نے پڑھ کر سفر کی تیاری شروع کر دی۔ پھر اہواز والی بیوی نے کہا۔ کہ میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا دل کہیں

اور لگا ہوا ہے اور میرا خیال ہے کہ بصرے میں کوئی اور بیوی آپ کی موجود ہے تو اس نے کہا۔ معاذ اللہ۔ عورت نے کہا۔ میں اتنا کہنے سے مطمئن نہیں ہو سکتی۔ بغیر قسم کے۔ آپ یہ حلف کریں کہ میرے سوا جو بھی آپ کی بیوی ہو غائب ہو یا حاضر ہو۔ اس پہ طلاق ہو۔ تو اس نے یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کا تو انتقال ہو ہی چکا ہے۔ یہ حلف کر لیا۔ پھر اس کی اہواز والی بیوی نے کہا۔ اب آپ کو سفر کی ضرورت نہیں رہی۔ اب وہ عورت آپ سے الگ ہو چکی۔ اور وہ زندہ ہے۔ (کتاب الاذکیا ص ۴۳۸)

سبق

عورت پڑھی لکھی ہو یا ان پڑھ۔ جب کسی حکمت و تدبیر پہ اتر آئے تو مردوں کو بھی حیران کر دیتی ہے۔ یہ ان پڑھ ہو کر بھی بہت کچھ جانتی ہے اور اگر داؤ فریب پہ اتر آئے تو بڑے دانا مردوں کو بھی چاروں شانے چت گرا دیتی ہے اور مرد بچارے حیران رہ جاتے ہیں کہ یہ کیا ہوا۔ اسی لئے اکبر الہ آبادی کہہ گئے ہیں اور خوب کہہ گئے ہیں۔ کہ۔ ؎

کیا بتاؤں کیا کریں گی علم پڑھ کر بیبیاں
بیبیاں شوہر بنیں گی اور شوہر بیبیاں

پھر کہا ؎

ان کے ذکر و کام سے بچنا ابھی دشوار ہے
اور آفت ڈھائیں گی سائنس پڑھ کر بیبیاں

حکایت ر ۱۰۶

ایک عقلمند بُڑھیا

ابو جعفر صمیری بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شہر میں ایک بہت
نیک بڑھیا رہتی تھی۔ جو بکثرت روزے رکھتی تھی اور بہت نماز پڑھتی
رہتی تھی اور اس کا ایک بیٹا تھا جو صراف تھا اور وہ شراب اور کھیل
میں منہمک رہتا تھا۔ دن میں تو وہ دکان میں مصروف رہتا اور شام کو
گھر آکر درہم و دیناروں کی تھیلی اپنی والدہ کے پاس رکھوا دیتا۔ اور
چلا جاتا۔ اور رات بھر شراب خانوں میں رہتا۔ ایک چور نے اس کی
تھیلی اُڑانے کی ٹھان لی اور اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ اور اس طرح
گھر میں داخل ہو گیا کہ اسے خبر نہ ہو سکی اور چھپ گیا اور اس شخص
نے تھیلی اپنی ماں کے سپرد کرکے اپنی راہ لی اور ماں گھر میں تنہا رہ گئی
اس مکان میں ایک ایسا کمرہ تھا جس کی دیواریں مضبوط اور دروازہ
لوہے کا تھا۔ وہ اپنی قیمتی اشیاء اس کمرے میں رکھتی تھی اور تھیلی
بھی چنانچہ تھیلی اس نے اسی کمرے کے دروازے کے پیچھے رکھ دی
اور وُہیں بیٹھ گئی اور اپنے سامنے افطار کا سامان رکھ لیا۔ چور نے
سوچا۔ کہ اب وہ اس کو تالا لگائے گی اور سو جائے گی۔ تو میں
دروازہ الگ کرکے تھیلی لے لوں گا۔ جب وہ روزہ افطار کر چکی تو
نماز پڑھنے کو کھڑی ہو گئی اور نماز لمبی ہو گئی اور آدھی رات گزر
گئی اور چور حیران ہو گیا اور ڈرنے لگا کہ صبح نہ ہو جائے۔ اب
وہ گھر میں پھرا۔ وہاں اس کو ایک نئی لنگی مل گئی اور کچھ خوشبو
تو اس نے وہ لنگی باندھی اور خوشبو کو سُلگایا۔ اور سیڑھی سے اترنا
شروع کیا اور بہت موٹی آواز بنا کر آواز نکالنا شروع کی۔ تاکہ بڑھیا

گھبرا جائے لیکن بڑھیا دلیر تھی۔ سمجھ گئی کہ یہ چور ہے۔ تو بڑھیا نے کانپتی ہوئی آواز بنا کر پوچھا۔ یہ کون ہے؟ تو چور نے جواب دیا کہ میں جبریل ہوں۔ رب العالمین کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ اس نے مجھے تیرے بیٹے کے پاس بھیجا ہے۔ وہ فاسق اور شرابی ہے تاکہ میں اسے نصیحت کروں۔ اور اس کے ساتھ ایسا معاملہ کروں جس سے وہ اپنے گناہوں سے باز آجائے۔ تو بڑھیا نے یہ ظاہر کیا۔ کہ گھبراہٹ سے اس پر غشی طاری ہو گئی ہے اور اس نے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ اے جبریل! میں تجھ سے درخواست کرتی ہوں۔ کہ اس کے ساتھ نرمی کرنا۔ کیونکہ وہ میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ تو چور نے کہا۔ میں اس کے قتل کرنے کو نہیں بھیجا گیا ہوں۔ بڑھیا نے پوچھا۔ پھر کس لئے بھیجے گئے ہو۔ کہا اس نے کہ اس کی تھیلی لے لوں اور اس کے دل کو رنج پہنچاؤں۔ پھر جب وہ توبہ کر لے۔ تو تھیلی اسے واپس کر دوں۔ بڑھیا نے کہا۔ اچھا جبریل اپنا کام کرو۔ اور جو کچھ تو حکم دیا گیا ہے۔ اس کی تعمیل کر۔ تو اس نے کہا تو کمرے کے دروازے سے ہٹ جا۔ وہ ہٹ گئی اور اس نے دروازہ کھول دیا اور اندر داخل ہو گیا۔ تاکہ تھیلی اور قیمتی سامان لے جائے۔ اور ان کی گٹھڑی بنانے میں مشغول ہو گیا۔ تو بڑھیا نے آہستہ آہستہ جا کر دروازہ بند کر لیا۔ اور زنجیر کو کنڈے میں ڈال دیا اور تالا لگا کر اسے مقفل بھی کر دیا۔ اب تو چور کو موت نظر آنے لگی اور باہر نکلنے کے لئے کوئی حیلہ سوچنے لگا مگر کوئی صورت نظر نہ آئی پھر بولا۔ اے بڑھیا! دروازہ کھول۔ تاکہ باہر نکلوں۔ کیونکہ تمہارا بیٹا نصیحت قبول کر چکا ہے تو بڑھیا نے کہا۔ اے جبریل! مجھے ڈر ہے کہ میں کواڑ کھولوں تو تیرے نور کے ملاحظہ سے میری بینائی نہ جاتی رہے تو

اس نے کہا۔ مَیں اپنے نور کو بجھا دُوں گا تاکہ میری آنکھیں ضائع نہ ہوں تو بڑھیا نے کہا۔ اے جبریل۔ تیرے لئے اس میں کیا مشکل ہے کہ تو چھت سے نکل جائے یا اپنے پَر سے دیوار کو پھاڑ کر چلا جائے اور مجھے یہ تکلیف نہ دے کہ مَیں نگاہ کو برباد کر ڈالوں۔ اب چور نے محسوس کیا کہ بڑھیا دلیر ہے۔ اب اس نے نرمی اور خوشامد شروع کی اور توبہ کرنے لگا تو بڑھیا نے کہا۔ یہ باتیں چھوڑ۔ اب نکلنے کی کوئی ترکیب نہیں۔ جب تک دِن نہ ہو جائے اور نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی اور وہ اس سے سوال کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور اس کا بیٹا بھی واپس آ گیا۔ ماں نے سارا واقعہ بیٹے کو سُنایا۔ وہ کوتوال پولیس کو بُلا لایا۔ اس نے دروازہ کھول کر چور کو باندھ لیا۔ (کتاب الاذکیا لِامام ابنِ جوزی ص ۳۸۷)

سبق

خدا تعالیٰ کی عبادت و یاد سے روحانیت بڑھتی اور دلیری پیدا ہوتی ہے۔ عقلمند بڑھیا خدا یاد تھی۔ اس نے بڑھاپے میں ایک شاطر چور کا مقابلہ کیا اور اپنی حسنِ تدبیر سے اسے پکڑوا دیا۔ برعکس اس کے آجکل کی ماڈرن عورتیں چوہے سے بھی ڈرتی ہیں اور ڈر کر چیخ بھی مارتی ہیں تو انگلش لہجے میں۔ خدا سے ڈرنے والا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور خدا سے نہ ڈرنے والا ہر کِسی سے ڈرتا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے دِل میں خدا کا ڈر اور اس کی یاد پیدا کرنی چاہیئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح ایک چور درہم و دینار کی تھیلی چرانے کے لئے جبریل بن گیا اور کہنے لگا۔ کہ مَیں خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور شرابی بیٹے کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ اُسی طرح حضور

صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد کئی چور ہمارے ایمان کی تھیلی چُرانے کے لئے " نبی " بن گئے۔ اور کہنے لگے کہ ہم لوگوں کی اصلاح کے لئے خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ ایسے خود ساختہ نبیوں کے فریب میں " اللہ والے " نہیں آتے اور وہ اپنے ایمان کی تھیلی کو بھی بچا لیتے ہیں اور خود ساختہ نبیوں کے پول بھی کھول کر رکھ دیتے ہیں اور انہیں شرعی پولیس کے حوالے کر کے باندھ دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں۔ ؎

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصًا آجکل کے انبیاء سے

حکایت ۱۰۷

ایک عقلمند لڑکی

ایک شخص شن نامی عرب کے بڑے دانش مندوں میں سے تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی۔ کہ مَیں سفر میں ہی اپنا وقت گزارتا رہوں گا جب تک مجھے کوئی عورت اپنی جیسی ملے اور اس سے مَیں نکاح کر لوں۔ مطلب یہ کہ جب تک میں کسی عقل مند عورت سے نکاح نہ کر لوں گا اس وقت تک میں سفر میں ہی رہوں گا۔

ایک مرتبہ وہ سفر میں تھا کہ اس کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو اسی بستی میں جا رہا تھا۔ جہاں پہنچنے کا شن نے ارادہ کیا تھا۔ تو یہ اس کا ساتھی ہو گیا۔ جب یہ دونوں روانہ ہوئے تو اس سے شن نے کہا۔ تم مجھے اٹھا کر لے چلوگے یا میں تمہیں اٹھاؤں تو اس کے ساتھی نے کہا: " جاہل آدمی " ایک سوار دوسرے سوار کو

کیسے اٹھا سکتا ہے؟" پھر دونوں چل رہے تھے تو انہوں نے ایک کھیت کو دیکھا۔ جو پکا ہوا کھڑا تھا۔ تو شن نے کہا۔ کیا تم کو اس بات کی خبر ہے کہ یہ کھیت کھایا جا چکا یا نہیں؟ اس نے کہا۔ اے جاہل! کیا تو دیکھتا نہیں کہ یہ کھڑا ہے۔" پھر دونوں کا گذر ایک جنازہ پر ہوا تو شن نے کہا۔ تمہیں خبر ہے۔ صاحب جنازہ زندہ ہے یا مُردہ؟ اس نے کہا۔" مَیں نے تجھ سے زیادہ جاہل کوئی نہیں دیکھا۔ کیا تیرا یہ خیال ہے کہ لوگ زندہ ہی کو دفن کرنے جا رہے ہیں۔" پھر وہ شخص شن کو اپنے گھر پر لے گیا اور اس شخص کی ایک بیٹی تھی جس کا نام طبقہ تھا۔ اس شخص نے اپنی بیٹی کو شن کا سارا قصہ سنایا اور کہا یہ بڑا جاہل آدمی ہے۔ طبقہ نے اپنے باپ سے یہ سارا قصہ سُن کر کہا۔ اے میرے باپ! وہ تو بڑا دانا آدمی ہے۔ اس کا یہ قول کہ" تم مجھے اٹھاؤ گے یا مَیں تمہیں اٹھاؤں"؟ اس خیال سے تھا کہ تم مجھے کوئی بات سناؤ گے یا مَیں تمہیں سناؤں۔ تاکہ ہم اپنا راستہ تفریح کے ساتھ پورا کر لیں۔" اور اس کا یہ کہنا کہ" یہ کھیت کھایا گیا چکا یا نہیں" اس کا مقصد یہ دریافت کرنا تھا کہ کھیت والوں نے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت خرچ کر لی یا نہیں؟" اور میت کے بارے میں اس کا پوچھنا کہ یہ زندہ ہے یا مُردہ؟ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ آیا اس نے اپنے پیچھے کوئی ایسا چھوڑا بھی ہے جو اس کے نام کو زندہ رکھ سکے یا نہیں نہیں؟

یہ شخص اپنی بیٹی سے یہ باتیں سُن کر شن کے پاس آیا۔ اور اپنی بیٹی کی تمام باتیں اس کو سُنائیں۔ تو شن نے اسی سے نکاح کا پیغام دیا اور اس کے ساتھ اس کا نکاح ہو گیا۔

(کتاب الاذکیا لامام ابن جوزی ص ۲۳۶)

سبق

ہر کلام کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن جو سمجھدار اور عقلمند ہیں۔ وہ کلام کی تہ تک پہنچتے ہیں۔ صرف ظاہر کو لینا اور باطن کی طرف توجہ نہ دینا عقلمندوں کا کام نہیں۔ قرآن وحدیث کے کئی ارشادات پر اہلِ ظاہر نے صرف ظاہر کو دیکھ کہ اعتراض جڑ دیئے مثلاً آریوں کے رشی دیانند نے اور منکرینِ حدیث کے امام عبداللہ چکڑالوی نے قرآن اور حدیث کے الفاظ کو لے کر جاہلانہ اعتراض کر دیئے اور کہا۔ کہ یہ باتیں (معاذاللہ) غلط ہیں۔ حالانکہ ان کے اعتراضات بجائے خود غلط ہیں کیونکہ اِن ارشادات کے مقاصد و مطالب تک ان کی نظر پہنچی ہی نہیں۔ قرآن و حدیث کے ارشادات کے مقاصد پر امامانِ دین کی نظر پہنچی اور انہوں نے ہمیں بتایا اور سمجھایا کہ اللہ اس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات کا مقصد اور ان کے کلام کی یہ مراد ہے۔ پس ہمیں اِن۔ امامانِ دین کا غلام بن کہ خدا و رسول کے ارشادات کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ؎

دِین کی جن کو سمجھ اللہ نے دی
ایسے اللہ والوں کی کہ پیروی

حکایت ۱۰۸

ایک حساب دان بُڑھیا

ایک بڑھیا نے ایک بنیئے سے کہا کہ مَیں چاہتی ہوں۔ کہ

کہ اپنا کچھ روپیہ تجارت میں لگاؤں مگر اس بارہ میں مجھے ذرا بھی تجربہ نہیں۔ اگر تم مجھے اپنے تجربہ سے فائدہ پہنچا سکو۔ تو بڑی مہربانی ہو گی۔

بنیئے نے جواب دیا کہ تجارت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر اصل رقم نہ لی جائے تو ہر چھ ماہ کے بعد دگنی ہو جاتی ہے۔ بڑھیا نے پوچھا۔ تمہاری تجارت اِس قسم کی ہے؟

بنیئے نے جواب دیا۔ واقعی میرا کاروبار اسی قسم کا ہے کہ مَیں جو روپیہ لگاتا ہوں۔ وہ ششماہی کے بعد دگنا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مَیں نے تھوڑے عرصہ میں تین مکان بنائے دو لڑکیوں کا بیاہ کیا اور میرا باپ جو قرض چھوڑ مرا تھا۔ وہ بھی سب بیباق کر دیا ہے۔

یہ سن کر بڑھیا نے اپنے دوپٹہ کے آنچل سے ایک ادھنی کھولی اور بنیئے کے ہاتھ میں دے کر بولی تو تم یہ میری ادھنی اپنی تجارت میں لگا لینا۔ جب میں آؤں گی اپنا حساب کر کے جو کچھ نکلتا ہو گا لے لوں گی۔

بڑھیا کی یہ بات سن کر بنیا حیران ہوا مگر رحم دِل آدمی تھا۔ اس نے بڑھیا کا دِل توڑنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی ادھنی اپنے حساب میں جمع کر لی۔ بارہ سال گزر گئے۔ بنیا بڑھیا کی ادھنی کا واقعہ قریب قریب بھول گیا تھا۔ یکایک بڑھیا نے آ کر کہا۔ حساب کر دو! بنیا ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے بہتیرا یاد کیا۔ مگر یاد نہ آیا۔ کہ اس بڑھیا کو کیا دینا ہے۔ جب اس نے ساری کہانی سنائی۔ تب بنیا مان گیا کہ مَیں نے اپنے کاروبار میں تیری ادھنی لگا رکھی ہے اور میں نے تجھ سے اقرار کیا تھا کہ تیری ادھنی ہر ششماہی کے بعد دوگنی ہوتی جائیگی۔

بڑھیا نے کہا۔ بھئی میرا حساب کر دے۔ اتنی عمر ہو گئی ہے۔ کون جانے

کب دم نکل جائے۔ بنیئے نے دو روپے نکال کر بڑھیا کے حوالے کئے اور کہا لے جا یہ تیری ادھنی ہے۔ بڑھیا نے شور مچا دیا۔ کہ ارے بنیئے کچھ خدا کا خوف کر۔ کیوں ظلم پر کمر باندھی ہے جو مجھ غریب عورت کا روپیہ دبانا چاہتا ہے۔

یہ سن کر کیا بات ہے؟ سب دکاندار جمع ہو گئے اور بولے۔ کیوں کیا بات ہے؟ بڑھیا نے سارا واقعہ ان کے سامنے بیان کر دیا۔ اور کہا کہ یہ میرا حساب نہیں کرتا اور مجھے صرف دو روپے دے کر ٹالتا ہے مگر مَیں چاہتی ہوں کہ میرا پائی پائی کا حساب ہو اور جو کچھ اس کے ذمّہ نکلے۔ پورے کا پورا دلایا جائے۔

ایک دکاندار نے بنیئے سے کہا۔ بُڑھیا تو ٹھیک کہتی ہے تو حساب کیوں نہیں کرتا۔ بنیئے نے کہا تو ہی قلم دوات لے کر بیٹھ جا اور حساب کر دے۔ دکاندار بولا۔

بارہ سال کی چوبیس ششماہیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے اس بڑھیا کی ادھنی چوبیس دفعہ دگنی ہو جائے گی۔ بڑھیا نے کہا تیرا بیٹا زندہ رہے۔ یہی تو مَیں چاہتی ہوں۔ بس اب بیٹھ کر حساب کر دو۔ حساب ہونے لگا۔ بڑھیا کی ادھنی بارہ سال کی ششماہیوں میں اس طرح بڑھتی گئی۔

پہلی ششماہی میں	ایک آنہ	دوسری ششماہی میں	دو آنے
تیسری ششماہی میں	چار آنہ	چوتھی ششماہی میں	آٹھ آنے
پانچویں ششماہی میں	ایک روپیہ	چھٹی ششماہی میں	دو روپے
ساتویں ششماہی میں	چار روپے	آٹھویں ششماہی میں	آٹھ روپے
نانویں ششماہی میں	سولہ روپے	دسویں ششماہی میں	بتیس روپے
گیارہویں ششماہی میں	۶۴ روپے	بارہویں ششماہی میں	۱۲۸ روپے

تیرہویں ششماہی میں	۲۵۶ روپے	چودہویں ششماہی میں	۵۱۲ روپے
پندرہویں ششماہی میں	۱۰۲۴ "	سولہویں ششماہی میں	۲۰۴۸ "
سترھویں ششماہی میں	۴۰۹۶ "	اٹھارہویں ششماہی میں	۸۱۹۲ "
انیسویں ششماہی میں	۱۶۳۸۴ "	بیسویں ششماہی میں	۱۳۹۰۷۱ "
اکیسویں ششماہی میں	۶۵۵۳۶ "	بائیسویں ششماہی میں	۵۲۴۲۸۸ "
تیئیسویں ششماہی میں	۲۶۲۱۴۴ "	چوبیسویں ششماہی میں	۵۲۴۲۸۸ "

پس بڑھیا کو ایک ادھنی کے بدلے میں پانچ لاکھ چوبیس ہزار دو سو اٹھاسی روپے ملے۔

(ماہِ طیبہ نومبر ۱۹۶۰ء)

سبق

علم کے بڑے فائدے ہیں۔ بڑھیا نے اپنے علم حساب کی بدولت ایک اوّھنی کے بدلے لاکھوں روپے حاصل کر لیئے۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ ہر کام کرتے وقت انجام کی طرف نظر ضرور رکھنی چاہیئے۔ ورنہ نقصان کا خطرہ ہے۔ بنیئے نے اپنے ہی اصول کے مطابق ادھنی لیتے وقت انجام کی طرف نظر نہ کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسے لاکھوں کا نقصان ہُوا۔

یہ تو دنیا کی بات ہے اور ہے بھی غیر یقینی۔ لیکن ایک تجارت آخرت کی بھی ہے جس کی خبر خدا تعالیٰ نے دی ہے اور آخرت فیصد یقینی اور سچی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں
اس دانہ کی طرح ہے۔ جس نے اُگائیں سات بالیں۔ ہر بال
میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس
کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔"

(پ ۳ ع ۴)

یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ ہمارے اس خرچ
کو اس طرح بڑھا دیتا ہے کہ جس طرح زمین میں گندم کا ایک دانہ بونے
سے اس ایک دانے سے سات بالیں اُگتی ہیں اور ہر بال میں سو سو
دانے ہوتے ہیں گویا ایک دانہ بڑھ کر سات سو دانے بن جاتے ہیں۔
خدا تعالیٰ کا یہ محض فضل و کرم ہے کہ ہمارے ایک معمولی خرچ کو بڑھا
کر سات سو گنا اجر عطا فرما دیتا ہے اور پھر سات سو پر ہی منحصر
نہیں بلکہ خدا فرماتا ہے کہ میں جس کے لئے چاہوں اس سے بھی
زیادہ اَجر بڑھا دوں۔ پس مسلمانوں کو اپنا مال اس تجارت میں ضرور لگانا
چاہیئے۔ دُنیا کی تجارتوں میں نقصان کا بھی خطرہ ہے مگر اس تجارتِ آخرت
میں یقینی نفع ہی نفع ہے اور نفع سات سو گنا زیادہ بلکہ خدا چاہے تو اس
سے بھی اور زیادہ۔ ؎

راہِ حق میں خرچ گر کچھ کیجیئے
اجر اس کا حق سے بے حد لیجیئے

چالاک

حکایت ۱۰۹

ایک چالاک عورت کی قسم

بنی اسرائیل کے ہاں ایک پہاڑ تھا جسے وہ بڑی عظمت والا سمجھتے تھے۔ اور اس کی بڑی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ اور اگر کسی بات کا فیصلہ کرنے وقت قسم کھانے کی بات آئی تو اس پہاڑ پہ چڑھ کر قسم کھاتے تھے۔ جو اس پہاڑ پہ جا کر قسم کھا لیتا۔ اسے وہ سچا سمجھ لیتے تھے۔ اس شہر میں ایک عورت بڑی خوب صورت تھی۔ جس کا ایک نوجوان سے ناجائز تعلق پیدا ہو گیا۔ عورت نے اسے اپنے مکان میں بلا بلا کر ملنا شروع کر دیا۔ خاوند کو شبہ پیدا ہو گیا اور اسے کہا کہ مجھے شبہ ہے کہ میری غیر حاضری میں کوئی تمہارے پاس آتا ہے۔ عورت نے انکار کیا تو خاوند نے کہا کہ اگر تو سچی ہے تو پہاڑ پہ چل کر قسم کھا لے کہ تمہارا کسی سے ناجائز تعلق نہیں ہے عورت نے کہا۔ ہاں میں کل پہاڑ پر چل کر قسم کھانے کو تیار ہوں خاوند باہر گیا تو اسے اپنے آشنا کو بلا کر کہنے لگی کہ کل تم پہاڑ کے نیچے ایک گدھا لے کر کھڑے رہنا۔ میں اور میرا خاوند پہاڑ پہ چڑھنے کے لئے وہاں سے گزریں گے اور میں خاوند سے کہوں گی کہ پہاڑ پر چڑھتے ہوئے۔ میں تھک جاؤں گی۔ اس بہانے تمہارا گدھا کرایہ پہ لے کر میں اس پہ سوار ہو کر پہاڑ پہ چڑھونگی۔ تم گدھے والے کا بھیس بدل کر وہاں موجود رہنا اور گدھے پہ مجھے سوار کر کے میرے ساتھ ساتھ چلنا۔ چنانچہ دوسرے روز جب میاں بیوی پہاڑ پہ چڑھنے کے لئے گھر سے نکلے اور چلتے چلتے پہاڑ کے پاس پہنچے تو وہاں اس کا آشنا گدھے والے کے بھیس میں گدھا لئے کھڑا تھا۔ عورت نے شوہر سے کہا۔ چلتے

چلتے میرے پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ مجھے یہ گدھا کرایہ پہ سواری کے لئے لے دو۔ مجھ سے تو اب ایک قدم بھی چلا نہیں جاتا۔ خاوند نے گدھے والے سے کرایہ مقرر کیا اور بیوی کو گدھے پہ سوار کر کے تینوں پہاڑ پہ چڑھنے لگے۔ جب وہ جگہ آئی جہاں لوگ قسمیں کھاتے تھے تو اس مکار عورت نے اپنے آپ کو گدھے سے نیچے گرا دیا۔ اور اس گرنے میں اپنی رانیں وغیرہ قابل ستر بدن بھی ننگا کر دیا۔ اور ایسی صورت پیدا کر دکھائی کہ خاوند نے یہی سمجھا کہ گدھے سے اتفاقاً گر گئی ہے اور گرتے ہوئے اتفاقاً ننگی ہو گئی ہے۔ جھٹ اٹھی۔ اور اپنا لباس درست کر کے پہاڑ کی اس قسم والی جگہ پہ کھڑی ہو کر کہنے لگی کہ میں قسم کھاتی ہوں کہ میرے ننگے بدن کو آج تک تمہارے سوا بجز اس گدھے والے کے اور کسی نے نہیں دیکھا۔ خاوند مطمئن ہو گیا۔ کیونکہ اس نے یہ سمجھا کہ اس گدھے والے نے اسے گدھے سے گرتے ہوئے اس کا ننگا بدن اتفاقاً دیکھا ہے۔

(نزہتہ المجالس باب الامامت ص ۶۰ ج ۲ و حیوٰۃ الحیوان ص ۲۰۸ ج ۱)

سبق

عورت جب مکر و فریب پہ آ جائے تو شیطان کے بھی کان کتر لیتی ہے اور مرد کو بیوقوف بنا ڈالتی ہے۔ یہ ترقی کا زمانہ ہے۔ آجکل کی ماڈرن عورت کافی ترقی کر چکی ہے۔ پرانی مکار عورت نے تو اپنے آشنا کو گدھے والا بنا دیا تھا اور آجکل کی مغرب زدہ عورتوں نے شوہر کو گدھا بنا دیا ہے۔ جہاں چاہیں اسے ہانک کر لے جائیں۔ میں نے لکھا ہے ؎

مولوی تو اپنے گھر میں حاکم و مخدوم ہے
اور اپ ٹو ڈیٹ شوہر بندۂ بے دام ہے

پہلے زمانے کا شوہر تو اپنی عورت کو کسی غیر سے ملنے پر غصہ میں آگیا تھا اور آجکل کا ترقی یافتہ ماڈرن شوہر اپنی والف کا خود غیروں سے تعارف کراتا اور ان سے اپنی وائف کا ہاتھ ملواتا ہے. میں نے لکھا ہے ؎

ہے بلند اخلاق مسٹر اور بڑا روشن خیال
اپنی بیوی کو ملا کر غیر سے مسرور ہے

دیندار اور باحجاب عورت اپنے شوہر کی تابعہ ہوتی ہے اور بے حجاب آزاد عورت کا شوہر اس کا تابع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برقعہ پوش عورت کا خاوند آگے آگے چلتا ہے اور اس کی برقعہ پوش عورت اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہے اور بے حجاب عورت آگے آگے اور اسکا شوہر اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ میں نے لکھا ہے ؎

زمین و آسماں کا فرق ہے ملّا و ملحد میں
کہ وہ شوہر ہے بیوی کا تو یہ بیوی کا نوکر ہے

حکایت نمبر ۱۱

ایک بدمعاش عورت کی چالاکی

ایک نیک مرد بڑا غیرت مند آدمی تھا۔ اور اس کی بیوی بےحد خوبصورت تھی لیکن تھی بڑی بدمعاش۔ ایک دفعہ مرد کو سفر پیش آیا اس کے متعلقین میں تو کوئی ایسا بھروسے کے قابل آدمی نہ تھا۔ مگر ایک پرند جانور جو نہایت فصیح زبان میں اس سے باتیں کیا کرتا تھا اور اس کا بڑا خیر خواہ اور رفیق تھا۔ چلتے وقت اس نے اس سے کہا کہ میرے بعد جو کچھ اس میری بیوی سے ظہور میں آئے۔ اس کی خبر مجھے دینا۔ پرندے نے کہا۔ بہت اچھا۔ میں خیال رکھوں گا۔ جب وہ سفر میں چلا گیا

تو عورت نے اپنے آشنا کو پیغام بھیجا۔ اور اس نے خالی موقعہ دیکھ کر ہر روز آمدورفت شروع کی اور جانور اس کی سب حرکتیں دیکھتا رہا۔ جب وہ نیک مرد سفر سے واپس آیا تو جانور نے سارا واقعہ اس کو سُنا دیا۔ وہ یہ سُن کر سخت غصّہ میں آگیا۔ اور عورت کو خوب پیٹا۔ عورت جان گئی کہ اس راز کا افشار سب یہ اس جانور کا کام ہے۔ اس نے یہ چال چلی کہ ایک دِن لونڈی کو حکم دیا کہ وہ کوٹھے کی چھت پر چکی لے جا کر آٹا پیسے اور جانور کے پنجرے پر ایک بوریا ڈال دی۔ جب رات ہوئی تو بوریے پر پانی چھڑک دیا۔ اور ایک قلعی دار شیشہ لے کر چراغ کی روشنی میں چمکانے لگی جس کی چمکیلی شعاعیں پنجرے اور دیواروں پر پڑنے لگیں جانور نے پانی کے ننھے ننھے قطروں کو جو بوریئے سے ٹپک رہے تھے۔ مینہ اور چکی کی آواز کو کڑک اور شیشہ کی شعاعوں کو بجلی سمجھا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اپنے مالک سے کہا کہ آج رات بھر مینہ برستا رہا۔ بجلی کڑکتی رہی اور بادل گرجتے رہے۔ آپ کی یہ رات کیسی گزری؟ مالک نے کہا: بیوقوف اس گرمی کے موسم میں بارش کہاں؟ اس کی عورت نے کہا۔ دیکھ لیا آپ نے اس جانور کا جھوٹ؟ اسی طرح اس نے جو کچھ میرے متعلق بھی بتایا تھا۔ سب جھوٹ تھا۔ خاوند نے بیوی سے صُلح کر لی اور راضی ہو گیا اور جانور کی طرف غضب ناک نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا تھا۔ اسی غصّہ میں اس نے جانور کو بیچ ڈالا۔

(نزہتہ المجالس ص ۹ ج ۲)

سبق

عورت اگر مکر و فریب پر آمادہ ہو جائے تو ایک فنکار نظر آتی ہے اور مرد پر غالب آجاتی ہے۔ جانور کے ذریعے جس طرح اس نے مرد

کو بے وقوف بنایا۔ یہ اس کا ایک زنانہ آرٹ تھا۔
یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ مغربی تہذیب کے ماڈرن مفسرِ قرآن کی گرجدار تقریروں کو جو اعلانِ حق سمجھتے ہیں اور کسی کی محبت کے مدعی بن کر جو ٹسوے بہاتے ہیں۔ اور انہیں جو لوگ سچے آنسو سمجھتے ہیں اور تہذیب نو کے اندھیرے کو جو نئی روشنی سمجھتے ہیں۔ وہ جانور ہیں جس طرح اس فنکار عورت نے چکی کی گرج کو بادل کی گرج۔ بورئیے کے قطروں کو بارش کے قطرے اور شیشے کی شعاعیں کو بجلی کی چمک بنا کر نیک مرد کو دھوکہ میں ڈال دیا۔ اسی طرح بعض لوگ بتوں کے حق میں نازل شدہ آیات کو انبیاء و اولیاء پر چسپاں کر کے۔ صحابہ کو بری نظر سے دیکھنے والی۔ مریض آنکھوں سے بہنے والے پانی کو محبت کے آنسو بنا کر اور سرخی و پوڈر سے رخساروں کی چمک پیدا کر کے اس کو اصلی حسن و جمال بتا کر مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈال دیتے ہیں۔ ؎

جو مسلمان عورتیں ہیں پاک باز
ایسی دھوکہ بازی سے رہتی ہیں باز

حکایت ۱۱۱

ایک فریبی عورت

چند تاجروں نے بیان کیا کہ ہم مختلف شہروں سے آ کر مصر کی جامع عمرو بن العاص میں جمع ہو جاتے تھے اور باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک دِن بیٹھے ہم باتیں کر رہے تھے کہ ہماری نظر ایک عورت پر پڑی جو ہمارے قریب ایک ستون کے نیچے بیٹھی تھی۔ ایک شخص نے جو بغداد کے تاجروں میں سے تھا۔ اس عورت سے کہا کیا بات

ہے۔ اس نے کہا میں ایک لاوارث عورت ہوں۔ میرا شوہر دس برس سے مفقود الخبر ہے۔ مجھے اس کا کچھ بھی حال معلوم نہیں ہوا۔ میں قاضی صاحب کے یہاں پہنچی کہ وہ میرا نکاح کر دیں مگر انہوں نے روک دیا ہے کہ میرے شوہر نے کوئی سامان نہیں چھوڑا۔ جس سے بسر اوقات کر سکوں۔ میں کسی اجنبی آدمی کی تلاش میں ہوں جو میری امداد کے لیے گواہی دے دے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ واقعی میرا شوہر مر گیا یا اس نے مجھے طلاق دے دی تاکہ میں نکاح کر سکوں۔ یا وہ شخص یہ کہدے کہ میں اس کا شوہر ہوں اور پھر وہ مجھے قاضی کے سامنے طلاق دے دے تاکہ میں عدت کا زمانہ گزار کر نکاح کر لوں۔ تو اس شخص نے اس سے کہا کہ تو مجھے ایک دینار دے دے تو میں تیرے ساتھ قاضی کے پاس جا کر کہہ دوں گا کہ میں تیرا شوہر ہوں اور تجھے طلاق دے دوں گا۔ یہ سن کر وہ عورت رونے لگی اور کہا خدا کی قسم! اس سے زیادہ میرے پاس نہیں ہے اور چار رباعیاں نکالیں (درہم کا چھٹا حصّہ) تو اس شخص نے وہی اس سے لے لیں اور اس عورت کے ساتھ قاضی کے یہاں چلا گیا اور دیر تک ہم سے نہیں ملا۔ اگلے دن اس سے ہماری ملاقات ہوئی۔ ہم نے اس سے کہا تم کہاں رہے۔ اتنی دیر کے بعد آج ملے ہو۔ تو اس نے کہا۔ چھوڑو بھائی میں ایک ایسی بات میں پھنس گیا جس کا ذکر بھی رسوائی ہے۔ ہم نے کہا ہمیں بتاؤ۔ اس نے بیان کیا کہ میں اس عورت کے ساتھ قاضی کے یہاں پہنچا تو اس نے مجھ پہ زوجیت کا دعویٰ کیا اور اس کا راستہ صاف کر دوں۔ میں نے اس کے بیان کی تصدیق کر دی تو اس سے قاضی نے کہا کہ کیا تو اس سے علیحدگی چاہتی ہے؟ اس نے کہا۔ نہیں واللہ! اس کے ذمے میرا

مہر ہے اور دس سال تک خرچہ۔ مجھے اس کا حق ہے تو مجھ سے
قاضی نے کہا۔ کہ اس کا یہ سارا حق ادا کر۔ اور پھر تجھے اختیار ہے اسے
طلاق دے یا نہ دے۔ تو میرا یہ حال ہو گیا کہ میں متحیر ہو گیا اور یہ
ہمت نہ کر سکا کہ اصل واقعہ بیان کر سکوں اور اس کے بیان کی تصدیق
نہ کروں۔ اب قاضی نے یہ اقدام کیا کہ مجھے کوڑے والے کے سپرد کر
دیا۔ بالآخر دس دیناروں پہ باہمی تصفیہ ہوا جو اس نے مجھ سے وصول
کئے اور وہ چاروں رباعیاں جو اس نے مجھے دی تھیں۔ وہ وکلار اور
قاضی کے اہل وکاروں کو دینے میں خرچ ہو گئیں اور اتنی ہی اپنے پاس
خرچ ہوئیں۔ ہم نے اس کا مذاق اڑایا۔ وہ شرمندہ ہو کر مصر ہی
سے چلا گیا۔ (کتاب الاذکیا لامام ابن جوزی ص ۴۵۶)

سبق

یہ دنیا اس فریبی عورت کی مانند ہے۔ بڑی مسکین صورت میں
آکر انسان کو پھسلاتی ہے اور کچھ لالچ دے کر اسے اپنے ساتھ بلا
لیتی ہے جو انسان اس کے دھوکے میں پھنس جائے۔ وہ پھر اسی
تاجر کی طرح اپنا سب کچھ لٹا کر تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور کسی کو
منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ اسی لئے اعلحضرت نے لکھا ہے

؎ شہد دِکھلائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
کِس مُردار پہ تو للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

حکایت ۱۱۲

ایک بدکار عورت

ایک بدکار عورت سے کسی سادہ لوح شخص کا نکاح ہو گیا۔ وہ عورت چھ ماہ سے پہلے ہی امید سے تھی چنانچہ نکاح کے بعد تین مہینے گزرنے پائے تو بچہ پیدا ہو گیا۔ سادہ لوح شوہر بڑا خوش ہوا کہ اللہ نے بڑی اچھی بیوی دی۔ جس کے باعث مجھ پر اللہ نے بڑی جلدی کرم فرما دیا اور مجھے فٹا فٹ ابّا بنا دیا۔ بازار میں نکلا تو لوگ مذاق کرنے لگے۔ وہ بہت گھبرایا کہ لوگ مبارکبادی کی جگہ مذاق کرنے لگے ہیں۔ اور لوگوں سے پوچھنے لگا۔ کہ تمہارے مذاق کی وجہ کیا ہے؛ سب نے کہا کہ بھلے آدمی! بچّہ تو خالص حرامی ہے تم خواہ مخواہ اس کے ابّا بن رہے ہو۔ اس نے پوچھا۔ کہ بچّہ حرامی کیسے ہو گیا؟ لوگوں نے بتایا۔ اس لئے کہ وہ تین مہینے کے بعد ہی پیدا ہو گیا ہے۔ اگر تمہارا ہوتا تو پورے نو ماہ کے بعد پیدا ہوتا وہ سادہ لوح لوگوں کی یہ بات سُن کر غصّہ میں گھر آیا۔ اور اپنی بیوی سے کہنے لگا۔ کہ تم نے یہ کیا غضب کیا کہ چھ ماہ پہلے ہی بچّہ جن دیا۔ بچّہ تو پورے نو ماہ کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ لوگوں میں تم نے میری ناک کاٹ ڈالی۔ چالاک عورت بولی۔ آپ بھی بڑے بھولے ہیں خواہ مخواہ لوگوں کی باتوں میں آگئے ہیں۔ مَیں نے پورے نو ماہ کے بعد ہی بچّہ جنا ہے۔ یقین نہ آئے تو حساب کر لیں۔ بتائیے۔ آپ کو مجھ سے نکاح کئے ہوئے کتنا عرصہ گزرا؟ اس نے کہا۔ تین ماہ۔ بولی اور مجھے آپ سے نکاح کئے ہوئے کتنا عرصہ گزرا؟ بولا تین ماہ۔ بولی اور بچّہ کتنے ماہ کے بعد پیدا ہوا۔ بولا تین ماہ کے بعد۔ کہنے لگی۔ تو تین ماہ

آپ کے۔ تین میرے اور تین بچے کے۔ پورے نو ماہ تو ہو گئے۔ پھر اعتراض کیسا؟ سادہ لوح شوہر مطمئن ہو گیا اور کہنے لگا بالکل ٹھیک ہے۔ لوگوں کا کیا ہے؟ وہ جل کر ایسا کہہ رہے ہیں۔

(مادہ طیبہ ستمبر ۱۹۵۶ء)

سبق

اس حکایت کے بعد ایک لطیفہ بھی سُن لیجئے۔ شادی کے صرف پانچ ماہ بعد ہی بیوی نے بچہ پیش کر دیا۔ شوہر نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔ میرے خیال میں یہ قبل از وقت ہے"۔ بیوی بولی" در اصل ہماری شادی ہی بعد از وقت ہوئی ہے"۔ ایک اور لطیفہ بھی سُنیئے۔ عدالت میں ایک بیوہ میم صاحبہ آئیں۔ اور کہا۔ میرے تین بچے ہیں۔ ایک بارہ سال کا ایک آٹھ سال کا اور ایک دو سال کا۔ جج نے پوچھا۔ اور آپ کے شوہر کو مرے ہوئے کتنے دن گزرے ہیں؟ کہنے لگی۔ چودہ سال۔ جج نے کہا پھر بارہ سال کا بچہ تو مان لیا۔ کہ آپ ہی کا ہے مگر یہ آٹھ اور دو سال کے بچے کہاں سے آ گئے"؟ بولی۔ جناب مرا میرا شوہر ہے۔ مَیں تو زندہ ہوں"۔ یہ ہے ان ماڈرن عورتوں کا کردار۔ اور ماڈرن شوہروں کا ان پر اعتبار۔ عورتوں کو یورپ نے جس قسم کی عُریانی فحاشی اور بے حجابی دی ہے۔ اس آزادی کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا نکل سکتا ہے مغربی تعلیم نے عورت کو عورت رہنے ہی نہیں دیا۔ اوّل تو یہ اَن پڑھ ہو کر بھی کافی ہوشیار ہوتی ہیں۔ پھر انہیں اگر مغربی تعلیم مل جائے۔ تو سمجھ لیجیے۔ گویا سانپ کو پر لگ گئے۔ اکبر الہ آبادی نے خوب لکھا ہے کہ۔

ان کے فکر و کام سے بچنا ابھی دشوار ہے
اور آفت ڈھائینگی سائنس پڑھ کر بیبیاں

کیا بتاؤں کیا کریں گی علم پڑھ کر بیبیاں
بیبیاں شوہر بنیں گی اور شوہر بیبیاں

اس عورت کی تاویل دیکھئے کہ کس طرح اس نے تین تین اور تین مہینے ملا کر نو بنا دیئے۔ یہ بھی آجکل کی ترقی کا ایک کرشمہ ہے کہ پہلے زمانہ میں جو سفر مہینہ بھر میں طے ہوتا تھا۔ اب وہ ایک دن میں طے ہو جاتا ہے۔ بچے کی پیدائش کا سفر بھی اس دورِ ترقی میں کم ہو گیا ہے۔ نو مہینے کا سفر تین ماہ میں۔ ؎

نو ماہ کا سفر ہوا سہ ماہ میں تمام
یہ آجکل کی بیوی بھی ہے گویا تیز گام

مولوی دشمن حضرات کو یہ تیز گام بیویاں مبارک ہوں جو نماز۔ روزے۔ پردے اور شرم و حیا کے اسٹیشنوں پر رکتی ہی نہیں۔ اگر رکیں گی بھی تو عُریاں آباد جنکشن پر یا شراب نگر جیسے اسٹیشنوں پر۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آجکل کے گستاخانِ رسول اپنی گستاخیوں کو اُسی بدکار عورت کی تاویلیں کر کے اسلامی ثابت کرنا چاہتے ہیں اور سادہ لوح مسلمان کو اپنی چالاکیوں کا شکار کر لیتے ہیں اور سادہ لوح مسلمان اپنے ہی دوستوں کے خلاف اور تاویل کرنے والے کے حامی بن جاتے ہیں حالانکہ ؎

بڑے پاک باز اور بڑے پاک طینت
جناب آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں!

حکایت ۱۱۳

ایک چالاک چور عورت

لندن کی ایک چالاک چور عورت کا آرٹ ملاحظہ فرمایئے۔ خبر آئی ہے کہ کچھ دنوں سے ریل کے مسافروں کے سوٹ کیس گم ہونے لگے۔ پولیس نے بڑی کوشش کی۔ مگر چور ہاتھ نہ آیا۔ پولیس حیران تھی۔ کہ سوٹ کیس اٹھاتا ہوا کوئی نظر بھی نہیں آسکا اور سوٹ کیس گم ہونے رُکے بھی نہیں۔ یہ کون ہے جو اس صفائی سے اپنا کام کر رہا ہے حتیٰ کہ ایک دن یہ اَپ ٹو ڈیٹ چور پکڑی گئی اور اس کی صفائی کا رازہ آشکار ہو گیا۔ اِس چالاک عورت نے ایک ایسا سوٹ کیس تیار کر رکھا تھا جس کے تلے چند اسپرنگیں کچھ اس حکمت سے لگائی گئی تھیں کہ جب اس سوٹ کیس کو کسی دوسرے اس سے چھوٹے سوٹ کیس پہ رکھا جاتا تھا تو وہ اپنے بوجھ کے ساتھ خود بخود نیچے بیٹھنا شروع ہو جاتا تھا۔ اس کا تلا اندر کی جانب گھستا جاتا اور نیچے والے سوٹ کیس کو اپنے اندر لاتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ تھوڑی دیر میں اس کا سوٹ کیس نیچے فرش کے ساتھ لگ جاتا اور نیچے والا سوٹ کیس اس کے سوٹ کیس کا لقمہ بن کر غائب ہو جاتا تھا۔ یہ چور اپنے اسی سوٹ کیس کو ہاتھ میں لئے گاڑی پہ سوار ہوتی اور کسی مناسب سوٹ کیس کے اُوپر اسے رکھ کر اطمینان سے بیٹھ جاتی اور اگلے اسٹیشن پر اُتر جاتی تھی۔ اسی چال سے سینکڑوں سوٹ کیس اس نے اڑائے۔

(ماہِ طیبہ اگست ۱۹۵۷ء)

سبق

کہاں اسلامی تہذیب و تعلیم کہ کسی کی گری ہوئی چیز بھی مت

اٹھا اور کہاں یہ حرامی تہذیب و تعلیم کہ ایسے ایسے سوٹ کیس تیار کرو۔ جو دوسروں کے ہزاروں مال والے سوٹ کیس ہڑپ کر جائیں مولوی ظفر علی نے خوب لکھا ہے۔ ؎

تہذیبِ نو کے منہ پہ وہ تھپڑ رسید کر
جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے

ہمارا ماڈرن طبقہ یورپ کی ترقی اور وہاں کی ترقی یافتہ عورتوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے۔ وہ دیکھے کہ یہ یورپ کی اور اس کی عورتوں کی ترقی۔ ہمارا کوئی یورپ کا دلدادہ وہاں سے میم بیاہ کر لاتا ہے تو میم کے سوٹ کیس میں وہ ایسا غائب ہو جاتا ہے کہ ماں باپ بچارے حیران و پریشان رہ جاتے ہیں کہ وہ ہمارا بیٹا جو یورپ گیا تھا۔ وہ ہمارے ہاتھوں سے چھن کر غائب کہاں ہو گیا۔ یعنی وہ پھر ماں باپ کا نہیں رہتا۔ اپنی میم ہی میں غائب ہو جاتا ہے۔

آجکل کی ماڈرن عورتوں کے ہاتھوں میں جو پرس رہتے ہیں۔ یہ پرس بھی ایسا کمال رکھتے ہیں۔ کہ شوہر بچارے کی کمائی اور بٹوہ اسی پرس میں غائب ہو جاتا ہے۔

اس چالاک چور عورت کا یہ سوٹ کیس کسی مولوی دشمن غدّار کے پیٹ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس دَور میں کئی ایسے فنکار بھی موجود ہیں۔ جو اپنے اس پیٹ سے سوٹ کیس کا کام لے کر ہزاروں لاکھوں کا غبن کر جاتے ہیں اور نہ صرف مال بلکہ چھوٹے موٹے غریبوں کو بھی نگل جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے۔ یہ لوگ اپنی ہاتھ کی صفائی سے اپنا کام بھی کئے جا رہے ہیں اور ہاتھ بھی نہیں آتے۔ مگر تابکے ؟ یہاں نہیں تو وہاں ایک دن تو ضرور یہ چور بھی پکڑے ہی جائیں گے۔

کہتے ہیں۔ ایک بڑا موٹا سادھو تنگ دھڑنگ لیٹا تھا اور پیٹ اس کا کسی گنبد کی طرح آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ ایک مسخرے نے اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔ مہاراج اس کے اندر کیا ہے؟ سادھو نے غصے میں آکر جواب دیا۔ اس کے اندر گو نہہ ہے۔ گو نہہ! مسخرے نے پوچھا۔ مگر مہاراج! صرف آپ ہی کا یا سارے شہر کا؟

بالکل اسی طرح ان غداروں وطن کا پیٹ دیکھیے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ ساری قوم کا مال اسی ایک پیٹ میں جمع ہے اور یہ پیٹ اچھا خاصہ چلتا پھرتا "بیت المال" ہے۔ ایسے لوگ اپنے آپ کو "خادمِ وطن" بھی کہتے ہیں۔ حالانکہ ہوتے یہ "خادمِ بطن" ہیں۔

مَیں نے لکھا ہے۔

اُبھر کر پیٹ لیڈر کا سناتا ہے زمانے کو!
کہ چندہ قوم کا سارے کا سارا میرے اندر ہے

حکایت ۱۱۴

اُلّو

ایک چالاک عورت ایک دوکاندار کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ بھائی صاحب! مَیں اپنی بیٹی کی شادی کرنے والی ہے اور ہماری برادری میں رواج ہے کہ لڑکی کے جہیز میں ایک عدد الّو بھی دیا جاتا ہے۔ تم دوکاندار ہو۔ خیال رکھنا کوئی اُلّو بیچنے آئے۔ تو چاہے کتنا مہنگا کیوں نہ ملے۔ خرید لینا۔ مجھے الّو کی اشدید ضرورت ہے۔ مَیں تم سے سَو روپیہ تک بھی خرید لوں گی۔ دوکاندار نے دِل میں سوچا۔ اُلّو زیادہ سے زیادہ دو چار روپیہ میں مل جائیگا اور مَیں سَو روپیہ میں بیچدوں تو سراسر نفع ہی نفع ہے۔

چنانچہ اس نے کہا میں تلاش میں رہوں گا۔
دوسرے روز اسی عورت نے اپنے بھائی کو خود ہی ایک الّو دیکر اس بازار میں بھیجدیا۔ جہاں اس دوکاندار کی دکان تھی اور اسے سمجھا دیا کہ دکاندار الّو خریدنا چاہے تو پچاس روپے سے کم نہ بیچنا چنانچہ مکّار عورت کا مکّار بھائی الّو لے کر اس بازار سے گزرا۔ دکاندار نے جو اسے دیکھا تو اسے آواز دے کر بلایا۔ اور کہا۔ الّو بیچتے ہو؟ اس نے کہا۔ ہاں! دکاندار نے قیمت پوچھی تو اس نے اسّی روپے بتائی۔ دکاندار نے کہا۔ ہوش کرو۔ الّو کی اسّی روپے قیمت! زیادہ سے زیادہ دوچار کا ہوگا۔ اس نے کہا۔ نہیں صاحب! میں تو اسے اسّی پر ہی دوں گا۔ اور اگر آپ نے لینا ہی ہے تو دس کم کر دوں گا۔ دکاندار نے زور دیا تو وہ ستّر اور ستّر سے ساٹھ اور پھر پچاس تک آگیا۔ دکاندار کی نظر میں سَو روپیہ تھا۔ اس نے سوچا۔ کہ چلو پچاس پہ ہی لے لو۔ پچاس پھر بھی بچ جائیں گے۔ چنانچہ اس نے نقد پچاس دے کر الّو خرید لیا اور بڑا خوش ہوا کہ الّو جلدی مل گیا۔ دو روز کے بعد وہی عورت دکان کے سامنے سے گزری تو دکاندار نے آواز دی۔ بہن جی الّو لے جاؤ۔ عورت نے غصّے میں آکر کہا۔ بدمعاش! یہ کیا کہا تونے ایک شریف عورت کو! گھر میں کوئی نہیں۔ الّو دے جاکر اپنے گھر کسی کو لوگ جمع ہو گئے کہ کیا معاملہ ہے۔ کہنے لگی۔ نہ جان نہ پہچان۔ میں یہاں سے گزر رہی تھی کہ مجھے کہتا ہے۔ اُلّو لے جا۔ اس کی ایسی تیسی۔ یہ کیا لفظ کہا ہے۔ اس نے مجھے۔ سب لوگ دکاندار پر لعن طعن کرنے لگے۔ وہ بولا۔ یہ خود ہی کہتی تھی کہ مجھے الّو درکار ہے۔ میں نے اپنی لڑکی کے جہیز میں دینا ہے۔ سب نے کہا۔ بیوقوف! یہ بھی کوئی ماننے والی بات ہے کہ الّو جہیز میں دیا جائے۔ تم بدمعاش ہو۔ جو راہ چلتی

عورتوں کو چھیڑتے ہو۔ دکاندار بیچارے نے پچاس کا نقصان بھی کر لیا اور بے عزت بھی خوب ہوا۔

سبق

قرآنِ پاک میں آتا ہے۔

کَمَثَلِ الشَّیْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ فَلَمَّا کَفَرَ۔ قَالَ اِنِّی بَرِیْءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ٥

یعنی شیطان انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب انسان کفر کر لیتا ہے تو پھر اس سے کہتا ہے۔ میں تم سے بری ہوں۔ میں تو اللہ سے جو ربّ العالمین ہے ڈرتا ہوں۔"

دیکھا آپ نے، اس چالاک عورت کی طرح شیطان پہلے انسان کو بہکاتا ہے اور اسے خلافِ شرع حرکات پر آمادہ کرتا ہے اور بیوقوف انسان عیش و عشرت کے لالچ میں شیطان کے داؤ میں آکر شریعت کے خلاف حرکتیں کرنے لگتا ہے اور شیطان جب دیکھتا ہے کہ میرا مطلب حل ہو گیا۔ تو پھر کہتا ہے کہ میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں۔ جو کچھ تم نے کیا خود کیا۔ میں تمہارے کاموں سے بری ہوں۔ تم جانو تمہارا کام۔ مسلمانو! ہوش کرو! اور شیطان سے بچو!

حکایت ۱۱۵

فراڈ

ڈاکٹر ارشد دماغی امراض کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ ایک دن اپنے مطلب میں مریضوں کو دیکھ رہے تھے کہ ایک فیشن ایبل خاتون جو کسی اونچے خاندان کی چشم و چراغ معلوم ہوتی تھی۔ مطلب میں داخل ہوئی

اور خاموشی سے بنچ پر بیٹھ گئی۔ باری آنے پر وہ درد ناک لہجہ میں ڈاکٹر سے کہنے لگی کہ اس کا شوہر تقریباً دو ہفتے سے دماغی عارضہ میں مبتلا ہے اور ہر وقت روپے پیسوں کا حساب کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا آپ میرے ساتھ چل کر میرے شوہر کو دیکھ لیں۔

ڈاکٹر ارشد صبح کے وقت کسی بھی مریض کو دیکھنے گھر نہیں جاتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے معذرت طلب کی اور کہا کہ آپ اپنے خاوند کو یہیں لے آئیں۔ اس پر خاتون نے بڑے معصومانہ لہجے میں التجا کی کہ آپ اپنی کار اور ڈرائیور کو میرے ہمراہ کر دیں تاکہ جلدی میں اسے یہاں لا سکوں۔ ڈاکٹر انکار نہ کر سکا۔ لہٰذا ڈرائیور کو بلا کر خاتون کے ہمراہ کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد خاتون ایک لاغر سے مرد کے ساتھ کار سے باہر نکلی اور اس شخص کو مریضوں کی قطار میں بٹھا کر خود مطب سے باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ڈاکٹر اس آدمی کے پاس پہنچا تو وہ جلدی سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا "ڈاکٹر صاحب جلدی سے سات ہزار روپیہ دے دیں مجھے اور بھی بہت کام کرنے ہیں"

ڈاکٹر صاحب کو عارضہ کا علم تھا ہی لہٰذا انہوں نے سوال کیا۔ "آپ کو کتنی مدت ہوئی اس عارضہ میں مبتلا ہوئے"

یہ سنتے ہی وہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے "جناب میں کوئی مریض نہیں ہوں بلکہ آفتاب جیولرز کا منشی ہوں اور آپ سے ان زیورات کے روپے لینے آیا ہوں جو آپ کی بیوی نے خریدے تھے"

یہ سن کر ڈاکٹر سناٹے میں آ گیا۔ "کیسے زیورات۔ کیسی بیوی۔ کیا بک رہے ہو"

ان صاحب نے مزید وضاحت فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب ابھی آپ کے ڈرائیور کے ہمراہ کار میں ہماری دوکان پر آئی تھی۔ سات ہزار روپے کے

زیورات خریدے اور ادائیگی کے لئے وہ دوکان سے مجھے یہاں لے آئی تاکہ آپ سے چیک لے سکوں۔"

اتنا سننا تھا کہ ان کے ہوش اڑ گئے۔ ڈاکٹر صاحب بُری طرح ملوث تھے۔ لہٰذا ادائیگی کرنی پڑی۔

(ماہنامہ آداب عرض دہلی ۱۹۷۲)

سبق

یہ ہے ماڈرن عورت کا کردار کہ ایک طرف جوہری کو لوٹا اور دوسری طرف ڈاکٹر کو اسی طرح یہ عورت جہاں پہنچی۔ دنیا بھی لوٹی اور دین بھی۔ اس لئے دین و دنیا بچانے کے لئے ایسی عورت سے بچنا ہی بہتر۔ شیطان بھی اس عورت کی طرح مسلمان کو دھوکا دے کر اس کا دین بھی برباد کر دیتا ہے اور اس کی دنیا بھی۔ اس لئے مسلمانوں کو شیطان کے مکر و فریب سے بھی ہوشیار رہنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے دین و دنیا کو بچا سکیں۔

حکایت ۱۱۶

لکھنؤ کے اسٹیشن پر

ایک سولہ سترہ سالہ لڑکی بڑے ریلوے اسٹیشن پر گھبرائی ہوئی گھوم رہی ہیں۔ ایک نوجوان اس کے حسن و شباب کو بہت لالچ بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ لڑکی نے اس کی آنکھوں کو تاڑ لیا لیکن سر جھکا کر چپ چاپ بیٹھ گئی اور رونے لگی۔

نوجوان نے پاس جا کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

لڑکی نے جواب دیا۔" میں کسی شریف گھر میں رات گزارنا چاہتی ہوں۔"

نوجوان نے پوچھا۔" کیوں؟"

لڑکی بولی: " مَیں سفر کر رہی تھی۔ سارا سامان چوری ہو گیا۔ گھر تار دیا ہے۔ یقین ہے کہ کل تک پیسے آ جائیں گے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ آج کیا کروں؟

نوجوان کو اُس پر بہت ترس آیا اور کہا" مَیں آپ کو ایک جگہ ٹھہرا سکتا ہوں۔"

لڑکی نے دریافت کیا۔" کہاں؟"

نوجوان نے بتایا۔" ایک ہوٹل میں۔"

لڑکی کہنے لگی کہ" مَیں ہوٹل میں اکیلی نہیں ٹھہر سکتی کوئی عورت ہونی چاہیے۔"

نوجوان بولا۔" عورت تو ممکن نہیں۔ البتّہ! البتّہ۔!!"

لڑکی ——" البتّہ کیا؟"

نوجوان بولا —— البتّہ میں —— خود —— بس اپنا بھائی سمجھئے۔

لڑکی نے صاف انکار کر دیا اور کہا۔ کوئی اور صورت سوچئے ہم آپ رات بھر اگر اسٹیشن پر رہیں۔ تو کیسا ہے؟

نوجوان نے منظور کر لیا اور وہ اس لڑکی کیساتھ گیارہ بجے رات تک رہا۔ آخر جب اُسے بہت نیند آنے لگی۔ تو وہ اس کے ساتھ ہوٹل چلنے پر تیار ہو گئی۔

نوجوان اِس کامیابی پر بہت خوش ہُوا۔

دونوں ہوٹل کے ایک کمرے میں پہنچے۔ اور رات کے تین بجے لڑکی نے اُٹھ کر رونا شروع کر دیا اور کہنے لگی۔ تم مجھے دھوکا دے کر

اور اغوا کر کے یہاں لائے ہو۔ مَیں ابھی ہوٹل کے مینجر کو خبر کرتی ہوں اور پولیس کو بُلاتی ہوں۔

کامیاب نوجوان کے چھکے چھوٹ گئے۔ وہ خوشامد کرنے لگا۔ کہ غلطی ہو گئی۔ معاف کر دو۔

لڑکی نے کہا:۔ اچھا ریل کا کرایہ اور سفر خرچ دے دو۔ تاکہ مَیں اسی وقت ۴ بجے کی ٹرین سے چلی جاؤں۔

لڑکی نے نوجوان کے پاس جو کچھ بھی تھا۔ نقد۔ قلم۔ گھڑی۔ سونے کے بٹن۔ سب لے لئے اور اکیلی ہی اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گئی

سبق

مُسلمان کو قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کے قرآنی ارشاد کے مطابق اپنی نظریں نیچی رکھنی چاہئیں۔ ورنہ اس نظر بازی کے سبب دین تو برباد ہوتا ہی ہے۔ دنیا سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ یہ نوجوان اگر اس بے حجاب لڑکی کو نہ دیکھتا تو اس کے جال میں نہ پھنستا۔ مگر آوارہ لڑکی کی جانب اپنی نگاہوں کو بھی آوارہ کر کے یہ نوجوان اپنا دین و دنیا برباد کر بیٹھا ؎

کر عمل قرآن کے ارشاد پر
رکھ ہمیشہ اپنی تو نیچی نظر

حکایت ۱۱۷

بد چلن عورت کی چالاکی

خاوند اچانک گھر آگیا اور اس کی بد چلن بیوی نے اپنے آشنا

کو دروازے کے پیچھے کھڑا کر دیا اور اپنے خاوند کو پاس بٹھا لیا اور کہا۔

سنا آپ نے پڑوسن کا کارنامہ؟

خاوند! نہیں تو! سناؤ کیا بات ہے؟

بیوی:۔ وہ اپنے آشنا سے محوِ عیش تھی۔ کہ اچانک اس کا خاوند گھر آ گیا۔ اس عورت نے اپنے آشنا کو دروازے کے پیچھے چھپا کر کھڑا کر دیا اور خاوند کو اپنے پاس بٹھا کر اُسے باتوں میں لگا لیا اور پھر دیکھئے نا! اس کی آنکھوں پر یوں ..... اسی طرح ہاتھ رکھ کر اپنے آشنا کو اشارہ کیا کہ تو اب جلدی سے نکل جاؤ۔ چنانچہ اس نے اسی طرح ہاتھ رکھے رکھا اور اس کا آشنا رفو چکر ہو گیا۔

اتنے میں واقعی اس بدچلن بیوی کا آشنا باہر جا چکا تھا۔

سبق

اِنَّ کَیدَ کُنَّ عَظِیم کے مطابق عورت جب اپنے مکر و فریب پر اُتر آئے۔ تو شیطان کے بھی کان کتر لیتی ہے۔

بد چلن عورت بڑی بیباک ہے
کس قدر عیار ہے چالاک ہے!

ماڈرن

تہذیبِ حاضر الاماں

ایک عورت کی لکھی ہوئی یہ قابلِ قدر نظم روزنامہ جنگ راولپنڈی سے نقل کر کے میں نے ناظرینِ ماہِ طیبہ کی دلچسپی کے لئے ماہِ طیبہ جنوری ۱۹۶۲ء میں شائع کی تھی اور اس کے ساتھ ہی دوسرے صفحہ پہ اسی طرز کی ایک نظم پنجابی زبان میں میں نے خود لکھ کر شائع کی۔ یہ دونوں نظمیں بڑی مقبول ہوئیں۔ آج ان ماڈرن عورتوں کی حکایات سے قبل ان دونوں نظموں کو اس کتاب میں شائع کر رہا ہوں تاکہ ان عورتوں کا پہلے تھوڑا بہت تعارف ہو جائے۔

لوگو صدائے عام ہے　غیرت کا یہ نیلام ہے ا　تہذیب کا پیغام ہے !　ہر مرد اب گلفام ہے
نکلیں گھروں سے بیبیاں　تہذیبِ حاضر الاماں

اپنے بدن سے جنگ ہے　سب اپنا جامہ تنگ ہے　مشرق کی جو نیرنگ ہے　مغرب بھی اس پہ دنگ ہے
چپ ہیں زمین و آسماں　تہذیبِ حاضر الاماں

کپڑوں میں بھی عریاں بدن　اسکن کلر کے پیرہن !　ہیں عورتوں کے زیبِ تن　باپ اور بھائی سب مگن
ان میں حمیت اب کہاں　تہذیبِ حاضر الاماں !

بیٹی کے تھے بوائے فرینڈ　امی کے بھی آئے فرینڈ　انٹی نے بنوائے فرینڈ　گھر پہ ہیں چھائے سب فرینڈ
پیاری سہیلی تو کہاں ا　تہذیبِ حاضر الاماں !

نظروں سے دیں پیغام جو　باہر رہیں ہر شام جو　غیروں کے آئیں کام جو　ہنس ہنس پلائیں جام جو
یہ ہیں بہو اور بیٹیاں !　تہذیبِ حاضر الاماں !

ڈیڈی پڑے ہیں بار میں　امی کھڑی بازار میں　دل کس کا ہے گھر بار میں　بچے ملے بیگار میں !
بے منزلوں کے کارواں　تہذیبِ حاضر الاماں !

یہ عورتیں کٹھ پتلیاں !　ہیں مرد جن کی ڈوریاں !　خود باپ بھائی یا میاں　کہہ دیں جہاں ناچیں وہاں
دیکھے تماشہ اک جہاں　تہذیبِ حاضر الاماں

کہنے کو بھی ایماں نہیں　طاقوں میں بھی قرآں نہیں　سب کچھ تو ہے انساں نہیں　اس درد کا درماں نہیں
یہ ناؤ ہے بے بادباں　تہذیبِ حاضر الاماں

پنجابی وِچ

ماہِ طیبہ میں اجکل اور ماڈرن مثنوی" کے زیرِ عنوان مزاحیہ نظمیں میں خود لکھتا ہوں اور اپنا مزاحی نام میں نے حاجی حق حق رکھ کر اس نام سے بہت سی اُردو اور پنجابی نظمیں لکھ ڈالیں۔ تہذیبِ حاضر الاماں" یہ اُردو نظم پڑھ کر میں نے اسی رنگ میں یہ پنجابی نظم لکھ ڈالی تھی جو اُردو نظم کے ساتھ ہی ماہِ طیبہ میں شائع ہوئی تھی۔ آج اس کتاب میں بھی یہ دونوں نظمیں شائع کی جا رہی ہیں۔ اُردو نظم تو آپ پڑھ چکے لیجئے اب پنجابی نظم بھی

اجکل کجھ ایسا حال اے　　لوکاں دی الٹی چال اے　　شرم وحیا دا کال اے　　پردہ تے ہُن جنجال اے
فیشن نے کیتا ننگیاں　　تہذیب حاضر الاماں

سُرخی لگاون والیاں　　سیکل چلاون والیاں　　تے گانے گاون والیاں　　سیٹی وجاون والیاں
ایکٹر کُڑیاں نیں آجکل جیاں　　تہذیبِ حاضر الاماں

مذہب نوں ہتھوں سُٹ لیا　　الحاد نوں پھر جھپٹ لیا　　بندہ ملے منہ کُٹ لیا　　گُتے دا منہ پر چپٹ لیا
پیارے نے کُتے کتیاں　　تہذیبِ حاضر الاماں

بن کے ولائتی سانگ ٹُر　　کدھر کے توں ڈنگی مانگ ٹُر　　اکڑ دی پھپڑ کے ڈانگ ٹُر　　لگے کبوتر وانگ ٹُر
ایہہ ہین فیشن دے نشاں　　تہذیبِ حاضر الاماں!

عورت دی ہُن تشہیر اے　　ہر تھاں ایدی تصویر اے　　مجلس دی ہن اے میر اے　　مرداں دی ہن ایہہ پیر اے
بن گئی زمین ہُن آسماں　　تہذیبِ حاضر الاماں!

عورت ترقی کر گئی !　　بن بن اوہ اسپیکر گئی　　خاوند نوں گھر وچ دھر گئی　　تے کرن خود لکچر گئی
ہن بانگ دیندیاں کُکڑیاں　　تہذیبِ حاضر الاماں

مُنڈے بھی سُرخی لاوندے　　بن سر تے جالی آوندے　　اوہ ناز نے دکھلاوندے　　کُڑیاں نوں بھی شرماوندے
بھیڈو بھی بن گئے بکریاں　　تہذیبِ حاضر الاماں !

سب کجھ تو حق حق کہہ گیا　　کیہہ فرق باقی رہ گیا !　　حق جت کے بازی لے گیا　　باطل دا بھٹھہ بہہ گیا
جیوندا رہیں او سوہنیاں　　تہذیبِ حاضر الاماں

ماڈرن مثنوی

یہ اشعار بھی میرے لکھے ہوئے ہیں۔ ماڈرن عورتوں کے تعارف کیلئے یہ بھی پڑھ لیجئے

ہیں زمانے کی عجب نیرنگیاں　　تھیں جو مستورات اب ہیں ننگیاں

آجکل ایسی ترقی ہو گئی!　　مُرغ کی ہمدوش مُرغی ہو گئی

اس سے انڈوں کی توقع اب کہاں　　مُرغ کی مانند دیتی ہے اذاں!

دَورِ حاضر کے عجب اطوار ہیں!　　مرد بے بس عورتیں مختار ہیں!

تھی جو بیوی اب وہ شوہر بن گئی　　جنوری گویا دسمبر بن گئی!

ہو گئی ہے خیر سے لڑکی ٹرینڈ　　ساتھ اپنے لے کے پھرتی ہے فرینڈ

عشق کو اب تو بڑا آرام ہے　　حُسن کی جبکہ نمائش عام ہے

حُسن چونکہ اب پسِ پردہ نہیں!　　اس لئے اب عشق بھی رُسوا نہیں

سُرخی و پوڈر کا ہے سارا یہ کھیل　　کہ پَری رُو بن کے نکلی ہے چڑیل

نکلی اک بُڑھیا بھی کر کے گال لال　　آگیا باسی کڑھی میں بھی اُبال

سُرخ تلوے سُرخ ناخن سُرخ لب　　ڈینجرس ہی ڈینجرس ہیں عضو سب

الاماں تہذیبِ حاضر الاماں!　　بن گئی ہیں لیڈیاں اب ٹیڈیاں

عورتیں مَردوں پہ ہیں اب حاکمات
فاعلات، فاعلات، فاعلات!

جنگ میں جنگ

۱۹۶۱ء میں اخبار جنگ راولپنڈی کے صفحات پر مردوں اور عورتوں کے درمیان ایک قلمی جنگ چھڑی تھی جس میں مردوں اور عورتوں نے ایک دوسرے پر بڑے بڑے زہریلے تیر برسائے۔ مردوں نے جو کچھ لکھا۔ لکھا ہی تھا۔ عورتوں نے تو حد ہی کر دی اور ایسی بیباکی و آزادی کے ساتھ مردوں کو مخاطب کیا کہ توبہ ہی بھلی۔ مَیں نے ان دِنوں اخبار جنگ کے متعدد شماروں سے مختلف اقتباسات نقل کر کے جنگ میں جنگ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جو ماہِ طیبہ میں شائع ہُوا اور مقبول ہُوا۔ پچھلی تین نظموں سے ماڈرن عورتوں کا کچھ تھوڑا۔ بہت تعارف حاصل ہونے کے بعد ان کے مزید تعارف کے لئے یہ مضمون بھی پڑھ لیجیے۔ اس کے بعد پھر حکایات کا سلسلہ شروع ہو گا۔

آجکل اخبار جنگ راولپنڈی میں مراسلات کے صفحہ پر فلیشن ایبل مردوں اور عورتوں میں قلمی جنگ جاری ہے۔ مرد کہہ رہا ہے کہ عورت بڑی آزاد ہو گئی ہے۔ چائنا شرٹ اور اسکرٹ جیسے نیم برہنہ اور چست لباس پہنتی ہے اور یہ بڑی بے حیائی کی بات ہے۔ عورت جواب دیتی ہے کہ فیشن کا مخالف خود بے حیا ہے اور مرد کون سے بایزید ہیں؟ ٹیڈی پتلون اور رنگدار بوشٹیں اور فرنگیوں کا لباس پہننا اور گریبان کھول کر بازار میں گھومنا انہوں نے بھی تو اختیار کر لیا ہے۔ اس سلسلہ میں دونوں طرف سے کچھ ایسی تُو تُو مَیں مَیں ہو رہی ہے کہ الامان والحفیظ۔ اور بعض عورتوں نے مردوں کو وہ جلی کٹی سنائی ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔ الحمد للہ! "مولوی" اور اس کے ہم مسلک پرانے خیال کے مرد اور عورتیں اس جنگ میں شریک نہیں اور یہ جنگ ان کی ہے بھی نہیں۔ یہ جنگ فیشن کی پیداوار ہے اور دونوں

طرف فلیشن ہی ہے۔ فلیشن کا حملہ فلیشن پر ہی ہے۔ یہ سلسلہ کئی دنوں سے جاری ہے۔ ہر روز صفحہ مراسلات پر یہ جنگ لڑی جا رہی ہے اور فلیشن ایبل عورتیں مردوں کے مقابلہ میں ڈٹ چکی ہیں اور کہہ رہی ہیں۔ کہ یہ مرد اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔ اب وہ زمانے گئے۔ جب مرد عورتوں پر ناجائز دھونس جمایا کرتے تھے۔ اب ان مردوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پاکستان بن چکا ہے اور زمانہ بہت ترقی کر چکا ہے۔ اب ہم آزاد ہیں۔ اب کوئی مرد ہماری آرزوں پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ ہماری مرضی ہم چائنا شرٹ پہنیں یا اسکرٹ ساڑھی۔ باندھیں یا بلاؤذر۔ پھر اس کے بعد ملک کی ساری عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں ڈٹ جانے کی اور مردوں کو پچھاڑنے کی حسب ذیل مجاہدانہ تلقین کی گئی ہے۔ کہ۔

"میری بہنو! اس قسم کے جاہل اور گفتار آدمیوں کے کہنے میں نہ آنا۔ اور ایسے آدمیوں کو منہ توڑ جواب دینا کیونکہ یہ اپنی حرکتوں سے اس وقت باز آئیں گے۔ جب ان کو مکوں کا جواب مکوں سے اور لاتوں کا جواب لاتوں سے دیا جائے گا۔

(اخبار جنگ ۲۰ مئی ۱۹۶۱ء جمشید بیگم)

ہم اس جنگ کا پورا پورا نقشہ تو محدود صفحات میں پیش نہیں کر سکتے ہاں اس کے بعض وار پیش کئے جا رہے ہیں۔ پڑھیئے۔ اور عبرت حاصل کیجیئے کہ اس شرعی آزادی و بے حجابی اور نئی تہذیب نے عورت کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے اور فلیشن ایبل مرد نے اپنے ہاتھوں عورت کو مغربی آزادی دے کر اپنے لئے کس قدر مصیبت و ذلت مول لے لی ہے۔

اخبار جنگ میں کسی علیم صدیقی بر تر نے اتنا لکھ دیا۔ کہ "عورتوں کو چائنا شرٹ وغیرہ قسم کے نیم برہنہ لباس نہیں پہننا چاہیئے اور فلیشن کی رُو سے نہیں پہنا چاہیئے۔" اس پر رضیہ سلطانہ کراچی نے جو گلفشانی

ی۔ وہ حسبِ ذیل ہے۔

"فیشن کے مخالف بے حیا سے"

"علیم صدیقی برتر کا   کا مراسلہ نظر سے گزرا   برتر صاحب کا مراسلہ پڑھ کر بہت غصہ آیا۔ کہ علیم صاحب ہر جگہ اپنی برتری دکھانے پر آمادہ رہتے ہیں۔ آپ عورت کے لباس پر تنقید کیوں کرتے ہیں؟ اگر عورتیں چائنا شرٹ پہنتی ہیں تو آپ کا کیا نقصان ہے۔ کیا مرد ٹائی پینٹ نہیں پہنتے۔ چائنا شرٹ پہننے میں مجھے تو کوئی بے حیائی نظر نہیں آتی۔ تصویریں گھروں میں آپ عورتوں کے دل سوز عکسوں کو کیوں دیکھتے ہو۔ جب مرد ایسے عکس ہائے دل سوز دیکھنے پسند کرتے ہیں تو عورتیں کیوں نہ ان کی نمائش کریں اگر آپ مسکرا کر بات کرنے کو فیشن گردانتے ہیں تو یہ آپ کی بے عقلی ہے۔ کیا عورت رو کر بات کرے؟ اگر عورتیں فیشن کے لئے سینما دیکھتی ہیں تو مرد کس قدر کے لئے دیکھتے ہیں۔ عورتوں نیم عریاں ڈانس دیکھنے مرد کلبوں میں جاتے ہیں؟ علیم صاحب! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ترقی یافتہ ممالک میں عورت کو کتنی آزادی حاصل ہے۔ جب پاکستانی عورت ہر شعبہ میں دوسرے ممالک کی عورتوں کی طرح مردوں کے دوش بدوش کام کرتی ہیں تو فیشن میں کیوں پیچھے رہے۔ اگر عورت برقعہ اوڑھے تو وہ مردوں کے دوش بدوش کام نہیں کر سکتی۔ برتر صاحب! کے دماغ سے ابھی تک دقیانوسی اور پرانے خیالات نہیں نکلے۔ آپ کے خیال میں عورت کو چار دیواری میں مقید رکھنا چاہیئے جیسا کہ دورِ جہالت میں ہوتا تھا۔ عورتوں کا کیا ذکر۔ مرد بھی تو اپنی بیویوں کے چوری چھپے دوسری عورتوں سے ملتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہوٹلوں میں چائے پیتے ہیں اور سینما دیکھنے جاتے ہیں"

(رضیہ سلطانہ کراچی (جنگ، مئی ۱۹۶۱ء)

یُوں تو سارا مراسلہ ہی ایک "تازیانۂ عبرت" ہے لیکن خطِ کشیدہ عبارت تو "دوش بدوش" چلانے والے تہذیبِ نو کے ہر مدہوش کے لئے داروئے ہوش لئے ہوئے ہے۔

اس کے بعد فلیش ایبل عورتوں نے مردوں کے مقابلہ میں باقاعدہ ایک محاذ کھول دیا اور مختلف عورتوں نے مردوں پہ ایسے ایسے تیر برسانے شروع کر دیئے کہ مردوں کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ ان عورتوں نے ترکی بہ ترکی جواب میں مردوں کے بھی فلیش گنوانے شروع کر دیئے۔ بہت سے مردوں نے شریعت کی پناہ میں آنے ہی میں خیر سمجھی اور "مولوی" کا درس دینا شروع کر دیا۔ مگر یہ درس اب "جب چڑیاں چگ گئیں کھیت" والا معاملہ بن گیا ہے چنانچہ رضیہ سلطانہ نے مردوں کو بے حیا لکھا۔ تو اس زہریلے تیر کے جواب میں مردوں کا جواب ملاحظہ فرمایئے۔

ناچیز کے خیال میں عورت کی شرم صرف پردہ اور چار دیواری میں محفوظ ہے۔ اور جو خواتین اس سے انکاری ہیں۔ وہ دخترانِ اسلام نہیں۔ (شجاع احمد)

کتنے شرم کی بات ہے کہ ایک عورت جو مرد کی غلام ہے۔ وہ مردوں کے منہ پہ ایک ایسا تھپڑ رسید کر گئی۔ جو ہمیشہ یاد رہے گا۔ اے عورتو! مرد تمہارا مجازی خدا ہے۔ اگر سجدہ خُدا کے سوا کسی اور کو جائز ہوتا تو سب سے پہلے تمہیں اپنے مردوں کو سجدہ کرنے کا حکم ہوتا۔

(نذیر احمد مرزا (جنگ ۲۶، مئی ۱۹۷۱ء)

فلیش کے منہ سے یہ مولویانہ وعظ سننے کے بعد عورت وہ عورت جو اس عزم سے میدان میں نکلی ہے۔ کہ یہ مرد "اپنی حرکتوں سے اس وقت باز آئیں گے۔ جب ان کو مکوں کا جواب

مکوں سے اور لاتوں کا جواب لاتوں سے دیا جائے گا۔"

یوں گویا ہوئی۔ کہ

مَیں پوچھتی ہوں۔ آخر ہر بحث کی تان مذہب پہ کیوں ٹوٹتی ہے جب مباحثین کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ جھٹ قرآن کا سہارا لے لیتے ہیں۔ یہ کہنا کہ عورت کا مقام مذہب نے چار دیواری۔ خاوند کی اطاعت اور چولہا چکی میں بنایا ہے تو اس طرح عورت کا دماغ پراگندہ ہو رہا ہے کہ یہ کیسا مذہب ہے۔ جہاں عورت کا کوئی مقام نہیں۔ (مس گل ملک۔ جنگ یکم جون ۱۹۶۱ء) پاکستان بن چکا ہے اور زمانہ بہت ترقی کر چکا ہے۔ اب ہم آزاد ہیں۔ اب کوئی مرد ہماری آرزوؤں پہ حاوی نہیں ہو سکتا۔ ہماری مرضی ہے۔ ہم فیشن کریں یا نہ کریں۔ (حمیدہ بیگم ۳۰ مئی ۱۹۶۱ء)

اس کے جواب میں مرد بولا۔

پاکستان کا آئین عورتوں کو یہ ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ عورت نیم عریاں لباس پہن کر سینما۔ تھیٹر۔ سڑکوں اور بازاروں میں گھومے۔ عورت مثل آگ اور مرد مثل مکھن کے ہے۔ مکھن کا آگ کے سامنے پگھلنا ایک نیچرل خاصیت ہے۔ آگ کا کام باورچی خانے میں کھانا پکانا اور ڈرائنگ رُوم میں گرمی پہنچانا ہے۔ اگر آگ کو گلی کوچوں سڑکوں اور بازاروں میں پھیلنے کی اجازت دیدی جائے تو مکھن نالیوں میں بہ جائے گا اور سوسائٹی جل کر راکھ ہو جائے گی۔

(غلام عباس۔ جنگ ۲۶ مئی ۱۹۶۱ء)

عورت بولی۔

شخصی آزادی کی بنا پہ ہر ایک اپنی مرضی کا مالک ہے۔ اگر

کوئی نیم عریاں لباس پہن کر بازار میں آجائے تو اس کے ضمیر پر منحصر ہے۔ اس کا ضمیر اُسے اس فعل کی اجازت دیتا ہے۔ آخر آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے۔ اس طرف نگاہ کرنے کی۔ آپ اپنی بے چین نگاہیں نہ روک سکیں تو الزام عورتوں پر۔

(مِس گل ملک۔ جنگ یکم جون)

مرد بولا۔ ——————

اسلام نے ہمیں اس مصنوعی بناؤ سنگھار کی اجازت نہیں دی قدرتی حُسن بدرجہا بہتر ہے۔ آزادی مستورات کا حق ہے مگر آزادی مناسب حد تک ہو۔ جس میں فیشن اور بے حیائی کو دخل نہ ہو۔

(نور الٰہی۔ جنگ یکم جون)

عورت بولی ——————

فیشن میں عورت کا ساتھ مرد بھی تو نباہ رہا ہے۔ دلیپ کی لٹ۔ راج کی حرکتیں۔ لڑکیوں کے پیچھے گریبان کھول کر گھومنا۔ پرنٹڈ اور رنگدار بُوشرٹیں۔ اسٹریپ والے جوتے اور آخر صبح ہی صبح یہ منہ کھُرچنے کی کیا ضرورت ہے۔ عورت نے بال کٹوائے تو سو سو اعتراض اور جو خود داڑھی مُونچھ صفا چٹ۔ میک اَپ سے مزیّن چہرہ رنگدار بوشرٹ۔ کیا عورت بننے کی کوشش نہیں؟ بال کاٹنے میں پہل مرد نے کی۔ اس نے اپنا چہرہ کھرچا۔ تو ان عورتوں نے جن کے بالوں میں نقص تھا مثلاً گنجاپن یا بال چھوٹے ہونا۔ تو انہوں نے غیرت پہ پردہ پوشی کے لئے بال کٹوا دیئے۔ اپنے لانبے بالوں پہ کوئی ہمت والی عورت قینچی نہیں رکھ سکتی مگر یہ آپ کے چہروں کو کس دیمک نے چاٹ لیا۔ —ہ

ڈاڑھی خدا کا نور ہے بے شک مگر جناب
فیشن کے انتظامِ صفائی کو کیا کروں!

(مس گل ملک - جنگ یکم جون)

"مولوی" بھی اگرچہ مرد ہے اور اسے مردوں ہی کی حمایت کرنی چاہیئے مگر اس اقتباس میں "مولوی" کی حمایت مس گل ملک صاحبہ ہی کے لئے ہے اس لئے مس صاحبہ نے یہ چند باتیں تو واقعی "مرد میدان" بن کر لکھی ہیں اچھا اب آگے چلئے۔

مرد بولا

چائنا شرٹ یا تنگ لباس پہن کر عورت جاذبِ نظر تو ضرور ہو جائے گی مگر شرم و حیا کی پتلی نہیں بن سکتی۔ وہ کلب میں ڈانس کر کے ایک اچھی رقاصہ تو بن سکتی ہے لیکن رابعہ بصری نہیں بن سکتی۔

(افتخار ولی - جنگ یکم جون)

افتخار ولی صاحب نے بالکل درست فرمایا لیکن اس کے جواب میں عورت کی بھی سُن لیجیے۔ عورت بولی۔

کہ یہ جو ٹیڈی پتلون ہے اس کی بجائے اگر آپ پتلون نہ پہنیں اور صرف قمیص پہن کر بازار میں چلے آئیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا ٹیڈی پتلون کو بازار میں آپ اپنے اس حصّہ کی نمائش کرتے ہیں جسے قدرت نے ہر حالت میں ڈھانپنے کو کہا ہے حالانکہ افریقہ اور وحشی قبائل کے افراد اپنے ان پوشیدہ مقامات کو پتوں سے ڈھانپنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(مس ممتاز - جنگ یکم جون)

مرد بولا ——— خدا تعالٰی نے مرد و عورت میں فرق

رکھا ہے۔ آپ مرد کے برابر نہیں ہو سکتیں۔

(چراغدین۔ جنگ یکم جون)

عورت بولی

عورت کے بغیر مرد ناکارہ ہے مگر مرد کے بغیر عورت جنم دیوی ہی رہتی ہے۔ یسوع مسیح کی ماں حضرت مریم کا قصہ سب جانتے ہیں کہ مریم نے مرد کے بچے کو جنم دیا۔ آج تک کسی مرد نے کسی بچے کو جنم نہیں دیا۔ اس لئے مرد کو اپنی ہار مان لینی چاہیئے

(مس گل ملک۔ جنگ یکم جون)

مس صاحبہ کا یہ اقتباس بھی واقعی لاجواب جنم ہے۔ ایسے اقتباس کو بھی جنم مرد جنم نہیں دے سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ خود مریم علیہا السلام ایک مرد ہی کی صاحبزادی تھیں اور صرف یسوع مسیح علیہ السلام کی ہی نہیں بلکہ سارے انسانوں کی ماں حضرت حوّا علیہا السلام کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور یہ اللہ کی بے شمار قدرتوں میں سے ایک قدرت کا مظاہرہ تھا مگر اس کا یہ معنی نہیں کہ ہسپتال میں لاوارث بچے کو جنم دینے والی کوئی عورت خدا تعالیٰ کی نیک اور باعصمت بندی پر اپنے آپ کو قیاس کرنے لگے۔ ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

ہاں تو۔ مرد بولا

یہ عورتیں سُرخی پوڈر سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے چھاتی کا ابھار دکھاتی پھریں اور سر کے بالوں کے دو ناگ دائیں بائیں کندھوں سے لٹکا کر سامنے آئیں۔ اس صورت میں مرد بیچارہ بھی

مجبور ہو کر رہ جائے گا۔

محمد یوسف۔ جنگ ۴ جون

عورت بولی

آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے اس طرف نگاہ کرنے کی۔ آپ اپنی بے چین نگاہیں نہ روک سکیں۔ تو الزام عورتوں پر۔

(مس گل ملک)

مرد کا میٹھا جواب سنیے

آجکل خوبانیوں کے ٹوکرے جابجا دیکھ کر خریدنے کو اور کھانے کو جی چاہتا ہے لیکن آج سے ایک ماہ پیشتر جب ان کا موسم نہ تھا تو ان کے خریدنے کا اور نہ ہی کھانے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ یہی حال عورت کا ہے۔ اگر عورتیں شرم و حیا کا لبادہ اوڑھیں اور بے حیائی کا مظاہرہ نہ کریں تو ان کی طرف کبھی مرد کا خیال منتقل نہ ہو گا۔

(محمد یوسف۔ جنگ ۴ جون)

عورت اپنا احسان جتاتی ہے۔

ہم جو کچھ بھی کرتی ہیں مردوں کو خوش کرنے کے لئے۔ تاکہ ان مردوں کی تھکاوٹ دور ہو۔ ہم نے مردوں کو ڈانس دکھایا ان کی تھکاوٹ دور ہو گئی۔ محبت بھرا گانا سنا دیا۔ جسم ہلکا ہو گیا۔

(جمشید بیگم۔ جنگ ۲۰ مئی)

مرد کا پُر لطف جواب سنیے۔

واہ کیا کہنے آپ کے۔ یہ ناچ گانا بھی کوئی بادام روغن کی مالش ہے کہ ڈانس دکھا دیا۔ تو تھکاوٹ دور ہو گئی اور گانا سنا دیا۔ تو جسم ہلکا ہو گیا۔ (اسرار الحق۔ جنگ ۴ جون)

یہ جنگ بڑی طویل ہے۔ اب ہم عورتوں کے ایک زہریلے تیر کی نشاندہی کر کے مضمون ختم کرتے ہیں۔ ایک مرد نے چائنا شرٹ پہننے والی عورت کو "قربانی والا جانور" لکھ دیا تو عورتوں نے جواب دیا۔ کہ

اگر عورت قربانی کا جانور ہے تو مرد کی ٹائی اور میونسپلٹی سے حاصل کرے گئے پالتو کتے کے پٹے میں کیا فرق ہے ایک ہی چیز کے دو مختلف نام ہیں۔ الفاظ کا ہیر پھیر ہے۔

ہس گل ملک۔ جنگ یکم جون ۱۹۶۱ء

کیوں صاحب! کچھ مزہ آیا آزادیٔ نسواں کا۔ اور مولویوں پہ یہ غصہ جھاڑنے کا کہ یہ مولوی ان عورتوں کو پردے میں رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اور عورتوں عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش چلنے کی راہ میں روڑہ کیوں اٹکاتے ہیں۔ اس فوج کی سپہ سالار جمشید بیگم صاحبہ کی اس تلقین پہ کہ ان مردوں کو مکوں کا جواب مکوں سے اور لاتوں کا جواب لاتوں سے دو۔ فوج نے سو فیصد عمل کر کے دکھا دیا۔

اس جنگ میں جہاں ان آزادی پسند عورتوں کی بیباکیاں۔ شوخیاں قابل صد رنج و ملال ہیں۔ وہاں ان کے مردوں کو الزامی جواب بھی قابلِ غور ہیں۔ اور فیشن ایبل مردوں کے پاس درحقیقت ان الزامات کے سوا جواب نہیں۔

حکایت نمبر ۱۱۸

ماں کی محبّت

مولوی محمد حسین آزاد نے اُردو کی پہلی کتاب لکھی جو آج سے تیس ۳۰ بتیس سال پہلے تک مدرسوں میں پڑھائی جاتی رہی۔ اس کا پہلا سبق یُوں تھا

ماں بچّے کو گود میں لئے بیٹھی ہے۔ باپ حقّہ پی رہا ہے اور دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ بچّہ آنکھیں کھولے پڑا ہے۔ انگوٹھا چوس رہا ہے۔ ماں محبت بھری نگاہوں سے بچّے کا منہ تک رہی ہے اور پیار سے کہتی ہے۔ میری جان! وہ دِن کب آئے گا۔ جب کما کر لائے گا۔ آپ کھائے گا۔ ہمیں کھلائے گا۔ سہرا باندھے گا۔ دُلہن بیاہ لائے گا۔" بچّہ مسکراتا ہے۔ تو ماں کا دِل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ جب ننھا سا ہونٹ نکال کر، رونی سی صورت بناتا ہے تو بے چین ہو جاتی ہے۔ سامنے جھُولا لٹک رہا ہے۔ سلانا ہوتا ہے تو اس میں لٹا دیتی ہے۔ رات کو اپنے ساتھ سلاتی ہے۔ جاگ اٹھتا ہے تو جھٹ چونک پڑتی ہے۔ کبھی نیند رونے لگتا ہے تو آدھی رات تک یہ بے چاری ممتا کی ماری بیٹھی رہتی ہے۔ صبح جب بچّے کی آنکھ کھلتی ہے۔ تو آپ بھی اُٹھ بیٹھتی ہے۔ دن چڑھے منہ دھلاتی ہے اور کہتی ہے کیا چاند سا مکھڑا نکل آیا۔ واہ۔ وا!

سبق

یہ ماں پرانے زمانے کی ماں تھی اور اس زمانے کی ماں تھی جس زمانے میں بچّے بچہ گاڑی یا آیا کی گود کی بجائے ماں کی گود میں ہوتے تھے اور باپ سگریٹ یا پائپ نہیں بلکہ حقّہ پیا کرتا تھا۔ اب زمانہ بدل گیا۔ ماحول

تبدیل ہوگیا۔ اب ہم اِردگِرد وہ چیزیں نہیں دیکھتے جو مولوی محمد حسین آزاد کو اپنے زمانے میں نظر آتی تھیں۔ اِس لیے اب اگر کوئی " ماں کی محبّت " کے عنوان سے کوئی سبق سیکھے۔ تو اس ماڈرن دَور کے مطابق اس کی صورت یہ ہوگی۔

آیا بچّے کو گود لیے بیٹھی ہے۔ باپ انعامی معمہ حل کر رہا ہے۔ اور دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ انعام آ ئے تو بچّہ گاڑی خریدی جائے گی۔ بچّہ آنکھیں کھولے پڑا ہے۔ چوسنی چوس رہا ہے۔ ماں کاجل بھری آنکھوں سے اور مصنوعی پلکوں کے نیچے سے اس کے موُنہہ کو تک رہی ہے اور پیار سے کہتی ہے۔ میری جان! وہ دن کب آئے گا جب تو بلیک مارکیٹ کرے گا۔ روٹ پرمٹ لائے گا۔ کوٹھی الاٹ کرائے گا۔ رشوت کا مال خود کھائے گا۔ ہمیں کھلائے گا۔ ووٹوں کا سہرا باندھے گا۔ ممبری بیاہ لائے گا بچّہ مسکراتا ہے تو ماں کا دِل گول باغ ہو جاتا ہے۔ جب ننھا سا ہونٹ نکال کر رونی صورت بنانے لگتا ہے تو ڈرائنگ روم میں چلی جاتی ہے۔ سامنے ریڈیو سیٹ دھرا ہے۔ بہلانا ہوتا ہے تو دیہاتی پروگرام لگا دیتی ہے۔ ؎

وہ ماں اور تھی اور یہ ماں اور ہے
وہ دَور اور تھا۔ یہ نیا دَور ہے!

حکایت ۱۱۹

اُستانیوں کا مبلغِ علم

راولپنڈی کے زنانہ مِڈل سکولوں کے لئے درخواستیں طلب کی گئیں

تو اس سلسلے میں چند درخواستیں آئیں۔ ان میں سے دس امیدواروں کو تحریری انٹرویو کے لئے بلایا گیا اور ان سے حسبِ ذیل سوالات کا جواب مانگا۔

۱۔ اسلام کے پانچ رُکن کیا ہیں؟
۲۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا اُردو ترجمہ کیجیے؟
۳۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی والدہ ماجدہ اور والد ماجد کا نام لکھیے؟
۴۔ تسبیح میں سَو دانے کیوں ہوتے ہیں؟
۵۔ پانچ بڑے بڑے اسلامی ممالک کے نام لکھیے؟
۶۔ آپ کے پسندیدہ تین ایکٹر کون سے ہیں؟

◆

دسوں امیدوانیوں نے صرف آخری سوال کا تسلّی بخش جواب دیا اور اپنی پسند کے تین ایکٹروں کے نام لکھے اور پہلے کسی سوال کا بھی تسلّی بخش جواب نہ دیا۔

(کوہستان ۱۹ مارچ ۱۹۶۳ء)

سبق

ان برائے نام مسلمان ماڈرن اُستانیوں نے اپنے دین سے متعلق سوالات کا کوئی صحیح جواب نہ دیا۔ صحیح جواب اگر دیا تو فلمی سوال کا۔ اسی سے اندازہ لگا لیجیے کہ فلمی شوق نے ہمارے دین و دنیا کو کس طرح برباد کر ڈالا ہے کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ فلمی ایکٹروں کی یاد ہیں۔ بسم اللہ کا ترجمہ تک یاد نہیں۔ موجودہ دورِ غفلت میں نہ صرف یہ کہ عورتوں ہی کو مسلمان۔ مردوں کو بھی اپنی اپنی دینی باتیں یاد نہیں۔ آجکل کے کسی تعلیم یافتہ سے ڈارون

کی ھتھیوری، چرچل کا نسب نامہ۔ سٹالن کی ہسٹری۔ ہٹلر کا فسانہ پوچھ کر دیکھے تو فر فر سنا دے گا۔ اور اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے ارشاداتِ عالیہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سوانح حیات اور بزرگانِ دین کے فرمودات کا پُوچھیئے تو بغلیں جھانکنے لگے گا۔

ایک لطیفہ بھی سُن لیجئے۔ ٹرین میں سفر کرتے ہوئے ایک مولوی صاحب وضو کے لئے پانی تلاش کرنے لگے تو ایک جنٹلمین نے کہا۔ مولوی صاحب پانی مشکل ہے۔ آپ وہ کر لیجئے مولوی صاحب! انہوں نے کہا۔ وہ کیا؟ جنٹلمین بولا۔ اجی وہی جو پانی نہ ملے تو کیا جاتا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا۔ واہ صاحب! واہ! مسلمان ہو کر تمہیں نام یاد نہیں۔ ذرا سوچ کر بتاؤ۔ وہ کیا؟ جنٹلمین نے دماغ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ہاں ہاں یاد آگیا۔ متنجن۔ متنجن۔ استغفر اللہ! دیکھا آپ نے؟ تیمم کی جگہ متنجن۔

ساہیوال کے جامعہ فریدیہ کے ایک سالانہ جلسۂ دستار بندی میں میری تقریر سے قبل ایک "افسر" صاحب کی تقریر تھی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں علماء کرام کے متعلق بیان کیا کہ انہیں جغرافیہ نہیں آتا۔ سائنس نہیں آتی۔ انہیں کسی ملک کے محلِ وقوع کا علم نہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان کے بعد مَیں نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہمیں اگر سائنس و جغرافیہ نہیں آتا تو ہمارے ان مُصلحین کو نماز نہیں آتی۔ قرآن نہیں آتا اور انہیں کسی دینی مسئلہ کا علم نہیں۔ بالفرض ہمیں اگر سائنس و جغرافیہ نہیں آتا۔ ان سے ہماری تو دنیا خراب ہوئی اور جنہیں نماز نہیں آتی۔ قرآن نہیں آتا۔ ان کی آخرت برباد ہوئی۔ قیامت کو کسی ملک کے محلّ وقوع کا سوال نہیں ہوگا۔ نماز و روزے اور دین کے متعلق سوال ہوگا۔

پاکستان کے وزیرِ اعظم جناب لیاقت علی خان صاحب کے انتقال پر جب بعض لوگوں نے اپنے اپنے شہروں میں ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی

تو کوٹلی کے چند جنٹلمین میرے پاس بھی آئے اور کہا۔ مولوی صاحب! آپ بھی غائبانہ جنازہ پڑھائیں۔ مَیں نے ان سے کہا۔ کہ حنفی مذہب میں غائبانہ جنازہ جائز نہیں۔

انہوں نے اصرار کیا تو مَیں نے کہا۔ اچھا پہلے آپ سب مجھے جنازہ میں پڑھنے کی دُعا سنائیں تاکہ پتہ چلے کہ آپ جنازہ میں کیا پڑھیں گے۔ اب وہ کِھسیانے ہو کر بولے۔ وہ تو آپ پڑھیں گے۔ مَیں نے کہا۔ ہاں مَیں بھی پڑھوں گا اور آپ کو بھی پڑھنا ہو گی۔ تو بولے پھر رہنے دیجیئے دیکھا آپ نے یہ ہے ماڈرن مسلمانوں کا حال کہ دینی باتوں کا کچھ علم نہیں۔ ہاں فلمی لائن کے ہر گوشہ کا علم ہے۔ اگر اسی کا نام تعلیم ہے تو پھر سچی بات تو یہ ہے کہ آجکل اس تعلیم یافتہ افراد سے پرانے زمانہ کے جاہل اچھے جنہیں فلم ولم کا تو کچھ علم نہیں۔ ہاں خدا و رسول کی باتیں انہیں ضرور یاد ہیں۔ ؎

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے!!
پھر اس کی کیا خوشی کوئی ڈپٹی ہے کوئی جج ہے

حکایت ۱۲۰

ایم۔اے کی دو طالبات

دہلی کے ایک مقامی کالج کی ایم اے کی دو طالبات ایک غیر ملکی نوجوان کو لڑکیوں کا لباس پہنا کر اپنے ساتھ ہوسٹل کے کمرہ میں لے گئیں چوکیدار کو انہوں نے یہ چکمہ دیا کہ یہ تیسری لڑکی ان کی مہمان ہے اور چوکیدار کو شام کے اندھیرے میں یہ شبہ بھی نہیں ہوا کہ ان کے ساتھ زنانہ لباس میں لڑکی نہیں لڑکا ہے۔

گئی رات ان لڑکیوں کے بند کمرے میں ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ کا ہنگامہ ہوتا رہا۔ شروع شروع میں ملحقہ کمروں میں رہنے والی لڑکیوں کو شبہ بھی نہ ہوا کہ ساتھ والے بند کمرے میں کیا معاملہ ہے۔ مگر جب لڑکیوں کی آوازوں کے ساتھ مردانہ آواز بھی سنائی دینے لگی تو بالکل ساتھ والے کمرے میں جمع ہو کہ کچھ لڑکیوں نے میز پہ کرسی۔ کرسی پر سٹول رکھا ورا اس طرح روشندان سے جھانک کر اندر کا اخلاق سوز منظر دیکھ لیا۔ اس انکشاف پر ہوسٹل کی لڑکیوں نے چپکے سے ان دونوں لڑکیوں کے کمرے کو باہر سے بند کر دیا۔ اور ہوسٹل کے منتظمین کو اطلاع دے دی۔ جب دروازہ کھولا گیا تو لڑکیوں نے جلدی سے لڑکے کو اپنے کپڑوں کی الماری میں چھپا دیا مگر بھانڈا پھوٹ کر رہا۔ بعد ازاں تحقیقات کے بعد ایم اے کی ان دو طالبات کو جو بڑے ہی شریف اور معزز گھرانوں کی سپتریاں ہیں۔ کالج سے نکال دیا گیا۔

(کوہستان ۱۶ اپریل ۶۲ء ماہِ طیبہ مئی ۶۲ء)

سبق

نئی تہذیب نے بے حجابی مرد و زن کے آزادانہ اختلاط اور مخلوط تعلیم کا جو رجحان پیدا کر دیا ہے۔ ان کا بھیانک نتیجہ ایم اے کی دو طالبات کے کردار کا سا نتیجہ ہی نکل سکتا ہے۔ دینی تعلیم تو غیر محرموں کی طرف دیکھنے کی بھی اجازت نہیں دیتی لیکن یہ ماڈرن تعلیم غیر محرموں سے اختلاط و خلوت کے لئے ایسے ایسے بہانے و فن بھی سکھاتی ہے جن کی بدولت غیر محرموں سے بند کمروں میں چھیڑ چھاڑ ہو سکے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح ان چالاک لڑکیوں نے چوکیدار کو چکمہ دینے کے لئے لڑکے کو لڑکیوں کا لباس پہنا کر اسے لڑکی بتایا تھا۔ حالانکہ وہ لڑکا تھا۔

اسی طرح آجکل کے چالاک ماڈرن افراد حرام چیزوں کو اپنانے کے لئے۔ مسلمانوں کو چکمہ دینے کی خاطر ان کے نام حلال چیزوں کے سے رکھ کر اسے حلال بتانے لگتے ہیں حالانکہ وہ ہوتا حرام ہی ہے جیسے کہ یہ لوگ "سود" کو حلال کرنے کے لیے اس کا نام "منافع" رکھ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہوتا سود ہی ہے۔ سور کا نام دنبہ رکھ دینے سے سور دنبہ نہیں بن جاتا بلکہ وہ سور کا سور ہی رہتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح کالج کی دو طالبات کو ان کے خلاف اخلاقی فعل کی بناء پر کالج سے نکال دیا گیا اور نکالنے والوں سے یہ نہیں کہا گیا کہ آپ کا یہ اخراج آپ کی تنگ نظری ہے۔ اسی طرح اسلامی کالج میں داخل مسلمان سے اگر کوئی خلافِ ایمانی قول و فعل صادر ہو جائے تو علماء کو یہ حق حاصل ہے کہ اُسے دائرہ اسلام سے خارج بتائیں اور علماء کو یہ ہرگز نہیں کہا جا سکے گا۔ کہ یہ فتوٰی آپ کی تنگ نظری ہے۔ مَیں نے لکھا ہے۔ ؎

نہ کیوں بے دین کو اسلام سے خارج کرے ملّا
اتارے بے ٹکٹ کو ریل سے ہے فرض ٹی ٹی کا

یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے دینی تعلیم ضروری ہے۔ اور اس دنیوی تعلیم کے نتائج تو اسی قسم کے ہوں گے جیسا کہ آپ پڑھ چکے۔ اسی لئے اکبر الٰہ آبادی نے اپنی رو عی میں لکھا ہے۔ اور خوب لکھا ہے کہ ؎

آج وہ ہنستے ہیں میرے جُبّہ و شلوار پر!!!
ایک دن ان کو فلک بندھوائے دھوتی تو سہی
اپنی اسکولی بہو پر ناز ہے ان کو بہت!
کیمپ میں ناچے کسی دن ان کی پوتی تو سہی

مخلوط تعلیم کا ایک لطیفہ بھی سُن لیجئے۔ ایک بڑی بی شام کے وقت بچّہ گاڑی میں ایک بچّے کو سیر کرا رہی تھی۔ اتفاق سے بچّہ رونے لگا۔ اسے

چمکاتے ہوئے کہنے لگیں۔

سو جاؤ ڈگری! تمہیں دودھ گھر جا کر ملے گا

کسی نے حیرانگی سے پوچھا۔ محترمہ! بچے کا نام تو بڑا عجب ہے؟

بڑی بی بولی۔ اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے۔ میں نے اپنی لڑکی کو لڑکے لڑکیوں کے مشترکہ کالج میں داخل کرایا تھا اور یہی وہ ڈگری ہے جو وہاں سے وہ لے کر آئی ہے۔

ہو نہ لڑکوں لڑکیوں کا اختلاط

احتیاط اے مردِ مومن! احتیاط

حکایت نمبر ۱۲۱

لیکچرار و ہیڈ مسٹریس

دہلی کے ایک صاحب نے ماڈرن عورت سے شادی کر لی۔ عورت شملہ میں ہیڈ مسٹریس تھی اور میاں دہلی میں لیکچرار۔ شادی کے بعد شملہ و دہلی کے درمیان دونوں کا ٹریفک جاری ہو گیا۔ ایک اتوار کو بیوی شملہ سے دہلی کی گاڑی پہ بیٹھ گئی اور میاں دہلی سے شملہ کی گاڑی پہ بیٹھ گئے۔ انبالہ جنکشن پہ دونوں کا اچانک "میل" ہو گیا۔ میاں نے جھجکتے ہوئے کہا۔ میڈم! معاف کرنا۔ یوں لگتا ہے۔ "آپ میری بیوی ہیں"۔ اور میڈم بولی۔ "شک تو مجھے بھی پڑتا ہے۔ کہ "آپ میرے میاں ہیں۔" میاں نے کہا تو آؤ شک کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دونوں میاں بیوی بن جائیں چنانچہ دونوں نے اتوار کی چھٹی انبالہ جنکشن پہ ہی سے گزاری اور رات کو دونوں واپس اپنے اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان دونوں کا ایک بچہ بھی تھا جو ایک سکول کے ہوسٹل میں ہی رہتا تھا اور اپنے ماں باپ کی محبت حاصل کرنے کبھی شملہ چلا جاتا

اور کبھی دہلی اور کبھی کبھار جب تینوں اکٹھے ہو جاتے تو یکدم اُداس ہو جاتے۔ (بحوالہ بھارتی اخبارِ سیاست ماہِ طیبہ مارچ ۱۹۶۱ء)

سبق

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔" (پ ۲۱ ع ۶)

(خدا نے) تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے سکون پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔"

خدا تعالیٰ نے تو میاں، بیوی کا جوڑا اس لئے بنایا تاکہ انہیں ایک دوسرے سے سکون ملے اور ان کی آپس میں محبت ہو لیکن اس ماڈرن دور میں میاں بیوی دونوں ہی کو سکون نہیں۔ میاں شملے بھاگ رہا ہے اور بیوی دہلی۔ اور آپس میں محبت کا یہ عالم ہے کہ میاں کو بیوی کی اور بیوی کو میاں کی پہچان نہیں۔ ان دونوں ہی کو آپس کے رشتے کا شک ہے۔ بچہ الگ ہوسٹل میں بے چین ہے۔ کبھی کبھار اکھٹے ہو بھی گئے تو ایک دوسرے سے بیگانگی کے عالم میں اسی لئے یکدم اداس بھی ہوگئے اس برائے نام رشتہ کے باوجود تینوں کا گھر الگ الگ۔ تینوں کی منزل الگ الگ اور تینوں کے خیال الگ الگ۔ فرمائیے۔ اس ماڈرنیت کو اپنانے سے چین و سکون برباد ہوا یا نہیں؟ پرانے دور میں بیوی کو "گھر والی" کہا جاتا تھا۔ یعنی جو گھر پہ ہی رہے۔ ایسی بیوی سے سکون بھی ملتا ہے اور محبت بھی اور جو "گھر والی" نہ ہو بلکہ "سکول والی" ہو تو اس سے سکون کی بجائے بھاگ دوڑ اور محبت کی بجائے

کسی "جنکشن" پہ میل ملتا ہے۔
اور آجکل کی ترقی کا تو یہ عالم ہے کہ یورپ میں کسی "جنکشن" پہ جانے کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ صرف ایک "انجکشن" ہی سے بچہ حاصل کر لیا جاتا ہے۔ ؎

آپ کو چین کو سکون گر چاہیئے
ماڈرن ماحول مت اپنائیے!

حکایت ۱۲۲

پیٹرول اور آگ

ایک فیشن ایبل اپ ٹو ڈیٹ لڑکی موںھہ پہ پوڈر ملے۔ لب پہ سُرخی لگائے۔ ساڑھی پہنے اور پوری حشر سامانیوں کے ساتھ کلکتہ کی ایک بارونق سڑک پر کچھ اس انداز سے جا رہی تھی کہ بقول اکبر الہ آبادی ؎

دل کشی ناز میں ایسی کہ ستارے رُک گئے
سرکشی چال میں ایسی کہ گورنر جھک جائیں

یہ لڑکی جا رہی تھی کہ سامنے سے ایک نوجوان نمودار ہوا۔ جب یہ لڑکی اس نوجوان کے قریب پہنچی تو اس نوجوان نے اس لڑکی کو پکڑ لیا اور تہذیبِ نو کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ نوجوان کی اس جرأت و بے باکی پہ فیشن کی پتلی گھبرائی۔ اور نوجوان کو جھڑکنے لگی اور اس کے بعد اس سے پیچھا چھڑا کر گھر پہنچی۔ وہ ایک امیر باپ کی بیٹی تھی۔ اس نے عدالت میں اس نوجوان کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ جج جو عیسائی تھا۔ اس نے نوجوان کو عدالت میں طلب کر کے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ نوجوان نے جواب دیا کہ جناب! آپ مجھ سے کیا پوچھ رہے ہیں۔

کہ مَیں نے ایسا کیوں کیا؟ مَیں بڑا حیران ہوں کہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ مَیں نے ایسا کیوں کیا؟ دیکھئے جناب! پٹرول کے نزدیک اگر آگ آ جائے تو پٹرول کی فطرت ہے کہ وہ بھڑک اٹھے اور جل اٹھے۔ آگ جب بھی پٹرول کے نزدیک آئے گی۔ پٹرول لازماً جلے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پٹرول ٹینکیوں پہ لکھا ہوتا ہے کہ یہاں سگریٹ پینا منع ہے اور آگ اس جگہ سے دُور رہے۔ اب اگر آگ چولھے سے نکل کر خود بخود چل کر پٹرول پمپ کے نزدیک آ جائے اور پٹرول بھڑک اور جل اٹھے تو کیا آپ پٹرول سے پوچھیں گے کہ اے پٹرول بتاؤ۔ تم کیوں بھڑک اٹھے؟ پٹرول سے ایسا سوال لایعنی ہوگا۔ سوال تو آگ سے ہوگا کہ تم چولھے سے نکل کر پٹرول کے پاس کیوں آئی اور کیوں پٹرول کو بھڑکا اٹھنے کا موقعہ دیا؟ جناب عالی! اسی طرح مرد کی یہ فطرت ہے کہ عورت اگر بن ٹھن کر مرد کے قریب آئے گی۔ تو مرد کا نخواہ مخواہ اس کی طرف میلان ہوگا اور اس کے جذبات بھڑک اٹھیں گے۔ آپ مجھ سے نہ پوچھئے۔ اس لڑکی سے پوچھئے کہ بن سنور کر گھر سے کیوں نکلی اور کیوں ایک ایسی شاہراہ عام سے گزری جہاں سینکڑوں پٹرول صفت مردوں کے بھڑک اٹھنے کا خطرہ تھا۔ یہ شعلۂ آتش جب میرے نزدیک آیا تو فطرتاً میرے جذبات میں ہیجان پیدا ہوا اور مَیں بھڑک اٹھا۔ اور نتیجہ وہی نکلا جو نکل سکتا تھا۔ اب اس حال میں ؏

کوئی پوچھے تو مَیں نے کیا خطا کی!

آپ خود ہی انصاف فرمائیں کہ مجرم کون ہے؟ جج کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور اس نے یہ فیصلہ لکھا۔ اخبارات میں اس طرح آیا کہ

نوجوان کو باعزت بری کیا جاتا ہے اور لڑکی کو ایک سال کے لئے اس پردے میں رہنے کی سزا دیتا ہوں جس کا حکم حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے دیا ہے۔

(ماہ طیبہ جولائی ۱۹۵۲ء)

سبق

آگ کا مقام چولھا ہے۔ یہ چولھے سے نکلی تو ہزار خطرے درپیش آئے۔ اسلام نے عورت کا مقام گھر بتایا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ۔ عورت گھر سے نکلی تو خطرات پیش آئے۔ سمجھئے پٹرول پمپ کے نزدیک تو ایک سگریٹ تک پینے کی اجازت نہیں لیکن اس دورِ آزادی میں ایک ایک مرد کے چاروں طرف آتشیں پرکالے گھوم رہے ہیں اور جہاں دیکھو آگ پٹرول کے ساتھ ساتھ ہے۔ دفتروں میں۔ کلب گھر میں سینما۔ ناچ گھر۔ پارٹیوں اور اسمبلیوں میں غرضیکہ ہر جگہ یہ آگ پٹرول کا پیچھا کر رہی ہے اور پٹرول سے ہاتھ تک ملانے کو تیار ہے۔ پھر اس عالم میں پٹرول کے بھڑکنے جلنے اور غلط نتائج نکلنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ ؏ ادھر جو پردہ نہ ہو سکیگا اِدھر بھی تقویٰ نہ ہو سکیگا

یہ بھی معلوم ہُوا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جملہ احکام فطرت کے مطابق ہیں جس کا اقرار غیر مسلموں کو بھی کرنا پڑا۔ اور عافیت اسی میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کیا جائے۔ ؎

دونوں عالم کا تجھے مطلوب گر آرام ہے!
ان کا دامن تھام لے جن کا محمدؐ نام ہے
صلے اللہ علیہ وسلم

حکایت ۱۲۳

ایک اَپ ٹو ڈیٹ عورت کا حشر

گذشتہ دِنوں لاہور کی سب سے بڑی بارونق اور خوب صورت ترین

سڑک مال روڈ پر ایک ایسا روح فرسا منظر دیکھنے میں آیا جسے یاد کر کے سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔ یہ ایک حسین شام کا واقعہ ہے۔ مال روڈ کے اس حصہ پر جو بیڈن روڈ۔ مال روڈ کے چوک سے چیئرنگ کراس کو جاتا ہے۔ لوگوں کا ایک بہت بڑا گروہ تالیاں بجاتا ہوا جا رہا تھا۔ جیسے کسی میلے پر جا رہا ہو۔ اور ہجوم کے آگے ایک اپ ٹو ڈیٹ خاتون دوپٹہ میں اپنا منہ چھپائے اور نظریں نیچی کئے جا رہی تھیں۔ ان کے ساتھ دو مرد تھے جنہوں نے ایک سیاہ فام نوجوان کو جو میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ پکڑا ہوا تھا۔ سول لائنز کے تھانہ تک ہجوم کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ تالیوں کا شور بھی بڑھتا گیا اور اس خاتون کی نظریں اور زمین میں گڑتی گئیں۔ اس ہجوم میں وہ ایک ایسی مجرمہ معلوم ہو رہی تھی جس نے گویا ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہو۔ یار لوگ بھی اس پر طرح طرح کے آوازے کس رہے تھے۔

تھانہ میں اس خاتون نے بڑی شستہ انگریزی میں پولیس کو بتایا کہ وہ شادی شدہ ہے اور وہ لاہور کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی ہے اس سیاہ فام نوجوان نے مذاق کیا تھا جس پر پولیس کو اطلاع دے دی گئی۔ وہ انہیں اور اس نوجوان کو لے کر تھانہ کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں لوگ تماشہ دیکھنے کے لئے ساتھ ہو لئے اور شام کا پوری طرح لطف اٹھانے کے لئے انہوں نے واقعہ کے بارے میں معلومات حاصل کئے بغیر مذکورہ خاتون کے ساتھ یہ ناشائستہ مذاق کیا اور خدا جانے کس خوشی میں تالیاں بجائیں۔ خاتون کے بقول ایک سوٹڈ بوٹڈ صاحب بولے "یار یہ اس نوجوان سے پھنسی کیوں نہیں؟" دوسرے صاحب نے جواب دیا "کوئی آپ ایسا اپ ٹو ڈیٹ پڑھا لکھا جوان ہوتا تو پھنس جاتی۔ اس غریب سے کیا پھنستی۔"
رندھی ہوئی آواز میں مذکورہ خاتون نے رجن کا نام میں نے جان بوجھ

کر نہیں لکھا) پولیس کو بتایا "مجھے اس نوجوان سے کوئی شکایت نہیں۔ ایسے لوگوں کی کمی نہیں۔ میں تو سپاہیوں کو اس واقعہ کی اطلاع دے کر اسے تنبیہہ کرنا چاہتے تھے۔ مجھے افسوس تو اپنے ان بھائیوں پر ہے جنہوں بغیر کسی وجہ کے اپنی بہن کا مذاق اڑایا۔ اور اس کا تماشہ بنایا۔"
(نوائے وقت ۴ر جولائی ۱۹۵۰ء)

سبق

اس خاتون سے ایسا سلوک واقعی غیر اسلامی اور غیر شریفانہ ہے۔ یہ واقعہ پڑھ کر ہمیں بے حد رنج ہوا۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ افسوس بھی ہوا کہ افسوس ہمارا یہ شستہ انگریزی بول لینے والا اپ ٹوڈیٹ طبقہ اپنے دین و مذہب سے آشنا نہ ہوا۔ اے کاش یہ طبقہ اپنی کتاب پر عمل پیرا ہوتا تو یہ بُرے دن دیکھنے نصیب نہ ہوتے۔ شستہ انگریزی بولئے مگر قرآنِ پاک کی حسب ذیل ہدایات پر بھی عمل پیرا رہیئے۔ پھر دیکھئے اس قسم کے غیر شریفانہ اور اخلاق سوز واقعات کا سدِّ باب ہوتا ہے یا نہیں۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا۔

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے۔"

وَلَا یُبْدِیْنَ اِلَّا لِبُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اٰبَآئِھِنَّ الآیہ اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر۔" الخ

یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ

فَلَا یُؤْذَیْنَ ۵ (پ ۲۲ ع ۱۵)
یعنی مسلمان عورتیں اپنی چادروں کا ایک حصّہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں رہیں۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو وہ ستائی نہ جائیں۔"

قرآن پاک کی عورتوں کے متعلق ان ہدایات کو پڑھیئے اور سوچیئے کہ بے حجابانہ اور شوخ چشمی سے باہر نکلنے والی "اَپ ٹوڈیٹ" عورتیں ستائی نہ جائیں گی تو اور کیا ہوگا۔ مذکورہ بالا خبر کو دوبارہ پڑھیئے اور دیکھیئے اس میں یہ درج ہے کہ اس ہجوم میں "اَپ ٹوڈیٹ خاتون" دوپٹہ میں اپنا منہ چھپائے اور نظریں نیچے کئے جا رہی تھی۔" اور ہجوم بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس خاتون کی نظریں اور بھی زمین میں گڑتی گئیں۔"

معلوم ہوا کہ دوپٹہ میں منہ چھپانا اور نظریں نیچی رکھنا عورت کی فطری چیزیں ہیں اور اسلام عورت کو اپنا حق سنبھالنے کی دعوت دیتا ہے۔ مگر افسوس کہ آجکل اسلام کی اس خیر خواہی سے بے نیاز رہ کر اور موجودہ غیر فطری آزادی کو اپنا کر عورت ہزار ہا ذلتوں کو دعوت دے رہی ہے۔

نظر نیچی رکھنے کا جہاں عورت کے لئے حکم ہے وہاں مرد کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ یعنی مرد بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں۔

تو خاتون مذکورہ کا لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ پر عمل نہ کرتے ہوئے بلا حجاب گھر سے نکلنا اور ہجوم کا یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ پر عمل نہ کرتے ہوئے خاتون کے پیچھے لگ کر آوازے کسنا۔ یہ دو اخلاق سوز چیزیں ہی ہیں کہ اس رنجیدہ حادثہ پر منتج ہوئیں اگر قرآن پاک پر مرد اور عورتوں کا عمل ہو تو ایسے واقعات کبھی نہ

ہوں۔ ؎

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

حکایت ۱۱۴

چار افراد کی اکلوتی محبوبہ

راولپنڈی کی عدالت میں ایک عورت پیش ہوئی جو اپنے شوہر کے خلاف بیان دینے آئی تھی۔ اس نے کہا کہ میرے چار عاشق ہیں جن کے نام نذیر۔ رفیق۔ بابو اور صادق ہیں۔ یہ چاروں میرے سچے عاشق ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک مل جائے تو میں اس کے ساتھ چلی جاؤں گی لیکن میرا شوہر میرے قابل نہیں ہے۔ میرے چاروں عاشق مجھے اچھے لگتے ہیں۔ موقعہ پاکر میں چاروں کے ساتھ ایک ایک مرتبہ فرار ہو چکی ہوں اور اب بھی انہی میں سے ایک کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میرا پیار سب کے ساتھ یکساں ہے۔

(جنگ راولپنڈی ۲، جولائی ۱۹۶۳ء)

سبق

ماڈرن تہذیب کے کرشموں میں سے ایک کرشمہ یہ آواز بھی ہے کہ مرد اگر چار عورتوں کا شوہر بن سکتا ہے تو عورت چار مردوں کی بیوی کیوں نہیں بن سکتی؟ چنانچہ ایک عورت کہتی ہے۔ ؎

منہ پھٹے یہ مرد نالائق خدا کی ان پہ مار
حق ہمارا ایک کا اور ان کے حق میں چار چار

ہاں ہمارے واسطے بھی یہ رعایت کیوں نہ ہو
چار شوہر کی ہمیں بھی تو اجازت کیوں نہ ہو

عائلی قوانین کے نفاذ کے زمانہ میں کراچی میں ایک عورت نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ مرد اگر چار بیویاں کر سکتا ہے تو ہم بھی چار چار شوہر کریں گی اس پر کراچی کے "نمکدان" نے اپنی یکم تا ۱۵ اگست ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں "مناجات سروری" کے نام سے ایک نظم شائع کی تھی جس کا ایک حسبِ ذیل ہے۔ اے میرے خدا! ۔

نظر کو نیا ذوقِ دیدار دے	دوائے دل و روحِ بیمار دے
وہ شوہر نہ ہو جو دلِ آزاد دے	خدایا نہ اب کر تو انکار دے
تری ذات ہے اکبری سروری	نہ کر بخل مولا مجھے چار دے

میری بار کیوں دیر اتنی کری

اس قسم کی آواز کے ساتھ اب اس قسم کے حادثے بھی ہونے لگے ہیں۔ چنانچہ راولپنڈی کی اس عورت نے اس آواز کو عملی جامہ پہنا کر دکھا دیا اور داد دیجئے اس انصاف پسند عورت کو کہ فرار ہونے میں اس نے عدل و انصاف سے کام لے کر چاروں کے ساتھ ایک ایک مرتبہ فرار ہو کر کسی کو شکایت کا موقعہ نہیں دیا اور پیار بھی اس کا چاروں سے یکساں ہے مگر چونکہ ابھی ابتدا ہے اور دل بھی "زنانہ" اور کمزور ہے۔ اس لئے فی الحال یہی اعلان ہے کہ کسی ایک کے ساتھ جانا چاہتی ہوں حالانکہ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ چاروں کے ساتھ جائے۔ مرد کے دوش بدوش چلنا ہے۔ پھر یہ کیا کہ کسی ایک کے ساتھ جانا چاہتی ہوں" مرد کی اگر چار ہوں تو وہ چاروں ہی کو گھر لانا چاہتا ہے۔ نہ یہ کہ وہ کسی ایک کو گھر لانے کا اعلان کرے۔

مردوں کے دوش بدوش چلنے والیوں کو دل بھی مردوں کا سا

پیدا کرنا چاہیئے۔

مرد کو خدا تعالیٰ نے حاکم پیدا فرمایا ہے۔ حاکم ایک ہی ہوتا ہے۔ رعایا میں کثرت ہو سکتی ہے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ رعایا کا فرد ایک ہو اور حاکم متعدّد ہوں یا یوں سمجھ لیجئے کہ ہاتھ کے پنجہ میں انگوٹھا ایک اور انگلیاں چار ہوتی ہیں مگر ماڈرن دور چاہتا ہے کہ اب پنجہ ایسا ہو۔ جس کی انگلی ایک ہو اور انگوٹھے چار۔ مَیں نے لکھا ہے۔ ؎

کرسیٔ دفتر پہ عورت کو بٹھانا آج کل!
یوں سمجھئے جیسے سر پہ باندھنا سلوار کا
ایک انگوٹھا ہے اس کے ساتھ ہیں چار انگلیاں
اس طرح اِک مرد ہو سکتا ہے شوہر چار کا!

حکایت ۱۲۵

ایک عورت اور ۹ شادیاں

پیرس کی ایک عورت میڈیم و نیڈری نے اپنے خاوند سے طلاق لے کر کسی دوسرے سے شادی کر لی۔ پھر اس سے بھی طلاق لے کر تیسرے سے شادی کر لی۔ پھر اس تیسرے سے بھی نبھ نہ سکی۔ اس سے بھی طلاق لے کر چوتھے سے بھی اور پھر چوتھے سے طلاق لے کر پانچویں سے چھٹے۔ چھٹے سے ساتویں سے۔ ساتویں سے آٹھویں اور آٹھویں سے پھر نانویں خاوند سے شادی کر لی۔ میڈیم و نیڈری کا نباہ نانویں خاوند سے بھی نہ ہو سکا۔ اور اس نے نانویں خاوند سے بھی طلاق لے لی۔ یکے بعد دیگرے ۹ خاوندوں سے طلاقیں حاصل کرنے کے بعد اس نے پھر اپنے پہلے خاوند کے ساتھ جس سے علیحدہ ہوئے اسے بیس سال ہو چکے ہیں

شادی کرنے کے لئے درخواست دے دی۔ اس پہلے خاوند سے طلاق اس نے طبیعتوں کے اختلاف کی بنار پر لی تھی۔ یکے بعد دیگرے ۹ شادیاں کرنے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ اس نے پہلے خاوند سے طلاق لیکر غلطی کی تھی۔ چنانچہ اس نے منظوری حاصل کرکے اپنے پہلے خاوند سے پھر شادی کرلی اور بیان یہ دیا کہ ہماری پہلی شادی اس لئے ناکام ہوئی تھی کہ ہمیں تجربہ نہیں تھا۔ میں نے اپنے خاوند سے طلاق حاصل کرنے کے بعد اس کی خوبیوں کو محسوس کرنا شروع کیا۔

(یورپ کی خبر۔ ماہِ طیبہ مارچ ۱۹۶۵ء)

سبق

اسلام میں طلاق بڑی ناپسندیدہ چیز ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ میاں بیوی میں تفریق پیدا ہو لیکن یورپ میں طلاق ایک معمولی بات ہے اور معمولی معمولی باتوں پر طلاق دے دی اور لے لی جاتی ہے۔ یورپ کی عدالتوں میں روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں طلاقیں حاصل کی جاتی ہیں اور بڑی بڑی عجیب باتوں کی بنائپر۔ چنانچہ ایک لطیفہ ہے کہ یورپ کی ایک عدالت میں ایک میم صاحبہ پہنچیں اور بولیں۔ جج صاحب! میرا شوہر میرا مطالبہ پورا نہیں کرتا لہٰذا مجھے طلاق دلائی جائے۔

جج نے پوچھا۔ تمہارا مطالبہ کیا ہے؟

وہ بولی۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ وہ جب دفتر سے آیا کرے۔ تو میرا میری بہن۔ میری امی اور میری بلی کا منہ چوما کرے مگر وہ میرا اور میری بہن کا منہ تو چوم لیتا ہے لیکن امی اور بلی کا منہ نہیں چومتا" جہاں اس قسم کا معاشرہ ہو وہاں اگر میڈیم وینڈری جیسی عورت یکے بعد دیگرے ۹ شادیاں کرنے کے بعد پھر پہلے خاوند سے شادی کرے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

بعض بسیار خور دو چار روٹیاں اور سالن کی پلیٹ ختم کر لینے کے بعد یوں کہتے ہیں کہ بھئی! یہ تو ہم نے ابھی نمک مرچ ہی چکھا تھا۔ کھانا تو ہم اب کھائیں گے۔ کچھ اسی طرح میڈیم وینڈری نے بھی بیس سال تک نمک مرچ ہی چکھا تھا۔ شادی تو وہ اب کریں گی۔

یونہی ایک دوسرے بسیار خور کا قصہ ہے کہ وہ کسی کے ہاں مہمان ٹھہرا تو میزبان نے اس کی بسیار خوری کے پیشِ نظر اس کے سامنے بیس[۲۰] روٹیاں رکھیں۔ جب وہ کھا گیا تو میزبان نے پوچھا اور لاؤں؟ تو بولا بھئی زیادہ تکلف نہ کرو جتنی لائے تھے ان سے آدھی لے آؤ۔ میزبان دس روٹیاں اور لے آیا۔ وہ دس بھی کھا گیا۔ میزبان نے پوچھا۔ اور؟ بولا جتنی اب لائے تھے ان سے آدھی اور لے آؤ۔ وہ پانچ روٹیاں اور لے آیا۔ وہ پانچ بھی کھا گیا۔ میزبان نے پھر پوچھا۔ اور؟ تو بولا۔ اچھا ان سے آدھی اور لے آؤ۔ وہ دو روٹیاں اور لے آیا۔ وہ دو بھی کھا گیا اور پھر کہا۔ ان سے آدھی اور سہی۔ میزبان ایک روٹی اور لے آیا۔ وہ بھی ختم ہو گئی تو میزبان نے پھر پوچھا۔ اب فرمائیے؟ کیا ارادہ ہے؟ کہنے لگا۔ میرا خیال ہے جہاں سے ابتدا ہوئی تھی پھر وہیں سے شروع کر دوں" یعنی پھر وہی بیس روٹیاں لے آؤ۔ میڈیم وینڈری نے بھی کچھ ایسا ہی حساب رکھا ہے۔ کہ ۹ خاوندوں کا مرحلہ طے کر لینے کے بعد اب پھر وہیں سے شروع ہوئی ہیں جہاں سے ابتدا ہوئی تھی۔

میڈیم وینڈری کا یہ پہلا خاوند بڑا خوش نصیب ہے کہ بیس[۲۰] سال کی تجربہ کار بیوی مل گئی مگر خود یہ پہلا خاوند بھی بیس سال میں کافی تجربہ کار ہو گیا ہو گا کیونکہ اگر میم صاحب بیس سال تک بیکار نہیں بیٹھیں تو صاحب بہادر بھی ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہے ہوں گے بلکہ اتنے عرصہ میں دونوں ہی بہترین تجربہ کار بن گئے ہوں گے۔ ہ

دیکھئے مغرب کی یہ آزادیاں
ایک عورت اور نو نو شادیاں

حکایت ۱۲۶

مسز بن مانس

نیویارک کے ایک کھاتے پیتے گھرانے کی ایک امریکی عورت نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ڈاروِن کی تھیوری کا (کہ انسان پہلے بندر تھا جو ترقی کرتے کرتے اِنسان بن گیا ہے) مطالعہ کیا اور اسے شوق پیدا ہُوا کہ وہ اس تھیوری کو عملی صورت میں دیکھے چنانچہ وہ افریقہ گئی اور وہاں اس نے کئی قسم کے بندر اور بن مانس دیکھے اور پھر وہاں سے . لپس ہونے کے بعد اس نے اعلان کیا ؛

"جہاں تک جسم کی بناوٹ کا تعلق ہے ۔ اِنسان اور بندر کے جسم میں فرق صرف اتنا ہے ۔ کہ اِنسان باتیں کرتا ہے اور ہنستا ہے لیکن بندر میں باتیں کرنے کی طاقت نہیں ہے ۔ مَیں بندر کو اِنسان بنانے کی کوشش کروں گی ۔ اس مقصد کے لئے مَیں افریقہ سے بہت بڑا بن مانس لائی ہوں ۔ اس سے باقاعدہ شادی کرونگی اور یہ دیکھوں گی کہ اِس بن مانس سے میری کوئی اولاد پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں ۔ اگر ہو سکتی ہے تو کِس قسم کی ہو گی ۔ یہ سب باتیں تجربہ کے طور پہ مَیں دیکھوں گی ۔ یہ میری زندگی کا ایک کڑا اِمتحان ہے ۔

(اخبار جنگ ۱۰ ، اکتوبر ۱۹۶۳ء)

سبق

یہ ماڈرن عورت بندر کو تو اِنسان کیا بنائے گی۔ بندر مارکہ تھیوری پڑھ کر خود ہی بندریا بن گئی اور "مسز بن مانس" بننے کے لئے بن مانس سے شادی کرنے کی فکر میں پڑ گئی۔ اس ماڈرن عورت کی اس حرکت پر جو اِنسان ہے وہ ہنسے گا بھی اور باتیں بھی کرے گا۔ مگر یہ عورت خود اپنی اس حرکت پر نہ ہنسے گی اور نہ ہی کوئی بات کرے گی کیونکہ ہنسنا اور بات کرنا تو انسان کا کام ہے اور یہ عورت تو "مسز بن مانس" بننے والی ہے۔ ارادہ یہ کہ میں بندر کو انسان بناؤں گی۔ مگر ہوا یہ کہ اپنے شوہر "نامدار" نہیں بلکہ شوہر "دُمدار" کی صحبت میں رہ کر خود ہی بندریا بن جانے کو تیار ہو گئی یہ ہے ماڈرن تہذیب اور اسے اپنانے والی عورت۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے اِنسان کو انسان بنایا ہے۔ جس میں اسلام کی جس میں زیادہ پابندی ہو گی اسی قدر اس میں انسانیت بڑھے گی جو جتنا بھی اسلام سے دُور ہوتا چلا گیا اتنا ہی وہ حیوان بنتا چلا جائے گا۔ ماڈرن ماحول میں دیکھئے۔ عورتیں بے حجاب پھرتی ہیں اور مرد کھڑے کھڑے پیشاب کرتے ہیں اور یہ بے حجاب پھرنا اور کھڑے کھڑے پیشاب کرنا انسانوں کا کام نہیں بلکہ جانوروں کا کام ہے۔ کوئی گائے بھینس۔ گدھی گھوڑی اور بندریا آپ کو برقعہ پہنے اور پردہ کرتے ہوئے نظر نہ آئے گی۔ سب بے حجاب پھرتی نظر آئیں گی اور کوئی بیل۔ سانڈ۔ گدھا گھوڑا اور بندر آپ کو بیٹھ کر پیشاب کرتے ہوئے نظر نہ آئے گا۔ سب کھڑے کھڑے پیشاب کرتے نظر آئیں گے۔ اسلام نے یہ درس دیا ہے کہ عورتیں پردہ کریں اور مرد پیشاب بیٹھ کر کریں۔ گویا انسانیت کا درس اگر دیا ہے تو اسلام نے۔ اور ماڈرن ماحول تو "بندر پن" سکھاتا ہے اور انسان سے بندر بناتا ہے۔ ڈارون کی تھیوری کے مطابق تو بندر ترقی کرتے ہوئے اِنسان بن گیا تھا مگر ڈارون

ماحول انسان کو بندر بنا ڈالتا ہے۔ یہ کلبوں میں ناچنا۔ پرائے مال کو اچک لینا اور غیروں کی نقل اتارنا یہ سب کچھ بندر پن نہیں تو اور کیا ہے ؟ اسی لئے میں نے لکھا ہے۔ ؎

کرم سے ڈارون کے اور امریکہ کی ہمت سے
ترقی پا رہا ہے آج بندر دیکھتے جاؤ
مرید ڈارون کا ناچ گھر میں ناچ ہوتا ہے
نچاتا ہے اسے انگلش قلندر دیکھتے جاؤ

حکایت ۱۲۷

فلم بین اور سگریٹ نوش عورتیں

اخبار جنگ راولپنڈی میں ایک صاحب لکھتے ہیں کہ "مجھے اپنے دوست ایکسائز انسپکٹر کے ساتھ ایک مقامی سینما میں جانے کا اتفاق ہوا۔ قارئین کے لئے یہ انکشاف خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ زنانہ شو میں تقریباً سبھی عورتیں پوری آزادی سے سگریٹ نوشی کر رہی تھیں۔ میں اپنے دوست کے ساتھ آفس سے بکنگ کی طرف جا رہا تھا کہ برآمدہ میں کھڑی ایک عورت اور اس کے پانچ سالہ بچے کے مکالموں نے چونکا دیا۔ بچہ بسورتے اس طرح بڑبڑایا۔

ممی ! میں پکوڑیاں کھاؤں گا۔

ماں نے بچے سے کیپسٹن کے دو سگریٹ لے آ۔ پکوڑیوں کا نام لیا۔ تو کچالو بنا دوں گی۔ ماں کے اس لب و لہجہ کو بچہ تاڑ گیا۔ وہ اپنی خواہش کو دباتا ہوا سگریٹ خرید لایا اور ماں سگریٹ جلا جلا کر لمبے لمبے کش بھر رہی تھی۔ بچہ متواتر پکوڑی فروش کو گھوم رہا تھا۔

ہال میں حاضرین مستورات چیخ و پکار میں مبتلا تھیں۔ بچوں کا رونا دھونا انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ ہال میں موجودہ ننانوے فیصد مستورات بلا کسی روک ٹوک کے سگریٹ نوشی کر رہی تھیں۔ دھواں دروازوں سے باہر بادل بن کر خارج ہو رہا تھا۔ روشنیاں گل ہو چکی تھیں۔ فلم شروع ہو گیا تھا لیکن اندھیرے میں بیٹھی مستورات برابر سگریٹ نوشی فرما رہی تھیں۔ دور گیٹ سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اندر ہال میں ننھے ننھے جگنو ہوں اور ٹمٹما رہے ہوں۔

(ماہِ طیبہ نومبر ۱۹۶۱ء)

سبق

تاریخ اسلام میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما کی زیرِ قیادت رومیوں کے ساتھ ایک جنگ میں رُومیوں نے مکر و فریب کے ساتھ حضرت خولہ اور دیگر چند مسلمان عورتوں کو اسیر کر لیا اور انہوں ایک خیمہ میں پہنچا دیا گیا۔ حضرت خولہ نے سب عورتوں کو اکٹھا کر کے ان میں حسبِ ذیل تقریر کی۔

اے ناموسانِ حمیر او تبع! اور اے عمالقہ کی باقیات صالحات کیا تم چاہتی ہو کہ روم کے وحشی درندے تم کو اپنی ہوا و ہوس کا نشانہ نہ بنا لیں اور کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تم اپنی بقیہ عمریں اغیار کی خدمت گزاری میں صرف کر کے فاتحینِ عرب پر کلنک کا ٹیکہ لگا دو۔ کہاں گئی تمہاری وہ حمیت و شجاعت جس کا چرچا محافلِ عرب کے لئے باعثِ سربلندی تھا۔ میرے نزدیک اغیار کے ہاتھوں ذلت اٹھانے سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ ہم سب کی سب خدا کی راہ میں حقیر جانوں کا

ہدیہ پیش کر دیں۔ اور اپنی قوم کو ہمیشہ کی بدنامی سے محفوظ
کر لیں۔ اگرچہ ہم نہتی ہیں لیکن اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے
خیمہ کی چوبیں اکھاڑ کر ایک دم ان نامردوں پر حملہ کر دوں
ہم فتح یاب ہوں یا اللہ کی راہ میں شہید۔"

یہ سنتے ہی تمام عورتوں نے خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر یکبارگی حملہ کر دیا
حضرت خولہ نے ایک رومی کے سر پر اس زور سے چوب ماری کہ وہ بیہوش
ہو کر گرا اور کچھ دیر کے بعد واصل جہنم ہو گیا۔ رومی یہ منظر دیکھ کر بدحواس
ہو گئے اور ان کے افسر نے حکم دیا کہ ان کو گھیرے میں لے لو۔ مؤرخین
لکھتے ہیں کہ جب بھی کوئی سوار آگے بڑھتا عورتیں بھوکی شیرنیوں کی طرح
اس پر ٹوٹ پڑتیں۔ اور اس کی تکا بوٹی کر دیتی۔ اتنے میں حضرت
خالد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ان اسیر عورتوں کی جستجو میں آ پہنچے۔ رومی انہیں
دیکھ کر بھاگ اٹھے۔ ان عورتوں نے تیس کافروں کو واصل جہنم کیا۔

یہ تھا ہمارے ماضی کا ایک مختصر سا نمونہ۔ اور ہمارے حال کا نمونہ
وہ ہے جو اوپر کی حکایت میں آپ نے پڑھا۔ کہاں وہ مجاہدات و
سرفروش عورتیں اور کہاں یہ ماڈرات و سگریٹ نوش عورتیں؟ اُن کے
سینوں میں "علم" کی تڑپ تھی اور ان کے سینوں میں "فلم" کی تڑپ ہے
اُن کے ہاتھوں میں چوب۔ اِن کے ہاتھوں میں سگریٹ۔ وہ میدانِ قتال
میں اور یہ سینما ہال میں۔ خوب لکھا ہے۔ شاعر نے کہا۔ کہ ؎

وہ مائیں گھر کی دیواروں کی رونق
نہ یہ مائیں جو بازاروں کی رونق

وہ مائیں نمازی و غازی پیدا کرتی تھیں اور یہ مائیں ہپی و ٹیڈی
پیدا کرتی ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں مصلّیٰ اور ان کے ہاتھوں میں
گیند بلاّ۔ ؎

وہ مائیں پیدا کرتی تھیں نمازی
یہ مائیں پیدا کرتی ہیں تو ٹیڈی
وہ مائیں جن کے ہاتھوں میں مصلّٰی
اور ان کے ہاتھوں میں ہے گیند بلّا
رہی اُن ماؤں کے منہ پر تو چادر
اور اِن ماؤں کے منہ پہ سُرخی پوڈر۔

حکایت ۱۲۸

ٹی پارٹی میں

کسی بڑے ہوٹل میں ٹی پارٹی تھی جس میں سب کی سب عورتیں شریک تھیں۔ ایک بولی۔ مسرت نذیر اچھی اداکارہ ہے۔ دوسری بولی نہیں نیلو اس سے اچھی ہے۔ معاً یہ دونوں ایک دوسری سے لڑ پڑیں۔ ایک نے دوسری کی چوٹی کو پکڑا تو دوسری نے اس کے منہ "پرِ نازک" گھونسا رسید کر دیا۔ دونوں کے "میک اپ" بگڑ گئے۔ آنکھوں سے کاجل بہ نکلے "ناک" ہولناک بن گئے۔ ناگاہ ایک فوٹوگرافر نے کیمرہ چست کیا تاکہ ان کے فوٹو اتارے۔ اس پہ دونوں دوشیزاؤں نے لڑائی چھوڑ دی اور کیمرہ مین سے کہا۔۔۔ پلیز! ذرا ٹھہریئے۔ دونوں نے ہنڈ بیگ کھولے۔ شیشے نکالے۔ تبت سنو۔ عطر۔ کاجل لگا کر دوبارہ "میک اَپ" کر کے ایک نے مسرت نذیر کا پوز بنایا تو دوسری نے نیلو کا۔ پھر بڑے انداز سے کیمرہ مین سے بولیں۔

"ڈیر اب ہمارا ہمارا فوٹو اتار سکتے ہیں۔"

(ماہِ طیبہ ستمبر ۱۹۶۳ء)

سبق

کہاں وہ اسوۂ مادر شبیر کو اپنانے والی پاکباز بیبیاں اور کہاں یہ ایکٹرسوں کی چاہنے والی فیشن کی تتلیاں اور ناز و انداز کی پتلیاں۔ فلم کی ان شوقین ماڈرن عورتوں نے فلم دیکھ دیکھ کر لڑنا جھگڑنا ہی سیکھا۔ چنانچہ ہوٹل میں انہوں نے "لڑائی سے بھرپور ڈرامہ" شروع کر دیا۔ اور لڑائی کا پارٹ اس خوبی سے ادا کیا کہ مسرت نذیر اور نیلو سے بھی بڑھ گئیں۔

مسلمان عورت کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ اور خاتون جنت حضرت فاطمہ اور دیگر نیک اور پاکباز بیبیوں کے نقشِ قدم پہ چلے۔ نہ یہ کہ ایکٹرسوں کا پوز بنانے لگے۔ اپنے ماں باپ۔ خاوند اور بچوں سے وفاداری کرے نہ یہ کہ "میک اپ" کر کے اداکاری کرے۔ شرم و حیار کی سُرخی اور عفت و پاکبازی کے پوڈر سے اپنے آپ کو مزین کرے نہ یہ کہ بازاری سُرخی و پوڈر سے اپنے مصنوعی حسن کی نمائش کرے۔ شرم وحیار اور پاکبازی وعفت کے سُرخی پوڈر سے جو حُسن پیدا ہوتا ہے وہ حشر تک قائم رہتا ہے اور بازاری سُرخی و پوڈر سے پیدا کردہ ماڈرن حسن لڑ پڑنے سے زائل۔ پسینہ آجائے تو غائب۔ رومال سے منہ پونچھے تو رفو چکر" ہو جاتا ہے۔ پہلے زمانہ کے مرد اور عورتوں میں اصلی اور حقیقی حُسن تھا اور آجکل سُرخی مار کر نقلی حُسن ہے۔ اس ملاوٹ کے زمانہ میں حُسن میں بھی ملاوٹ ہے۔ مَیں نے لکھا ہے۔ ؎

سُرخی پوڈر سے بناوٹ دیکھئے
حُسن میں بھی اب مِلاوٹ دیکھئے

حکایت ۱۲۹

گمنام خط

ایک ریستوران میں دو سہیلیاں بیٹھی تھیں۔ کھانے پینے کی چیزیں آئیں تو کھاتے کھاتے پہلی نے دوسری سے کہا، کیا بات ہے۔ تم نے کچھ کھایا نہیں۔ کیا کوئی تکلیف ہے؟

دوسری بولی :۔ کیا بتاؤں۔ مجھے ایک دھمکی کا خط ملا ہے کہ تم نے اگر میرے شوہر سے ملنا جلنا ترک نہ کیا تو قتل کر دوں گی" بس اسی وقت سے میری بھوک مر گئی ہے۔

پہلی نے کہا :۔ تو تم ملنا جلنا چھوڑ دو۔ یہ کون سی بڑی بات ہے۔

دوسری بولی :۔ مگر یہ مشکل ہے کہ یہ خط گمنام تھا۔ پتہ نہیں۔ کس شوہر کی بیوی نے لکھا ہے۔ (ماہِ طیبہ)

سبق

ماڈرن عورت نہ صرف یہ کہ دین و مذہب کے علمبرداروں ہی کو پریشان کرتی ہے بلکہ وہ خود اپنی ہی دوسری بہنوں کے لئے بھی مصیبت بن جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی بہنیں ہی اسے گمنام خط لکھنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ سچی مسلمان عورت کا مرکز مہر و وفا صرف اس کا شوہر ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس کی محبت کے کئی مراکز ہوں لیکن اس ماڈرن ماحول کی بدولت عورت کا مرکز ایک نہیں رہتا بلکہ اس کے متعدد مراکز بن جاتے ہیں اور پھر مزید ظلم یہ کہ شادی سے قبل ہی یہ ماڈرنیت اختیار کر لی جاتی ہے۔ ایک لطیفہ بھی پڑھ لیجئے۔

لڑکے نے پوچھا: کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟

ماڈرن لڑکی :۔ یقیناً مجید!

لڑکے نے حیران ہو کر کہا۔ "مجید؟" میرا نام تو "کریم" ہے۔
ماڈرن لڑکی:۔ اوہ! غلطی ہوئی۔ میں آج سنیچر سمجھے بیٹھی تھی۔
سمجھے آپ؟ "کریم" سے بھی آشنائی اور مجید سے بھی دوستی۔
مجید سے ملنے کا وعدہ سنیچر کے روز کا تھا لیکن کسی دوسرے دن کو سنیچر سمجھ کر اسے غلطی فہمی ہو گئی کہ یہ مجید ہے۔ اگر صرف مجید و کریم دو ہی ہوتے تو غلط فہمی نہ ہوتی۔ ممکن ہے وہاں ہفتہ بھر کے دنوں کے حساب سے مجید و کریم کے علاوہ اور بھی "یزید و لئیم" ہوں۔

"وزیرے چناں شہریارے چناں" کے مطابق ماڈرن عورتوں کے لئے جو ماڈرن مرد ہیں۔ وہ بھی کچھ اسی قماش کے ہیں چنانچہ دوسرا لطیفہ پڑھیے۔

ایک سہیلی:۔ دیکھو یہ خوب صورت انگوٹھی میری انگلی میں کتنی فٹ ہے۔ یہ مجھے نسیم نے بطورِ تحفہ دی ہے۔
دوسری سہیلی:۔ یہ میری انگلی میں قدرے تنگ تھی۔ چلو اچھا ہوا۔ تمہاری انگلی میں فٹ آگئی۔ گویا "نسیم صاحب" بادِ صبا بن کر ہر طرف چل رہے ہیں۔ یہاں بھی ہیں اور وہاں بھی۔ یہ ہے ماڈرن عورتوں اور مردوں کا کردار۔ گویا ؎

اِک جگہ رہتے نہیں عاشق بدنام کہیں
دِن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

حکایت نمبر ۱۳۰

اپنے دوستوں کے ساتھ

لندن کے ایک سینما ہال میں مینجر نے اعلان کیا کہ ایک لیڈی اپنے

کسی دوست کے ہمراہ کھیل دیکھنے آئی ہے۔ اس کے شوہر کو شکایت ہے لہٰذا پانچ منٹ کے لئے بتیاں گل کی جاتی ہیں تاکہ وہ لیڈی خاموشی کے ساتھ گھر چلی جائے۔

یہ کہہ کر مینجر نے بتیاں گل کر دیں اور پانچ منٹ کے بعد بتیاں پھر روشن کر دیں تو دیکھا کہ سارا ہال لیڈیوں سے خالی ہو چکا تھا۔ (ماہ طیبہ)

سبق

نیک عورت، اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف کبھی گھر سے باہر نہیں نکلتی لیکن ماڈرن ماحول ہمیں یورپ کی لیڈیوں کے نقش قدم پر چلنے کا درس دیتا ہے۔ ان لیڈیوں کے نقشِ قدم پر جو اپنے شوہروں کی مرضی کے خلاف اپنے اپنے دوستوں کے ساتھ سینما ہال میں پہنچ جاتی ہیں۔ سینما کے مینجر نے صرف ایک لیڈی کے لئے بتیاں گل کی تھیں مگر پتہ بعد میں چلا کہ ہال میں جتنی بھی لیڈیاں تھیں۔ سبھی اپنے شوہروں کو چھوڑ کر اپنے اپنے دوستوں کے ساتھ سینما پہنچی ہوئی تھیں۔ ان مغربی لیڈیوں کے نقشِ قدم پر چلنے والی ہمارے ملک کی ماڈرن عورتیں بھی اِسی راہ پر چل نکلی ہیں۔ مَیں نے لکھا ہے۔ ؎

ہو گئی ہے خیر سے لڑکی ٹرینڈ!
ساتھ اپنے لے کے پھرتی ہے فرینڈ

حکایت ۱۳۱

عورتیں یا جانور

ایک صاحب نے بس میں چند خاتونوں کو دیکھا جن کے بڑھے ہوئے

ناخنوں سے اُتری ہوئی سُرخی نے ان کی نگاہوں کو پکارا اور ان کی طبیعت میں متلی پیدا ہو گئی۔ اُن صاحب نے ان خاتونوں سے پوچھا کہ ناخن بڑھانے کی وجہ کیا ہے؟ ایک صاحبہ بولیں۔ کہ

بڑھے ہوئے ناخن اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ہم امیر طبقہ سے تعلق رکھتی ہیں اور ہم نے کبھی اپنے ہاتھوں سے کام نہیں کیا۔

دوسری بولی۔ کہ

اس سے خوبصورتی بڑھ جاتی ہے۔

تیسری بولی۔ کہ

اس سے چغتائی آرٹ کو تقویت پہنچتی ہے۔

(نوائے وقت ۵ جنوری ۱۹۶۱ء، ماہِ طیبہ مارچ ۱۹۶۱ء)

سبق

ناخن ترشوانا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنّت ہے اور عورت کو اپنے سَر کے بال کٹوانا ناجائز و گناہ ہے مگر ایک عورت کا لطیفہ مشہور ہے کہ وہ نہر میں نہاتے ہوئے بہ گئی تو اس کا شوہر بیوی کی نعش کی تلاش میں نکلا۔ تو بجائے اس کے کہ نہر کا پانی جس طرف بہہ کر جا رہا تھا اس طرف جاتا اور بیوی کی نعش تلاش کرتا وہ اوپر کی جانب یعنی جس طرف آ رہا تھا اس طرف چل دیا اور بیوی کی نعش تلاش کرنے لگا۔ کسی نے اس سے کہا۔ میاں! تم نے نعش کی تلاش اگر کرنی ہے تو جس طرف پانی بہہ کر جا رہا تھا ادھر جاؤ۔ یہ اُلٹی جانب کیوں جا رہے ہو۔ وہ بولا۔ بھئی! بات تو تمہاری درست ہے۔ مگر تمہیں کیا خبر۔ کہ میری بیوی کام الٹا کرتی تھی۔ میں نے اسے جو بھی کہا اس نے ہمیشہ اس کا الٹ ہی کیا۔ بنا بریں مجھے یقین ہے کہ اسکی نعش

بھی اُلٹی جانب بہہ کر گئی ہے۔ آج کل کی ماڈرن عورت بھی اسی عورت کی طرح ہے کہ جس چیز کو کٹوانا تھا اسے بڑھا لیا اور جسے بڑھانا تھا اسے کٹوا لیا یعنی ناخن بڑھا لیئے اور سر کے بال کٹوا دیئے۔
ایک شاعر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہے کہ ؎

انسان نہ بن سکا کبھی انساں تیرے بغیر

یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی انسانیت ہے جو حضور کے ارشادات پر عامل نہیں۔ وہ انسان نہیں۔ دیکھ لیجئے۔ بڑھے ہوئے بڑے بڑے ناخن انسانوں کے ہوتے ہیں یا جانوروں کے؟ یورپ نے اپنے پرستاروں کو جانور بنا کر رکھ دیا۔ اِس میں شک نہیں کہ جانور کے لئے بڑے اور بڑھے ہوئے ناخن خوب صورتی کا باعث ان کے بڑھے ہوئے ناخن سے خوب صورتی بڑھ جاتی ہے۔ جانوروں کی خوبصورتی کا باعث ان کے بڑھے ہوئے ناخن بھی ہوتے ہیں اور ان کی دُم بھی۔ ناخن بڑھا کر خوب صورتی میں اضافہ کرنے والی ماڈرن عورتوں کو اس کا بھی انتظام کرنا چاہیئے۔ تاکہ خوب صورتی ادھوری نہ رہے۔ ؎

آدمیت پوری طرح گم بھی کر
ناخنوں کے ساتھ پیدا دم بھی کر۔

حکایت ۱۳۲

لڑکی یا لڑکا؟

ایک صاحب کسی دکان پہ داخل ہوئے تو وہاں ایک لڑکی کو دیکھا جس کے چھوٹے چھوٹے بال بالکل لڑکوں کی طرح کٹائے ہوئے تھے۔ ان صاحب نے اپنے پاس کھڑے ہوئے۔ ایک شخص سے پُوچھا۔

کیوں جناب! یہ لڑکی ہے یا لڑکا؟

اس نے جواب دیا۔ یہ لڑکی ہے اور میری بیٹی ہے۔

ان صاحب نے کہا۔ معاف فرمائیے گا۔ مجھے پتہ نہیں تھا۔ کہ آپ اس کے باپ ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ مَیں اس کا باپ نہیں ہوں بلکہ ماں ہوں

(ماہِ طیبہ جولائی ۱۹۶۲ء)

سبق

گویا ماں بیٹی دونوں ہی ماڈرن تھیں اور کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ ماں بیٹی ہیں یا باپ بیٹی۔ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کا سا روپ اختیار کریں اور ایسے مردوں پر بھی جو عورتوں کا سا رُوپ اختیار کریں مگر اس ماڈرن دَور نے لڑکیوں کو لڑکے اور لڑکوں کو لڑکیاں بنا ڈالا۔ مَیں نے لکھا ہے۔ ؎

الاماں تہذیبِ حاضر الاماں
لڑکیاں لڑکے ہیں لڑکے لڑکیاں

پرانے دَور میں میاں بیوی کا جوڑا جاتے ہوئے پتہ چل جاتا تھا کہ یہ میاں ہے اور یہ بیوی مگر اس ماڈرن دَور میں پتہ ہی نہیں چلتا کہ لیڈی کونسی ہے اور "لیڈا" کونسا؟ دونوں ہی کی شکل ایک سی نظر آتی ہے۔

ایک لطیفہ بھی پڑھ لیجیے۔

ایک ناچ گھر میں ایک ڈانسر نے کمال کا ڈانس کیا۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک شخص نے داد دیتے ہوئے کہا۔ "واہ ری لڑکی! کمال کر دیا تو نے۔"

دوسرا شخص: (جو ساتھ ہی بیٹھا تھا)۔ "ارے وہ تو میرا بیٹا ہے۔"

پہلا شخص:۔ مس صاحبہ! معاف کیجیے۔

دوسرا شخص:۔ "ارے میں تو اس لڑکے کا باپ ہوں۔"

دیکھا آپ نے۔ اوپر کی حکایت میں "ماں بیٹی" دونوں کی شکلیں لڑکوں کی سی تھیں اور اس لطیفہ میں "باپ بیٹے" دونوں کی شکلیں لڑکیوں کی سی تھیں عورتیں مرد نظر آتی ہیں اور مرد عورتیں۔

خدا تعالیٰ نے مرغی کے مقابلہ میں مرغ کو کلغی دی اور عورت کے مقابلہ میں مرد کو داڑھی مگر ہم نے آج تک نہ دیکھا نہ سُنا۔ کہ کوئی اپنی کلغی کو نوچ یا نچوا رہا ہو۔ اور اسے اُتروا رہا ہو۔ لیکن آہ! اس ماڈرن دَور نے مرد کے چہرے سے داڑھی غائب کر دی۔ اِدھر مرد کے چہرے سے داڑھی غائب اور اُدھر عورت کے سَر سے بال غائب۔ مَیں نے لکھا ہے سہ

میاں کی داڑھی اور بیوی کی چوٹی ہو گئی غائب
دِکھایا آکے یورپ نے تماشہ ایسا فیشن کا!
نظر آتی ہے صورت مرد کی اب عورتوں جیسی!
ہے حُلیہ گاڑیوں کا سا نئے امریکی اِنجن کا!

حکایت ۱۳۲

دُو چوٹیاں

جے پور (انڈیا) پول بازار میں ایک عورت جس نے دُو چوٹیاں بنا رکھی تھیں۔ ہاتھ میں مولیاں لئے جا رہی تھی۔ پیچھے سے ایک آوارہ گائے نے مولیوں پہ اپنا منہ مارا جس سے عورت کی دو چوٹیاں بھی مولیوں کے ساتھ ہی منہ میں آگئیں۔ گائے بھاگ کھڑی ہوئی۔ نتیجہ کے طور پہ عورت بھی گائے کے ساتھ گھسٹتے چلی گئی۔ راہ چلتے لوگوں کی اِمداد سے ان چوٹیوں کو گائے کے منہ سے آزاد کرایا گیا۔

(جنگ راولپنڈی ماہِ طیبہ نومبر ۱۹۶۰ء)

سبق

عورت ایک۔ اور چوٹیاں دو۔ چوٹی کہیں کی۔ گائے اگر بازار میں پھرتی ہوئی آوارہ کہلائے تو دو چوٹیوں کی بازار میں نمائش کرنے والی کیا ہوئی؟ یہ تو آوارہ پر آوارہ کا حملہ ہے۔ گائے کو اگر آوارگی سے بچنے کے لیئے اپنی کھونٹی پر ٹکنا ضروری ہے تو عورت کو بھی اپنے گھر قرار پکڑنا ضروری ہے۔ مولیوں کو دیکھیئے۔ کھیت سے نکل کر بازار میں آئیں تو بکنے لگیں یونہی جو چوٹیاں بازار میں آئیں وہ بھی مولیاں ہی ہیں اور گائے کی یہ غلط فہمی نہیں بلکہ اس کی نظر میں یہ بھی مولیاں ہی تھیں۔ اس عورت کو اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے کہ چوٹیاں مولیوں کی طرح بازار میں آئیں تو گائے کی منہ میں گئیں۔ اسی طرح جو عورت آوارہ عورتوں کی طرح بازار میں نکلے گی وہ بھی کسی وقت کسی تہذیب نو کے بھیڑیئے کے منہ کا لقمہ بن سکتی ہے۔

لاہور کے چڑیا گھر کا ایک واقعہ اخبار میں پڑھا تھا۔ وہ بھی پڑھ لیجیئے۔

ایک ماڈرن لڑکی اپنے سر کے بال سر کے اوپر اونٹ کے کوہان کی مانند بنائے ہوئے ننگے سر چڑیا گھر کی سیر کو آئی۔ ایک پنجرے کے پاس کھڑی ہوئی تو اچانک دو بگلے اڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے اس کے سر کے اردگرد چکر لگانا اور چیخنا شروع کر دیا۔ لڑکی گھبرائی وہاں سے بھاگی تو بگلوں نے بھی تعاقب شروع کر دیا اور اس کے سر پر جھپٹنے لگے۔

دراصل بگلوں نے اس کے سر پہ اپنا گھونسلہ سمجھ لیا۔ وہ بھاگی تو انہوں نے سمجھا کہ ہمارا گھونسلہ لے جا رہی ہے۔ آخر لڑکی نے ایک کمرے میں گھس کر اپنا سر بچایا۔ میں نے لکھا ہے۔ ٥

ماڈرن لڑکی کا دیکھا حوصلہ!
سَر پہ لیکر پھر رہی ہے گھونسلہ

حکایت ۱۲۴۷

ٹامی

ایک عورت بیٹھے ہوئے کہہ رہی تھی۔
"مَیں اسے بھولنا چاہتی ہوں۔ ہاں میں اسے بھول چکی ہوں نہیں نہیں! وہ مجھے کبھی نہیں بھول سکتا۔ وہ مجھے بھول چکا ہے نہیں نہیں! ہم دونوں ایک دوسرے کو نہیں بھول سکتے۔ کتنا پیارا تھا وہ کتنے پیارے پیارے اور خوبصورت بال تھے اس کے ..... بالکل ہیرو لگتا تھا ہیرو ..... پتہ نہیں کہاں چلا گیا؟ ..... شاید لوٹ آئے۔ اس کی سہیلی نے یہ باتیں سُن کر پوچھا۔ کیا تمہارا منگیتر؟
عورت نے جواب دیا۔ ارے نہیں؟ وہی ہمارا ٹامی کُتا کئی دِن سے لاپتہ ہے۔ کِتنا پیارا تھا وہ۔ (ماہِ طیبہ)

سبق

انسانیت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی غلامی کا نام ہے جو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا غلام نہیں وہ انسان نہیں۔ اور جو انسان نہیں۔ اسے انسانیت کا کیا پتہ؟ ایسے برائے نام انسان، انسانوں سے نہیں کتوّں سے پیار کرتے ہیں۔ مَیں نے لکھا ہے۔ ؎

قدرِ انسانیت کی کیا جانیں!
وہ جو کتوں سے پیار کرتے ہیں!
کتا لختِ جگر ہے صاحب کا!!
اس سے بوس و کنار کرتے ہیں!

اور ایک دوسری نظم میں لکھا ہے ؎

ہیں دُور اِنسانیت سے آجکل فیشن کے متوالے
عدوِ اِنساں کے اور کتوّں کے مُنہ چوُمنے والے

ماڈرن مرد انسان سے نفرت اور کتے سے محبت رکھتا ہے۔ اِنسان کو اپنی کار کے تلے کچلتا اور کتے کو اپنے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بٹھاتا ہے اور ماڈرن بیوی شوہر سے زیادہ کتے سے محبّت رکھتی ہے۔ چنانچہ ایک لطیفہ پڑھیئے۔

کتے بیچنے والا :- آپ یہ کتا ضرور خرید لیں۔ بڑی اعلیٰ نسل کا ہے تین سو روپیہ کو بہت سستا ہے۔

ماڈرن عورت :- مجھے پسند تو ہے لیکن میرا شوہر معترض ہوگا۔

کتے بیچنے والا : جناب آپ شوہر سے نہ ڈریں۔ آپ کو شوہر اور بھی مِل سکتے ہیں لیکن ایسا کتا پھر نہیں ملے گا۔

یہ ہے ماڈرن ماحول۔ کہ کتا شوہر سے بھی زیادہ عزیز۔ مَیں نے لکھا ہے۔ ؎

ڈارلنگ کہہ کر لگے منہ چوُمنے وہ پیار سے
عاشقو تم سے تو اچھا یار کا بُلڈاگ ہے!

حکایت ۱۳۵

ماڈرن ماں کی ماڈرن بیٹی

بیگم سلیم کی کوٹھی کی گھنٹی بجی۔ بیگم سلیم خود باہر نکلی تو دیکھا۔ ایک نوجوان کھڑا ہے۔

پُوچھا :- فرمایئے کیا کام ہے ؟

نوجوان بولا ۔ مجھے مس صفیہ سے ملنا ہے"۔

بیگم سلیم : آپ کی تعریف ۔؟

نوجوان : مجھے نسیم کہتے ہیں اور میں مس صفیہ کا دوست ہوں۔

بیگم سلیم : (نوجوان سے ہاتھ ملاتے ہوئے) بہت خوب! بہت خوب!! اور مسکراتے ہوئے۔ میں بیگم ہوں۔ صفیہ کی ممی۔ صفیہ اپنے کسی نئے دوست کے ساتھ پکچر دیکھنے گئی ہے"۔

نوجوان :۔ (حیران ہوکر) نئے دوست کے ساتھ ؛ اچھا تو مجھے اجازت دیجیے۔ بیگم سلیم!

بیگم سلیم : اوہ! ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ آیئے اندر تشریف لایئے۔ تھوڑا وقت ہی گزر جائے گا۔ میں بھی اکیلی بور ہو رہی ہوں ۔

(ماہِ طیبہ اگست ۱۹۶۳ء)

سبق

ماں کی گود بچے کے لئے گہوارۂ تعلیم ہے۔ ماں کے خیالات کا اثر بچے پر ضرور پڑتا ہے۔ ماں کو اگر نماز و روزہ اور تلاوتِ قرآن کی عادت ہوگی تو بچہ بھی نمازی و قرآن خواں ہوگا۔ اور ماں اگر ماڈرن ہوگی تو بچہ بھی ماڈرن ہی ہوگا۔ حضرت بابا شکر گنج فرید علیہ الرحمۃ ہر دُعا میں اپنی ماں کو ضرور یاد رکھتے اور اس کے لئے دُعا کرتے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ مجھے جو یہ مقام حاصل ہوا یہ میری ماں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ میری ماں تہجد کے وقت نفل پڑھنے کو اٹھتی تو اس نورانی وقت میں باوضو ہوکر مجھے دودھ پلایا کرتی تھی اور میرے لئے دُعائیں مانگتی تھی۔ اج میرا مقام اسی نورانی وقت کے دودھ اور دُعا کا نتیجہ ہے۔ برعکس اس کے آجکل کی ماڈرن ماں بچے کو اپنا دُودھ نہیں بلکہ بوتل کا دُودھ پلاتی ہے اور وہ بھی پکچر ہاؤس میں۔ پھر ایسا بچہ

"ماڈرن" کیوں نہ ہو۔ ؎

طفل میں طاقت ہو کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبّے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

اسلام شرم و حیا اور غیرت کا درس دیتا ہے لیکن یورپ بے حیائی و بے غیرتی سکھاتا ہے چنانچہ یورپ کا ایک لطیفہ ہے کہ لندن میں ایک آفیسر تین مہینے کے دورے کے بعد جب اپنے گھر آیا تو آتے ہی اپنی بیوی سے پوچھا۔

کہو پیاری! کیا حال ہے؟

بیوی نے جل بھن کر کہا "جی رہی ہوں۔"

آفیسر نے حیرت سے پوچھا۔ کیوں کیا ہوا؟

بیوی بولی۔ "ہوتا کیا۔ تمہارے جانے کے بعد ایک مہینے تک تو تمہارا دوست آتا رہا۔ باقی دو مہینے بڑے بے کیف تنہائی میں گزرے۔" افسوس کہ آجکل ان ماڈرن عورتوں نے اسلامی درس بھلا کر یورپ کی بیحیائی کو اپنا لیا۔ بیگم سلیم! اگر اس بے حیائی کو نہ اپناتی تو اس کی بیٹی بھی ہر روز نئے دوست نہ بناتی۔ مگر ماڈرن ماں کی بیٹی بھی ماڈرن ثابت ہوئی اس ماڈرن ماحول نے نہ صرف ماں بیٹی بلکہ پورے کنبے کو ماڈرن بنا ڈالا ہے۔ میں نے لکھا ہے۔ ؎

میاں۔ بیوی بہو بیٹی کلب میں ہیں سبھی رقصاں
نئی تہذیب کی برکت سے گھر کا گھر مہذب ہے

حکایت ۱۳۶۶

فوٹوگرافر کی دکان پر

ایک ماڈرن عورت اپنا فوٹو کھچوانے فوٹوگرافر کی دکان پر گئی فوٹوگرافر نے اسے کرسی پر بٹھایا اور فوٹو کھینچنے کے لئے تیار ہوا عورت کا رخ درست کرنے کے لیے فوٹوگرافر نے عورت کی ٹھوڑی اور گال کو ہاتھ لگا کر دائیں طرف موڑتے ہوئے کہا۔ ہاں! اب ٹھیک ہے عورت غصہ میں آکر بولی۔ تم نے میری ٹھوڑی اور گال کو ہاتھ کیوں لگایا تم ویسے بھی زبان سے کہہ سکتے تھے۔

فوٹوگرافر گھبرا گیا۔ اور ہکلاتے ہوئے بولا —— لیکن محترمہ!
عورت نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ محترمہ وحترمہ کچھ نہیں۔ اب تم ویسے ہی ٹھوڑی اور گال کو ہاتھ لگا کر بائیں طرف کر دو۔ ورنہ۔ ورنہ۔ میں بری طرح پیش آؤں گی۔

(ماہِ طیبہ اکتوبر ۱۹۶۱ء)

سبق

ایسی تہذیب سے خدا سمجھے جس نے عورت کو عورت نہ رہنے دیا۔ عورت کا معنی ہی چھپانے کی چیز تھا مگر نئی تہذیب نے اسے باہر نکالا اچھالا اور فوٹوگرافروں کی دکان میں لا ڈالا اور جو عورت شرم وحیا عفت وعصمت کا گہوارہ تھی وہ آج آوارہ ہے۔ ایک وہ دور تھا کہ عورت کا سایہ تک دیکھنا مشکل و دشوار اور اب یہ دور ہے کہ نظر اٹھے تو سامنے ٹھوڑی و رخسار۔ اس دور میں گناہ سے فرار۔ اور اس دور میں گناہ پر اصرار۔ میں نے لکھا ہے۔ ٥

عورت اس کو کہتے ہیں جو ستر و حجاب میں رہتی ہو
رہنے دیا ہے عورت کو کب عورت اِس عُریانی نے۔

حکایت ۱۳۷

ایک عورت دو پاگل

ایک پاگل خانے میں نفسیات کے کچھ طالب علم گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک فرقت زدہ نوجوان ربڑ کی گڑیا کو سینے سے چمٹائے بیٹھا ہے اور رو رو کر کہہ رہا ہے۔ روبی! روبی!! واپس آ جاؤ۔ میری پیاری میری دُنیا تم بن اندھیری ہے۔

طالب علموں پر اس المناک منظر کا گہرا اثر پڑا۔ انہوں نے ڈاکٹر سے اس دکھی نوجوان کی کہانی پوچھی تو ڈاکٹر نے بیان کیا کہ اس نوجوان کو ایک عورت روبی سے بڑی محبت تھی وہ بھی اس کی محبت کا دم بھرتی تھی۔ دونوں میں شادی کے وعدے ہو چکے تھے لیکن اس عورت نے اس سے بے وفائی کی اور اسے چھوڑ کر کسی اور نوجوان سے شادی کر لی۔ اس حادثہ نے اس کا دماغ فیل کر دیا ہے اور وہ اس وقت سے آج تک کبھی روتا ہے کبھی آہیں بھرتا ہے۔ یہ المناک کہانی سن کر طالب علموں کا گروہ آگے چل دیا۔ دو چار کمرے گزرنے کے بعد انہیں ایک اور نوجوان کوٹھڑی میں بند نظر آیا جو دیواروں سے سر ٹکراتا تھا۔ گریبان پھاڑتا تھا اور منہ سے جھاگ اڑائے ہوئے کہتا تھا۔

" دفع ہو جاؤ۔ دُور ہو جاؤ میری زندگی سے۔ لعنت ہو تم پر۔"

ڈاکٹر نے اس کوٹھڑی کے آگے رُک کر طالب علموں سے کہا۔ اور یہ ہے وہ نوجوان جس نے روبی سے شادی کی تھی۔

(ماہِ طیبہ نومبر ۱۹۶۳ء)

سبق

ایک شعر پڑھا تھا ؎

جلے فرقت میں ہم اور وصل میں پروانۂ محفل
کوئی نزدیک جل جاتا ہے۔ کوئی دُور جلتا ہے!

یہ حکایت پڑھ کر اس شعر کی تصدیق ہو گئی۔ ماڈرن عورت جس سے کھو گئی وہ بھی پاگل اور جس کی وہ ہو گئی وہ بھی پاگل۔ ایسی عورت سے بُعد بھی بُرا اور اس کا قرب بھی بُرا۔ نہ اس کی دوستی اچھی نہ اس کی دشمنی اچھی۔ اسلامی تہذیب کو چھوڑ کر جو لوگ مغربی تہذیب کو اپنانے کے لئے دیوانے ہو رہے ہیں۔ ان کی دیوانگی میں کیا شک ہے۔ مسلمان عورتوں کو "رابعہ" بننا چاہیئے۔ "روبی" نہیں بننا چاہیئے۔ اسلامی ماحول میں رہ کر انسان اطمینان پاتا ہے اور ماڈرن ماحول پاگل خانے کی راہ دکھاتا ہے۔ لہٰذا جسے اطمینان پانا ہے وہ سچا مسلمان بن جائے۔ ورنہ ماڈرن ماحول کی "روبی" رُلاتی ہی رہے گی۔ ؎

میرے اسلام میں تو خوبیاں ہیں
نئی تہذیب میں بس رُوبیاں ہیں

حکایت ۱۳۸

عورت کی انگلی

ایک بس کو حادثہ پیش آگیا۔ متعدد سواریاں زخمی ہو گئیں۔ ایک عورت کی انگلی کٹ گئی۔ اس نے اتنا شور مچایا کہ آسمان سر پہ اٹھا لیا کسی نے پوچھا کہ دوسرے تجھ سے زیادہ زخمی ہوئے ہیں لیکن تو سب سے زیادہ کیوں شور مچا رہی ہے تو اس نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ مجھے جتنا غم ہے۔ کسی کو نہ ہوگا کیونکہ میں اسی انگلی سے اپنے خاوند

کو نچایا کرتی تھی۔ (ماہِ طیبہ جنوری ۱۹۶۱ء)

سبق

اسلام نے تو مرد کو عورت پر غالب رکھا تھا مگر تہذیبِ نو نے مرد کو مغلوب کر کے عورت کا غلام بنا دیا۔ میں نے لکھا ہے ؎

مرد حاکم تھا کبھی عورت پہ لیکن آجکل
بیوی گھر کی مالکہ ہے اور میاں مزدور ہے

آجکل ماڈرن مرد نے ڈاروِن کی تھیوری کو اپنا کر بندر کو اپنا باپ بتایا اور خود ابنِ بندر بنا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیوی نے اسے انگلی پر نچانا شروع کر دیا۔ وہ مسٹر جو گھر سے باہر غریبوں پر رعب جماتا۔ علماء پر برستا اور بزرگوں پر ہنستا ہے وہ جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو اپنی بیوی کے اشاروں پر ناچتا ہے۔ میں نے لکھا ہے۔ ؎

جنابِ ڈاروِن کے معتقد پھرتے نظر آئے
یہ نظارہ ہے بندر روڈ بازارِ کراچی کا!
اُدھر والف نے ڈانٹا اور اِدھر مسٹر کا دم نکلا
تماشا دیکھئے کوٹھی میں چوہے اور بلّی کا!

خدا کے فضل سے مولوی اپنے اللہ و رسول کا غلام بن کر اس۔ عذاب سے محفوظ ہے اور وہ اپنے بیوی کا شوہر ہے۔ نوکر نہیں۔ میں نے لکھا ہے۔ ؎

کوئی اس دور میں ہے مولوی اور کوئی مسٹر ہے
کوئی بیوی کا شوہر ہے کوئی بیوی کا نوکر ہے
ہوئے ماتحت کے ماتحت ایسا انقلاب آیا
میاں ہے دفتری دفتر میں اور بیوی مینجر ہے

حکایت نمبر ۱۳۹

منگنی کی انگوٹھی واپس

پیٹر برگ انگلستان کی ایک نوجوان لڑکی کی منگنی ہوئی۔ لڑکے نے اسے انگوٹھی پہنائی۔ ایک روز لڑکے کو پتہ چلا کہ اس کی منگیتر شارعِ عام پر برہنہ حالت میں ایک تالاب میں نہائے گی۔ لڑکے نے اس بات پر اعتراض کیا۔ لڑکی جس کا نام مس واسٹن ہے نے کہا کہ میں نے ایک فلم میں نہانے کا پارٹ ادا کرنا ہے۔ اگر تمہیں میرے برہنہ حالت میں نہانے پر اعتراض ہے تو میں باریک لباس زیبِ تن کر لیتی ہوں لیکن لڑکا اس بات پر بھی راضی نہ ہوا تو مس واسٹن نے منگنی کی انگوٹھی واپس کر دی اور منگنی توڑ ڈالی۔ اِدھر مس واسٹن کے منگیتر میک ڈمیلن نے کہا ہے کہ مس واسٹن دن بدن آوارہ ہوتی جا رہی ہے لیکن اس مرتبہ تو اس نے حد ہی کر دی۔ (جنگ۔ ماہِ طیبہ جولائی ۱۹۶۳ء)

سبق

اسلام کی نظر میں عورت سراپا "عورت" ہے یعنی چھپانے کی چیز۔ اس کا برہنہ سر اور برہنہ مونہہ کی حالت میں شارعِ عام پر نکلنا اسلام کو گوارہ نہیں۔ "مولوی" جو اسلام کا علمبردار ہے وہ تہذیبِ نو کی اس بے حجابی و بے حیائی پر معترض ہے۔ اس بنا پر تہذیبِ نو کے "مولوی" سے اپنا تعلق توڑ رکھا ہے اور مولوی کا یہ کہنا ہے کہ تہذیبِ نو دن بدن آوارہ ہوتی جا رہی ہے لیکن پاکستان بننے کے بعد تو اس نے حد ہی کر دی۔

؎ عافیت جس شخص کو منظور ہو
وہ نئی تہذیب سے بس دُور ہو

حکایت ۱۴۰

ماں

دینیات کے معلم ماں کی محبت پر لیکچر دے رہے تھے۔ "دنیا میں ہمیشہ رہنے والا رشتہ اگر کوئی ہے تو وہ ماں کا ہے۔ ماں جو گوشت کے لوتھڑے کو پروان چڑھاتی۔ اپنا خون پلا کر پرورش کرتی۔ خود تکلیف برداشت کرتی ہے مگر اولاد کو سکھ پہنچاتی ہے۔ یاد رکھو۔ دنیا میں ہر چیز مل سکتی ہے مگر ماں اور اس کی محبت کا بدل نہیں مل سکتا۔ اولاد پر کیسا ہی برا وقت کیوں نہ آ جائے۔ ماں کبھی ساتھ نہیں چھوڑے گی۔"

استاد نے رک کر کلاس میں بیٹھے ہوئے بچوں کا جائزہ لیا۔ دیکھا۔ تو ایک لڑکا سب سے پچھلی قطار میں بیٹھا ہوا بڑے مزے سے اخبار پڑھ رہا تھا۔ استاد صاحب اس کے قریب گئے۔ اور بولے بدبخت! میں دنیا کی مقدس ترین ہستی کی محبت اور خصوصیات بیان کر رہا ہوں۔ اور جناب بیٹھے اخبار پڑھ رہے ہیں۔

لڑکے نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "ماسٹر صاحب! میں تو فوراً ایک خبر پڑھ رہا تھا۔"

"کیسی خبر؟" استاد نے پوچھا۔

لڑکے نے بلند آواز سے خبر پڑھی۔

چار بچوں کی ماں، بچوں کو سوتا چھوڑ کر اپنے آشنا کے ساتھ فرار ہو گئی۔ (ماہِ طیبہ مارچ ۱۹۶۲ء)

سبق

وہ پہلے زمانہ کی ماں تھی جو اولاد کے لئے نعمت تھی اور جو بچوں سے محبت کرتی تھی۔ ماڈرن ماں میں بچوں کی محبت کہاں؟ وہ آج یہاں۔ کل

وہاں۔ اسے "میک اپ" ہی سے فرصت نہیں۔ پھر بچوں کی نگہداشت کیسے کرے۔ اس کے بچوں کے لیئے "آیا" اور دودھ کے لیئے "بوتل" ایسے ماحول میں نہ ماں کو بچوں سے محبت ہو سکتی ہے۔ اور نہ بچوں کے دلوں میں ماں کا وقار پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ باتیں تو صحیح معنوں میں "مسلمان" بن کر پیدا ہو سکتی ہیں۔ مگر آہ! آجکل سے

نہ ماں باپ ہی میں محبت رہی
دلوں میں نہ بچوں کے عزت رہی

حکایت ۱۴۱

خطرہ

ایک گرلز سکول کی لڑکیاں کپڑے کا ایک کارخانہ دیکھنے گئیں۔ کارخانے کے جس ہال میں مشینیں چل رہی تھیں۔ اس میں داخل ہونے سے پہلے کارخانے کے مینجر نے لڑکیوں کو ہدایت کی کہ

برقعہ پوش اور ڈھیلے ڈھالے لباس والی لڑکیاں مشینوں سے بچ کر نکلیں اور بلا حجاب چست لباس والی لڑکیاں مزدوروں سے بچ کر چلیں۔ (ماہِ طیبہ)

سبق

اسلام نے عورت کو خطرات سے بچانے کے لئے پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ پاؤ بھر گوشت کو کاغذ میں لپیٹ کر پھر اس پر دسترخوان لپٹا جاتا ہے۔ پھر اسے آستین کے نیچے چھپایا جاتا ہے۔ گویا پاؤ بھر گوشت کو چیل اور کوؤں کے خطرہ سے۔ بچانے کے لئے کئی پردوں میں رکھا جاتا ہے تو یہ دو دو من کے چلتے پھرتے گوشت یعنی عورتیں کیا

بے پردہ ہی رکھی جائیں گی؟ اسلام نے انہیں بھی بازاری چیل اور کوؤں کے خطرہ سے بچانے کے لیئے پردہ میں رکھنے کا حکم دیا ہے لیکن افسوس کہ اس خطرہ کو بخوشی اپنایا جارہا ہے جس کے نتیجے میں آئے دِن اغوا کی خبریں پڑھنے میں آتی ہیں۔ مَیں نے لکھا ہے ؎

عشق کو اب تو بڑا آرام ہے
حُسن کی جبکہ نمائش عام ہے

حکایت ۱۴۲

بیوی کی مطلوبہ اشیاء

ایک بیوی اپنی مطلوبہ اشیاء کی خریداری کے لیئے میاں کو ساتھ لیکر آرائش کی دکان پر پہنچی۔ بیوی اپنی مطلوبہ اشیاء کی فہرست لکھانے لگی۔ ناخن پالش ۲ عدد۔ ٹالکم پوڈر ایک عدد۔ کٹی کیورا پاؤڈر ایک عدد۔ ایوننگ ان پیرس ہیئر آئل ایک عدد۔ لپ اسٹک ۲ عدد۔ ایک ہلکی سُرخ ایک گہری سُرخ۔ عطرِ حنا سولہ روپیہ تولا والہ۔ ایک تولہ۔ سُرخی مختلف شیڈ ۲ عدد۔ رومال ایک درجن۔ ہیئر پن چار درجن۔ جُرابیں ریشمی ۶ عدد۔ سُرخ پرس بڑا اسائز ایک عدد۔ کٹی کیورا سوپ چار عدد۔ تبت سنو ۲ عدد۔ سُرمہ ایک تولہ۔ میاں نے حیران ہو کر اور پیچھے مُڑتے ہوئے کہا۔ تم بقیہ فہرست بناؤ میں ذرا گھڑی بیچ آؤں۔ (ماہِ طیبہ)

سبق

اسلام نے فضول خرچی کی اجازت نہیں دی۔ قرآن پاک نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کے بھائی قرار دیا ہے لیکن ماڈرن ماحول ہمیں فضول خرچی پر مجبور کرتا ہے۔ اِسی لئے ماڈرن عورت کے ہاتھوں اس کا شوہر

بہت تنگ رہتا ہے۔ چنانچہ ایک لطیفہ سُنیئے۔

ایک صاحب نے اپنے دوست سے پوچھا۔ کیا آپ کی بیوی آپ کو روپے کے معاملہ میں تنگ کرتی ہے؟

اس نے جواب دیا:- بیوی خود تو نہیں۔ ہاں جن دوکانداروں سے وہ اپنے فیشن کا سامان خود ادھار لے آتی ہے وہ دکاندار مجھے تنگ کرتے ہیں۔"

پس اے مسلمانو عورتو! سچّی مسلمان بنو۔ ماڈرن نہ بنو اور خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لو۔ تاکہ دین بھی بچا لو اور اپنا گھر بھی بنا لو۔

ہے مسلمان عورتوں کا یہ کمال!
خرچ کرتے وقت رکھیں اعتدال

حکایت ۱۴۳

گوشمالی

ایک ماڈرن بیوی نے اپنے شوہر سے کہا۔ دیکھئے! ایک دو روز تک میرے کانوں کے لئے زیور بنوا دیجئے۔ میرے خالی کان اچھے نہیں لگتے۔

شوہر نے کہا مگر زیور پہننے سے کیا فائدہ؟ یہ بے جا خرچ ہے۔

بیوی بولی:- خدا نے ہم کو کان اسی لئے دیئے ہیں کہ زیور پہنیں۔

شوہر نے ہنس کر کہا۔ تو پھر ہم کو کان کس لئے دیئے ہیں؟

ماڈرن بیوی نے جواب دیا۔ وہ اس لئے کہ ہماری سنو۔ اور نہ سنو "گوش مالی"

سبق

آجکل اِن ماڈرن افراد نے خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں دریغ کیا۔ قربانی کے دِن آئے تو قربانی کے جانوروں پہ خرچ کو بے جا کو بتایا جلوس میلاد شریف کے دِن آئے تو جلوس پہ خرچ کو بیجا بتایا۔ محفلِ میلاد اور مجلس گیارہویں شریف کے خرچ کو بیجا بتاتا۔ خدا تعالیٰ نے ایسے افراد کو اس دنیا میں بھی سزا دینے کے لئے انہیں ایسی بیویاں دیں۔ جنہوں نے بجا خرچ کے مخالفین سے بیجا خرچ کرانے شروع کر دیئے۔ اور یہ بچارے بجا خرچ کرنے کے بجائے۔ بیجا خرچ کرنے پہ مجبور ہو گئے۔ اگر نہیں کرتے تو گوشمالی۔ ؎

عورتوں کی آجکل تہذیبِ عالی دیکھئے
شوہروں کی کر رہی ہیں گوشمالی دیکھئے

حکایت ۱۴۷

اِنگلش میں

ایک گریجویٹ نانی سے اس کی پوتی نے کہا "نانی جان! آپ ہوائی جہاز پر بیٹھتے ہوئے کیوں ڈرتی ہیں؟ نانی نے جواب دیا۔ بیٹی عمر کے لحاظ سے ڈرتی ہوں کہ کہیں میری لائٹ کا بلب فیوز نہ ہو جائے یعنی زندگی کا چراغ گل نہ ہو جائے۔ گریجویٹ نانی نے اس جملے کو انگلش میں ادا کیا۔ (ماہِ طیبہ)

سبق

ماڈرن مردوں کی طرح ماڈرن عورتیں بھی بات کرتے وقت زیادہ تر انگلش الفاظ استعمال کرتی ہیں۔ ماڈرن ماں بچے کو ابا کہنا نہیں سکھاتی

بلکہ اسے بتاتی ہے وہ تمہارے "ڈیڈی" ہیں اور اپنے لئے اسے ممیّ کا لفظ یاد کراتی ہے اور خالہ کے لئے اینٹی۔ اور "خالو" کے لئے شاید "اینٹا" منہ پاکستانی اور منہ کے اندر زبان انگریزی۔ گویا پاکستانی برتن اور اندر شراب۔ سچی مسلمان عورت کی زبان پہ اللہ اور اس کے رسول کا نام رہتا ہے۔ وہ اس قسم کے تکلّف اور تصنّع سے دُور رہتی ہے۔ مَیں نے لکھا ہے ؎

ہے انگریزی سے کچھ ایسی لگاوٹ
کبھی "یَس" "نو" کبھی کہنے لگے "وٹ"
مسلماں ہیں مگر یورپ زدہ ہیں
یہ ایسا گھی ہے جس میں ہے ملاوٹ

حکایت ۱۷۵

وائف یا؟

ایک صاحب اپنی ماڈرن بیوی کے ساتھ جا رہے تھے۔ بیوی نے بڑا بھڑکیلا لباس پہن رکھا تھا اور سُرخی پوڈر منہ پہ تھوپے ہوئے ننگے منہ ننگے سَر جا رہی تھی۔ کسی نے دیکھ کر "صاحب" سے پوچھا کیوں جناب! یہ جو آپ کے ساتھ جا رہی ہے۔ کیا کوئی طوائف ہے۔؟

"صاحب" بولے۔ ڈیم فُول! کیا بکتا ہے۔ یہ تو ہمارا "وائف" ہے۔

(ماہِ طیبہ)

سبق

عورت کو پردے میں رہنا چاہیئے۔ اسی میں اس کی عزّت ہے اور

اگر اس نے "والف" کہلانے کے شوق میں یورپ کے طور طریقے اپنا لئے تو ان مغربی طور طریقوں کی "ط" "والف" کے سر پہ سوار ہو کر اسے "والف سے "طوائف" بنا کر رکھ دے گی۔ ؎

جو بیوی بھی اب بڑھ کے "والف" بنی
بڑی اور کچھ تو طوائف بنی

حکایت ۱۴۶

ماڈرن ماں

پچھلے دنوں قاہرہ میں فلم کی نمائش ہو رہی تھی۔ کمسنوں کے لئے اسے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ جب ایک ماں جس کے ساتھ اس کا تین سالہ بچہ تھا۔ ہال میں داخل ہونے لگی تو بچے نے روک لیا گیا اور ماں سے کہا گیا کہ بچہ ہال میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اِسے گھر پہنچا دیجیے لیکن ماں بچے کو وہیں چھوڑ کر اندر داخل ہو گئی۔ فلم شروع ہونے والی تھی اور اس کے پاس وقت نہیں تھا کہ وہ بچے کو گھر پہنچا سکتی۔

(ماہ طیبہ مارچ ۱۹۶۷ء)

سبق

وہ پہلا زمانہ تھا جب ماں بچوں پہ جان دیتی تھی۔ اب تو ماڈرن ماں بچوں سے جان چھڑاتی ہے۔ پہلی مائیں بچے اگر قربان کرتی تھیں تو خدا کی راہ میں۔ اور یہ مائیں بچوں کو چھوڑتی ہیں فلم کی چاہ میں۔ ؎

ماڈرن اماں نے حیراں کر دیا
فلم پر بچے کو قرباں کر دیا

آجکل فلم بینی کا شوق اس قدر زیادہ ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ چنانچہ

اس شوق کے متعلق بھی دو شعر پڑھ لیجئے۔ ؎

کاٹ سکتا ہوں میں دن اور رات بے آب وطعام
چائے پی سکتا ہوں میں ساری عمر چینی کے بغیر
برہمن ناراض ہو یا شیخ صاحب جائیں رُوٹھ
زندگی مشکل ہے اب تو فلم بینی کے بغیر

حکایت ۱۴۷

پُرانا شوہر

ایک بیگم اپنے شوہر سے کہنے لگی۔
میں اس کوٹھی۔ کار۔ جواہرات اور ریشمی ملبوسات سے باز آئی۔
شوہر نے کہا۔ الحمدللہ! کہ اب تم گوشہ نشینی کی طرف مائل ہو رہی ہو
بیگم نے جواب دیا۔ نہیں! دراصل میں اب پُرانی چیزوں سے اُکتا گئی ہوں اور یہ تمام چیزیں اب نئی خریدنی پڑیں گی۔

(ماہِ طیبہ)

سبق

پُرانے زمانے کی عورت اپنے شوہر سے کہا کرتی تھی۔ خدا مجھے آپ کے ہاتھوں میں اٹھائے یعنی عمر بھر میں آپ کی ہو کر رہوں اور آپ ہی کی ہو کر مروں مگر اب؟ ؎

ماڈرن بیوی کو اِک ہی حال میں کب کل ملے
چاہتی ہے کہ مجھے شوہر نیو ماڈل ملے!

حکایت ۱۴۸

ڈنڈا

ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی ایک نواحی بستی کی ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ عید کے موقعہ پہ مجھے چوڑیوں کا تحفہ چاہیئے. شوہر اس کی فرمائش پوری نہ کر سکا. جس وجہ سے عید کے موقع پر بیوی نے چوڑیوں کا تحفہ نہ دینے پر اپنے شوہر کو ڈنڈے مار مار کر زخمی کر دیا۔

(جنگ۔ ماہ طیبہ مئی ۱۹۶۸ء)

سبق

آجکل مرد حاکم نہیں رہا محکوم ہو گیا ہے یہ تو دین و مذہب کا کرم تھا جس نے مرد کو برتری عطا فرمائی تھی مگر ماڈرن ماحول میں کچھ ایسا اندھیر مچ گیا ہے کہ مرد کی برتری نظر ہی نہیں آتی اور مرد برتر کی بجائے بحالتِ ابتر نظر آنے لگا ہے. آجکل کے ماڈرن مرد کا یہ اتنا قصور ہے کہ اس نے عورت کی مادر پدر آزادی کے لیے سرتوڑ کوشش کی. مضمون لکھے. تقریریں کیں. گلمبار پہ برسا. پس جبکہ ماڈرن مرد نے خود ہی عورت کو بے حجاب کرنے کی ٹھان لی تو پھر عورت کو ڈنڈا پکڑنے میں بھی حجاب کیوں ہو؟ شریعت نے عورت کو پردے کا جو تحفہ دیا تھا. مرد نے عورت سے جب وہ تحفہ چھین لیا تو اس کا کیا حق ہے کہ وہ عید پہ عورت کو چوڑیوں کا تحفہ پیش نہ کرے اور اگر یہ تحفہ پیش نہ کرنے کی جرأت کرے تو اس کا کیا حق ہے کہ وہ ڈنڈے نہ کھائے۔ ایسے ہی ایک مرد نے کہا تھا۔ ؎

یارو مجھ کو نکالو اس گھر سے مجھ کو بیوی اداس رکھتی ہے
تاکہ سرزد نہ مجھ سے غلطی ہو ڈنڈا ہر وقت پاس رکھتی ہے

الٹے زمانہ کی ہر بات الٹی۔ پہلے زمانہ میں چراغ تلے اندھیرا۔ مگر اب بجلی کے بلب تلے روشنی اور اوپر اندھیرا۔ اسی طرح پہلے زمانہ میں مرد غالب لیکن اب مرد مغلوب اور عورت غالب۔ میں نے لکھا ہے۔ ؎

مرد کو کس نے گھٹایا اور زنانہ کر دیا!
کس نے لڑکی کو بڑھایا اور لڑکا کر دیا
مرد کا سب دبدبہ اور رعب اب جاتا رہا
کس قدر فیشن نے اس کا حال پتلا کر دیا

حکایت ۱۴۹

بس میں

نیویارک میں ایک لیڈی نے اپنے پہلوٹھی کے بچّے کو ایک بس میں جنم دیا۔ اس نے کہا میں خود بھی بس میں پیدا ہوئی تھی۔ اس لئے میری خواہش تھی کہ میرا پہلا بچہ بھی بس میں پیدا ہو۔ اس مقصد کے لئے مجھے چار پانچ گھنٹے تک شدید درد و کرب کے عالم میں بسوں میں گھومنا پڑا۔
(ماہِ طیبہ ۱۹۶۷ء)

سبق

جو عورت شرم و حیا کے "بس" میں نہ رہے وہ بچے کو اگر "بس" میں جنم دے تو کیا تعجب ہے؟ یہ ہے وہ تہذیب جو ہمارے ملک کی ماڈرن عورتوں کے دلوں میں "بس" رہی ہے۔ اگر اب بھی ان کی آنکھیں نہ کھلیں تو ان کا "بس" اللہ ہی حافظ۔ ؎

آہ! عورت کیا تھی، کیا بننے لگی
اب تو بچے بس میں وہ جننے لگی

حکایت ۱۵۰

ننگی عورتیں

میڈرڈ کے ساحلی علاقہ السین میں ۲۷ عُریاں نہانے والی لڑکیوں اور پولیس میں زبردست جھڑپ ہوئی۔ فرانس کے ایک راہب نے جو خود بھی عریاں طور پہ ساحل سمندر پہ ٹہل رہا تھا اس نے عورتوں کی طرف سے پولیس سے لڑائی کی۔ تمام لڑکیاں اس راہب کے ساتھ ایک بس کے ذریعہ ساحل پہ پہنچیں۔ جونہی بس ساحل کے قریب پہنچی۔ تمام عورتیں ننگی حالت میں بس سے نکل کر پانی میں کود پڑیں۔ پولیس والوں نے ان عورتوں کو کپڑے پہننے کا حکم دیا انہوں نے حکم نہ مانا۔ اس دوران یہ لڑکیاں "ہم فرانس کے باسی ہیں" کا نعرہ لگاتی رہیں۔" نوجوان پادری ان لڑکیوں کی طرف سے سپاہیوں سے تکرار کرتا رہا۔

(جنگ ۱۳؍اگست ۱۹۶۸ء)

سبق

اسلام نے انسان کو انسانیت عطا فرمائی ہے۔ اسلامی احکام پر عمل نہیں تو انسانیت بھی نہیں۔ برعکس اس کے ماڈرن ماحول نے "حیوانیت" پیدا کی ہے چنانچہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔ پلیدی سے نہ بچنا۔ بے حجاب و عُریاں پھرنا۔ یہ سب عادتیں جانوروں کی ہیں جو ماڈرن تہذیب میں پائی جاتی ہیں۔ تھوڑا بہت فرق لباس کا تھا۔ جانوروں کے جسموں پہ لباس بالکل نہیں ہوتا اور ماڈرن تہذیب کے افراد پہ تھوڑا بہت لباس ہوتا ہے لیکن فرانس کے باسیوں نے اس سے بھی نجات حاصل کر کے ماڈرن افراد کو یہ درس دیا ہے کہ صرف منہ ہی کے حجاب سے آزاد ہونا جزوی آزادی ہے۔ مکمل آزادی یہ ہے کہ سارا جسم ہی بے حجاب ہو۔ حجاب آئے تو دیکھنے والوں کو۔

ہمارے ملک کی ماڈرن عورتوں کا ننگے منہ اور ننگے سر باہر نکلنا بھی اسلام

کی نظر میں عُریاں پن ہے۔ اس لئے کہ عورت کا معنی ہی چھپانے کی چیز ہے اور عورت سراپا عورت ہے۔ ؎

کہ و لفظِ عورت پہ گر غور تم
تو معلوم کر لو گے فی الفور تم
کہ عورت ہے شرم وحیا کا مقام
نمائش ہو اس کی بُرا ہے یہ کام
ہے عورت کا مستور رہنا ہی ٹھیک
ہے عورت کو مستور کہنا ہی ٹھیک
اگر عزتِ نفس ملحوظ ہے!
تو وہ اپنے گھر ہی میں محفوظ ہے

باوجود اس کے "ماڈرن عورت" عورت کہلا کر ننگے منہ اور ننگے سر کلبوں تھیٹروں اور بازاروں میں نظر آنے لگی۔ علماءِ کرام نے انہیں ٹوکا۔ تو انہوں نے علماء سے جھڑپ مول لے لی اور فرانس کے ننگے راہب کی طرح ان ماڈرن عورتوں کو بھی ماڈرن مرد اپنا حمائتی مل گیا اور اِن بے حجاب عورتوں کی طرف سے علماء کرام سے لڑنے لگا۔ علماء نے ان بے حجاب عورتوں سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ تو انہوں نے حکم نہ مانا اور "ہم مردوں کے برابر" ہیں کا نعرہ لگانے لگیں اور ماڈرن مرد ان عورتوں کی طرف سے علماء سے تکرار کرتا رہا۔

فرانس کے عریانی پسندوں نے فرانس کی پولیس کا کہا نہ مانا اور ہمارے ملک کے عُریانی پسندوں نے علماءِ کرام کا کہا نہ مانا اور حجاب و لباس کو بوجھ سمجھ لیا۔ سچ ہے۔ ؎

ٹٹو پہ جس طرح سے ہو تازی کی زین بوجھ
ہے ملحدوں پہ یونہی محمّد کا دین بوجھ

حکایت ۱۵۱

جھگڑالو بیویاں

سِڈنی کے ایک مشہور عالم نفسیات اور نجومی ڈاکٹر لازنس نے کہا کہ دنیا

میں پاگل پن کی سب سے بڑی وجہ جھگڑالو بیویاں ہیں۔ کسی نے اس حقیقت کی تفصیل چاہی تو ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اڑتالیس فی صد پاگل مرد اپنی جھگڑالو بیویوں کی وجہ سے پاگل ہوئے ہیں کیونکہ یہ مرد حساس ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ نہ تو اپنی بیویوں کو زدو کوب کرتے ہیں اور نہ ہی جھڑکتے ہیں جس کا لازمی اثر ذہنی پریشانیوں کی صورت میں ان پر پڑتا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کہا کہ یہی وجہ ہے کہ مردوں کی نسبت عورتیں کم پاگل ہوتی ہیں۔ انہوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ آئندہ بیس سال کے اندر چالیس فیصد حساس شوہر اپنی بیویوں کے ہاتھوں پاگل ہوجائینگے

(جنگ۔ ماہِ طیبہ جولائی ۱۹۶۳ء)

سبق

دین و مذہب عورت کو اپنے شوہر کا ادب و احترام سکھاتا ہے اور ماڈرن تہذیب عورت کو اپنے شوہر سے لڑنا جھگڑنا سکھاتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ چنانچہ ایک لطیفہ سنیئے۔

ایک بار پولیس سٹیشن کا ٹیلیفون بہت زور سے بجنے لگا۔ انسپکٹر نے ٹیلیفون اٹھایا۔ آواز آئی۔ ہیلو! ہیلو!! میں فرحت بلڈنگ سے بول رہا ہوں۔ یہاں ساتویں منزل پر ایک عورت اپنے شوہر کو پیٹ رہی ہے۔ پولیس بھیج کر اس بچارے کو بچاریئے۔

انسپکٹر نے جواب دیا۔ بہتر جناب! ابھی بھیجتا ہوں۔ آپ کون ہیں؟ آواز آئی۔ اس عورت کا مظلوم شوہر اور کون؟

لکھنؤ کی بھی ایک خبر پڑھ لیجئے۔

لکھنؤ مقامی جیل خانہ میں جو عورتیں نظر بند ہیں ان میں سے ۷۰٪ اپنے شوہروں کے قتل کی ذمہ دار ہیں۔ (کوہستان)

پس اے بھائیو! اگر پاگل پن۔ پٹنے اور مرنے سے بچنا ہے۔

تو میاں بیوی دونوں مسلمان بن جاؤ اور ماڈرن فضا رسے بچو۔ ۵ "

طلب گار رہو تم جو آرام کے
تو بن کے رہو دینِ اسلام کے

حکایت ۱۵۲

"عورتیں انڈے سینے لگیں"

یہ عنوان روزنامہ حریت کراچی کا ہے۔ حریت نے اپنی ۲۶ اپریل ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں اس عنوان سے نیویارک کی حسب ذیل خبر شائع کی ہے۔

جزیرہ کونے کے ایک تفریحی پارک کے مالک نے مرغی کے انڈے سینے کے لئے ڈیڑھ سو امیدوار خواتین میں سے ایک کنواری لڑکی کو منتخب کیا ہے۔ اس لڑکی کے نیچے اتنے ہی انڈے رکھے جائیں گے جتنے کہ ایک مرغی کے نیچے رکھے جاتے ہیں۔ وہ چوبیس گھنٹے انڈوں پر بیٹھی رہے گی۔ اس کے لئے کرسی اس طرح بنائی گئی ہے کہ اس کی پشت جھکائی جا سکتی ہے چنانچہ وہ سوتے ہوئے بھی انڈے سینتی رہے گی۔ پارک کے مالک کو یقین ہے کہ لڑکی زیادہ نہیں تو دو چار بچے نکالنے میں ضرور کامیاب ہو جائے گی۔ اسے اس خدمت کے معاوضہ میں تین ہزار ایک سو ڈالر ملیں گے۔ پارک کے مالک نے اخبار میں جب اشتہار دیا تو اسے یقین نہ تھا کہ کوئی لڑکی انڈے سینے کے لئے تیار ہو گی۔ لیکن جب اسے پندرہ سو درخواستیں ملیں تو وہ حیران رہ گیا۔ اس نے صرف ۱۳۰ لڑکیوں کو انٹرویو کے لئے طلب کیا اور ان میں ایک حسین لڑکی کو منتخب کر لیا۔ اب اس لڑکی کو دیکھنے کے لئے بے شمار لوگ تفریحی پارک میں آئیں گے انڈوں سے بچے نکلنے میں اکیس دن لگتے ہیں۔ عورت کے جسم میں مرغی کے جسم کے مقابلے میں حرارت کم ہوتی ہے چنانچہ اسے بچے نکالنے میں زیادہ دن لگیں گے

جزیرہ کونے کی یہ لڑکی، بچوں کی پیدائش اور مامتا کی تاریخ میں نئے باب کا اضافہ کرے گی۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ (ماہِ طیبہ جولائی ۱۹۶۹ء)

سبق

افسوس اس نئی تہذیب نے انسان کو کس طرح جانور بنا ڈالا ہے۔ پرائمری سکولوں میں اگر کسی بچے کو سزا دینا منظور ہو تو ماسٹر جی اسے مرغا بنا دیتے ہیں۔ کچھ اسی طرح مغربی اسکول کی عورت کو شاید یہ سزا ملی ہے کہ اُسے مرغی بنا دیا گیا ہے۔ ماڈرن عورتیں پردہ سے بھاگی تھیں قدرت نے انہیں مرغیوں کے ڈربہ میں بند کر دیا۔ اچھا ہوا۔ اگر یہ رسم چل نکلی تو پردہ میں نہ سہی۔ یہ عورتیں ڈربہ میں رہیں گی۔

اس تہذیب عریاں سے خدا بچائے۔ ظالم نے پہلے تو بدن سے لباس اتروایا اور عورت کو ننگا کر دیا اور اب اس نے اس کا ڈربہ انسانیت بھی اتار دیا ہے اور انسان سے اسے مرغی بنا ڈالا۔ وہ زمانہ گیا جب آپ یہ سنا کرتے تھے کہ لڑکی پردے میں بیٹھ کر کپڑے سی رہی ہے۔

زمانہ ترقی پسند ہے۔ ایک مرحلہ پہ پہنچ کر ترقی پسند افراد آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ مغربی تہذیب لڑکیوں کے انڈے سینے پہ ہی اکتفا نہ کرے اور آگے بڑھنے کی کوشش کرے اور کچھ دنوں کے بعد یورپ کے کوئی صاحب اشتہار دے دیں کہ انہیں کسی ایسی لڑکی کی ضرورت ہے جو خود انڈے دے۔ اس صورت میں یورپ کے انڈہ خور افراد کو بڑی مشکل پیش آئے گی کہ انڈہ توڑتے وقت کیا خبر انڈے سے کوئی "صاحب بہادر" ہی نکل آئے۔

بعض مرغیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو انڈے پی جاتی ہیں یعنی وہ انڈے سیتی نہیں بیٹی ہیں چنانچہ یورپ ہی کی ایک تازہ خبر یہ بھی ہے کہ

برطانیہ میں ہر روز ۳۰۰ ناجائز حمل گرائے جاتے ہیں۔

(کوہستان ۶ مئی ۱۹۶۶ء)

تو ایسی مرغیوں کو اگر انڈوں پہ بٹھایا گیا تو مشتہر صاحب کو بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا جو مرغیاں خود اپنے ہی انڈوں کو سلامت نہیں چھوڑتیں۔ وہ غیر کے انڈوں کو کب چھوڑیں گی؟ اور کیوں نہ توڑ پھوڑیں گی؟ دراصل مذکورہ بالا تازہ خبر بھی مغربی تہذیب کا ایک گندہ انڈا ہے۔ خبر تازہ ہے۔ مگر انڈہ گندہ ہے اور اقبال نے اسی لئے لکھا تھا۔ کہ ؎

اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

حکایت ۱۵۳

ناچنے والی کے انڈے

لندن کی مشہور رقاصہ (ناچنے والی) پالا بیری اپنا عجیب و غریب رقص دکھانے کے لئے "شتر مرغ" بن کر سٹیج پہ آئی اور ناچنے لگی۔ تماشائیوں نے دیکھا کہ پالا بیری رقص کر رہی ہے اور اس کی دم سے انڈے گر رہے ہیں دیکھنے والوں کو یہی معلوم ہوا جیسے رقاصہ نے انڈہ دیا ہے حالانکہ وہ نقلی انڈے تھے جو اس نے دُم کے پروں میں چھپا رکھے تھے۔

(آفاق لاہور ۲۸ دسمبر ۱۹۶۰ء - ماہنامہ ماہِ طیبہ فروری ۱۹۶۱ء)

سبق

یہ خبر پڑھ کر ہم حیران ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ یورپ ترقی کرتے کرتے کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔ ہماری تو مرغیاں بھی انڈے نہیں دیتیں اور یورپ کی عورتیں بھی انڈے دینے لگی ہیں سب جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کی مرغیاں

مہینے میں کچھ روز ناغہ کرتی ہیں لیکن ولائتی مرغیاں ناغہ نہیں کرتیں اور کئی کئی مہینے بلا ناغہ انڈے دیتی رہتی ہیں۔ ہم حیران تھے کہ ولائتی مرغیاں انڈے دینے میں اتنی دلیر کیوں واقع ہوئی ہیں مگر اب پتہ چلا کہ ولائتی مرغیاں تو ایک طرف ولائتی عورتیں بھی انڈے دے سکتی ہیں۔

تہذیبِ نو اور ترقی کا یہ کیا عمدہ کرشمہ ہے کہ ایک طرف تو وہ چاند کی طرف اڑتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور دوسری طرف زمین میں انڈے دیتی ہوئی نظر آتی ہے۔ گویا نئی تہذیب اڑتی بھی ہے اور انڈے بھی دیتی ہے تو یہ اڑنا اور انڈے دینا ماڈرن افراد کو مبارک ہو۔ یہ انہیں کا حوصلہ ہے۔ اور "مولوی" قسم کا مسلمان بچارہ تو بڑا ہی سست، رجعت پسند اور دقیانوسی ہے کہ نہ اڑ سکتا ہے اور نہ انڈے دے سکتا ہے اور بجائے اس کے کہ یورپ کی اس گوری و بیضاوی تہذیب کی مدح سرائی کرے۔ الٹا اس کے متعلق اقبال کا یہ شعر پڑھتا ہے۔ کہ ؎

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

خبر میں انڈوں کو نقلی بتایا گیا ہے مگر گھبرانے کی بات نہیں۔ اس لئے کہ یورپ جس کام کو شروع کرتا ہے۔ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیتا ہے امید ہے کہ یہ کوشش بھی کامیاب ہوگی اور نقل مطابق اصل ہو کر رہے گی اور ایک وقت ایسا بھی آ جائے گا جبکہ یہ ماڈرن عورتیں اصلی انڈے بھی دینے لگیں گی۔

خبر میں "شتر مرغ" بننے کا ذکر ہے اور شتر مرغ کی ترکیب بالکل "ماڈرن مسلم" کی ترکیب اسی جیسی ہے۔ شتر مرغ کے متعلق مشہور ہے کہ اسے اگر کہا جائے کہ تم "شتر" ہو تو بوجھ اٹھاؤ تو کہتا ہے کہ میں تو "مرغ" ہوں اور اگر کہا جائے کہ مرغ ہو تو اڑ کر دکھاؤ تو کہتا ہے۔ میں تو "شتر مرغ"

ہوں۔ اسی طرح "ماڈرن مسلم" سے اگر کہا جائے کہ تم "مسلم" ہو تو مسجد میں آؤ۔ نماز پڑھو۔ اور اللہ اللہ کرو تو کہتا ہے کہ مَیں تو "ماڈرن" ہوں۔ اور اگر ووٹوں کے زمانہ میں ووٹروں کے پاس ووٹ لینے کو آئے اور اس سے کہا جائے کہ تم تو "ماڈرن" ہو۔ پھر مسلمان ووٹروں کے پاس کیوں آئے تو کہتا ہے کہ میں تو مسلمان ہوں۔

"شتر مرغ" شکل وصورت ڈیل ڈول میں "شتر" ہے مگر انڈے دینے میں "مرغ" ہے۔ یونہی "ماڈرن مسلم" نام اور مسلمانوں کے ہاں پیدا ہونے میں تو مسلم ہیں۔ مگر عریانی و فحاشی اور الحاد کے انڈے دینے میں ماڈرن ہے۔ ؎

بن مسلماں اور مت بن ماڈرن   بن خدا کا غیر کا ہرگز نہ بن

حکایت ۱۵۴

اپنے شوہر کی شوہر

ایک مرتبہ جاپان میں مردوں سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے مرد ہونے پہ خوش ہیں یا ناخوش؟ تو باون فیصد مردوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے مرد ہونے پہ ناخوش ہیں۔ ہم عورت ہوتے تو اچھا ہوتا اور اب یہ خواہش ہے کہ ہم دوسرے جنم میں عورت بن کر آئیں کیونکہ شادی کے بعد مردوں کو اپنی تنخواہ پر کوئی حق نہیں رہتا اور ان کی جیب مکمل طور پر عورتوں کے کنٹرول میں چلی جاتی ہے۔ (کوہستان ۱۳ را پریل ۱۹۶۳ء)

سبق

جیب تو درکنار خود صاحبِ جیب عورت کی جیب میں ہوتا ہے اور عورت جس طرح چاہے۔ صاحب جیب کو استعمال کر سکتی ہے۔ نئی تہذیب کا افسوس ناک پہلو ملاحظہ فرمایئے کہ مرد اپنے مرد ہونے پر پچھتانے لگے ہیں اور

چاہتے ہیں کہ ہم عورتیں بن جائیں. اس لئے کہ اس ماڈرن ماحول میں مردِ خادم اور عورت مخدومہ ہے. مرد کی مجال نہیں کہ وہ اپنی مخدومہ کی مرضی کیخلاف کوئی حرکت کرے. چنانچہ ایک لطیفہ سُنیئے۔

ایک ماڈرن بیوی نے اپنے شوہر سے پوچھا کہ اگر خدا نخواستہ گھر میں چور آجائیں تو تم کیا کروگے؟ شوہر بولا۔ وہی کووں گا جو وہ کہیں گے۔ اس لئے کہ اب تک اس گھر میں مجھے اپنی مرضی سے تو کچھ کرنا نصیب نہیں ہوا۔

اسی طرح ایک صاحب گھر پہنچے تو ان کی بیگم صاحبہ ان سے جھگڑنے لگیں یہ تنگ آکر بولے۔ الہٰی! یا تو مجھے دنیا سے اٹھالے یا..... اتنا کہنے ہی پائے تھے کہ بیگم صاحبہ نے آنکھیں نکال کر ڈانٹ کر کہا۔ یا.....؟ وہ بولے یا بھی مجھی کو اٹھالے۔

دیکھا آپ نے کس قدر تنگ زندگی ہے. پھر کیوں نہ ایسے مرد عورتیں بن جانے کی تمنّا کریں۔

پرانے دَور کا مسلمان اپنے اللہ کا ہزار بار شکر کرتا ہے کہ وہ مرد ہے اور مرد ہی رہے گا۔ اس کے دِل میں کبھی یہ خیال تک نہیں آیا کہ اُسے عورت بن جانا چاہیئے اور آئے بھی کیسے جبکہ قرآن کا یہ ارشاد ہے کہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ۔ اس کے پیشِ نظر ہے وہ جاپان ہے اور یہ قرآن ہے. وہاں نئی تہذیب ہے اور پرانے مسلمان کے یہاں پرانی تہذیب ہے. پرانی تہذیب میں عورت اپنے شوہر کا ادب واحترام ملحوظ رکھتی ہے اور شوہر کو شوہر سمجھتی ہے اور نئی تہذیب میں مساوات کے زعم میں عورت اپنے آپ کو شوہر کے برابر بلکہ اب تو شوہر سے بڑھ کر سمجھتی ہے اور اپنے اپ کو شوہر کی بیوی نہیں. شوہر کی شوہر سمجھتی ہے اور شوہر بچارہ اس حال میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو بیوی کی بیوی سمجھنے لگے گا اور تمنّا کرنے لگا ہے کہ برائے نام مرد

وشوہر بن کر رہنے سے کیا فائدہ۔ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ بیچ مچ ہی بیوی بن جاؤں۔ میں نے لکھا ہے۔ ؎

نئی تہذیب کا نقشہ عیاں ہے
میاں بیوی ہے اور بیوی میاں ہے

حکایت ۱۵۵

دوسری شادی

ہمارے ملک کے سابق وزیر اعظم محمد علی بوگرہ نے دوسری شادی کی تو ہمارے روشن دماغ ماڈرن طبقہ نے اسے بہت بُرا منایا۔ اس زمانے کے لندن کے سفیر جناب محمد اکرام اللہ صاحب نے ایک دلچسپ لطیفہ سُنایا آپ نے کہا جن دنوں محمد علی بوگرہ نے دوسری شادی کی تو ایک پارٹی میں ایک بہت بڑی پوزیشن کے مالک انگریز نے کہا۔ تمہارا وزیر اعظم بہت احمق ہے۔ اسے دوسری شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر لڑکی پسند آگئی تھی تو اسے داشتہ بنا لیا ہوتا۔ ہمارے ملک میں تو ایسا ہی کرتے ہیں۔

(نوائے وقت ۳ ، مئی ۱۹۵۶ء)

اور ۱۳ ، جون میں " یہ مغرب ہے " کے عنوان سے یہ لکھا کہ

" مغرب میں ایک مرد کا بیک وقت دو چار عورتوں سے تعلق اور ایک عورت کا دو چار مردوں سے تعلق قائم رکھنا عام بات ہے۔

سبق

یہ ہے یورپ کا کردار۔ کہ خاوند ایک بیوی کے علاوہ دوسری شادی تو نہیں کر سکتا لیکن داشتائیں جتنی چاہے رکھ سکتا ہے اور پھر داشتاؤں کی

تحدید بھی نہیں۔ چار سے زیادہ بھی ہو سکتی ہیں اور پھر یہ کہ یہ اختیار صرف مرد ہی کو حاصل نہیں بلکہ عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایک شوہر رکھ کر جتنے چاہے "داشتے" رکھ سکتی ہے۔ مقامِ غور ہے کہ اس قسم کی بدمعاشی وعیاشی کے علمبردار اگر اسلام کے ایک جائز اور فطری اور مستحسن اجازت نامے پر مذاق اڑائیں تو الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق یہ لوگ ہوئے یا نہیں اسلام نے فطری خواہشات کا لحاظ فرما کر اخلاق و پاکیزگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مرد کو چار بیویوں تک کی اجازت دے دی اور چاروں سے مساویانہ برتاؤ اور عدل و انصاف کرنے کا بھی درس دیا مگر یورپ کی کیا اچھی داشتہ نواز تہذیب ہے کہ منکوحہ بیوی کے ساتھ دوسری عورتوں کو داشتہ بنا کر ذلیل و کمینہ سٹیج پر انہیں بٹھا کر ان کی عزت کو بٹہ لگایا اور واہ ری یورپین تہذیب کہ مغربی لیڈیوں نے بھی داشتہ بننے کو برداشت کر لیا اور داشتہ بننے سے دل برداشتہ نہیں ہوئیں۔ گویا مسلمان روٹی کھائیں تو صرف ایک اور یہ مغربی جنسی بھوکے ڈبل روٹی بھی کھائیں اور دن میں متعدد بار ناشتہ بھی کرتے رہیں اور پھر یہ کہ جو اسلام کی پاکیزہ اجازت کے مطابق دوسری شادی کرے وہ احمق اور جو دو تین چار نہیں زیادہ بھی عورتوں کو داشتہ بنالے اور حرامی اولاد پیدا کرے وہ دانا اور ترقی پذیر۔ ایک مولوی صاحب سے ایک عیسائی نے پوچھا کہ مولوی صاحب! اگر ایک مرد چار بیویاں کر سکتا ہے تو ایک بیوی چار مرد کیوں نہیں کر سکتی؟ مولوی صاحب نے جواب دیا پادری صاحب! ایک باپ کے اگر چار بیٹے ہو سکتے ہیں تو ایک بیٹے کے چار باپ کیوں نہیں ہو سکتے۔ پادری بولا۔ یہ دوسرا بات ہے۔ مولوی صاحب نے کہا۔ تو یہ تیسرا بات ہے۔

عقل سے بھی پوچھ لیجئے کہ ایک باپ کے چار بیویوں سے جو بچے پیدا ہوں گے یقیناً وہ اسی باپ کے ہوں گے لیکن اگر ایک بیوی کا ایک

بچہ چار مردوں سے پیدا ہو جائے تو وہ کس باپ کا بیٹا ہوگا؟ اور اس بیٹے کی چار باپوں پہ تقسیم کیسے ہو سکے گی؟ یہ عقل و حکمت کی باتیں تو معلّم اعظم صلّے اللہ علیہ وسلّم نے سکھائی ہیں۔ ان بے وقوف عقلمندوں کو ان حقائق کی کیا خبر؟

مغربی لیڈیوں کو دیکھا دیکھی ایک نام کی مسلمان بیگم نے بھی ایک بھرے جلسہ میں اعلان کر دیا تھا کہ اگر مرد چار بیویاں رکھ سکتا ہے تو ہم بھی چار چار مردوں سے شادی کریں گی۔ اس پہ مَیں نے ماہِ طیبہ میں لکھا تھا۔ کہ ہر ہاتھ کا پنجہ دیکھ لیجیے۔ انگوٹھا ایک ہوتا ہے اور انگلیاں چار۔ مگر ایسا پنجہ کبھی نہ دیکھا نہ سُنا جس کی انگلی ایک ہو اور انگوٹھے چار۔ مَیں نے لکھا تھا۔ ؎

ایک انگوٹھا ہے اس کے ساتھ ہیں چار انگلیاں
اس طرح اک مرد ہو سکتا ہے شوہر چار کا !

حکایت ۱۵۶

باریش عورت

روہڑی (سندھ) میں ایک گداگر عورت ہے جس کے چہرے پر تین اِنچ لمبی داڑھی ہے اور مونچھیں بھی ہیں۔ لوگ اس عورت کو دُور دُور سے بڑی حیرت کے ساتھ دیکھنے آتے ہیں۔

(اخباری خبر ماہِ طیبہ فروری ۱۹۵۳ء)

سبق

لوگوں کی اس حیرت ہے کہ ایک عورت کے چہرے

پہ اگر داڑھی نظر آئی تو کیا ہؤا جبکہ اس زمانہ میں ہزاروں لاکھوں مردوں کے چہروں پہ داڑھی نظر نہیں آتی جس طرح ایک عورت کے چہرے پر داڑھی کا نظر آنا ایک انوکھی بات ہے بالکل اسی طرح ایک مرد کے چہرے کا داڑھی سے خالی ہونا ایک نرالی بات ہے۔ تو جب اس اُلٹے زمانے میں اس قسم کے مرد حیرت افزا نہیں تو پھر ایک باریش عورت پہ حیرت کیسی ؟

لوگ اس باریش عورت کو دیکھ کر حیران اسی لئے ہو رہے ہیں نا ! کہ جو چیز مردوں میں ہؤا کرتی ہے وہ اس زمانے میں پائی جاتی ہے ہے۔ تو پھر نئی تہذیب کے پروردہ عورتوں کو اسمبلیوں میں جاتے۔ دفتروں میں دھکے کھاتے۔ پولو کھیلتے۔ بے حجاب پھرتے اور مجمعوں میں گھرتے دیکھ کر حیران کیوں نہیں ہوتے ؟ جبکہ یہ ساری چیزیں بھی صنفِ نازک کے لئے نہیں بلکہ یہ بھی مردوں کے لئے موزوں ہیں اور اگر یہ سب چیزیں عورتوں میں گوارا ہیں تو پھر اب ساتھ ہی ساتھ ایک داڑھی بھی سہی۔ اس میں حیران ہونے یا گھبرانے کی کیا بات ہے۔ ؟

سِکھّوں نے اپنی کرپانوں سے نہتے مسلمانوں پہ حملے کئے تو غریب مسلمانوں کو اپنے گھر بار چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا اور اپنا سَر چھپانے کے لئے انہیں اپنے نام غیر مسلموں کے مکانات الاٹ کرانے پڑے

اسی طرح جنٹلمینوں نے اپنے سیفٹی ریزروں سے بچاری داڑیوں پہ دھاوا بول دیا تو ان داڑھیوں کو ناچار ان کے چہروں سے ہجرت کرنا پڑی۔ اِن مہاجرات کو ہاتھ راپنا کہیں ٹھکانا بھی کرنا تھا چنانچہ انہوں نے اپنا نام غیر مردوں کے چہرے الاٹ کرانے کی ٹھان لی اور رو ہڑی میں ایک داڑھی نے اس کی ابتدار کر دی ہے۔ خدا خیر کرے۔ اگر

ہر مہاجرہ داڑھی نے یہی اصول اپنا لیا تو ہر فیشن ایبل گھر میں اکبر کے اس مصرعہ کا مظاہرہ ہونے لگا۔ ؎

بیبیاں شوہر بنیں گی اور شوہر بیبیاں

حکایت ۱۵۷

رنڈی کا گانا

کسی مجلس میں ایک رنڈی کا گانا ہو رہا تھا۔ کافی لوگ جمع تھے طبلے اور سارنگی کی گت پر رنڈی بار بار یہ مصرعہ دُہرا رہی تھی ع

خدا جانے کہ قسمت میں ہماری کیا لکھا ہوگا

ایک مسخرا شاعر بھی وہاں موجود تھا۔ جب رنڈی نے اس کی طرف متوجہ ہو کر اس مصرعہ کو دُہرایا۔ ع

خدا جانے کہ قسمت میں ہماری کیا لکھا ہوگا

مسخرا شاعر بول اٹھا۔

گلے میں طوق لعنت کا سواری کو گدھا ہوگا

(ماہِ طیبہ جولائی ۱۹۵۲ء)

سبق

بے حجاب۔ بے حیا اور بے شرم عورت جب غیر محرموں کے مجمع میں ناچتی اور گاتی ہے تو وہ اپنی عاقبت برباد کر لیتی ہے اور بقول اس شاعر کے واقعی قیامت کے روز اس کے گلے میں طوقِ لعنت پڑے لہٰذا عورت کو ایسی بُری حرکات سے بچنا چاہیئے اور اسے باحجاب و باحیا بن کر اپنی عاقبت سنوارنی چاہیئے۔ ؎

جو عورت ہے بے شرم اور بے حجاب
ہے قسمت میں اس کی یقیناً عذاب

حکایت ۱۵۸

بیبیاں شوہر بنیں گی

ماہنامہ چاند لاہور مئی ۱۹۶۱ء میں ایک کارٹون شائع ہوا جس میں خاوند ساڑھی باندھے کھڑا ہے اور بیوی پتلون پہنے کھڑی ہے۔ رات کا وقت ہے اور بیوی خاوند کو گھر رہنے کی تاکید کر کے باہر جا رہی ہے اور خاوند منّت کے ساتھ کہہ رہا ہے۔
"رات کو جلدی گھر آ جایا کرو مجھے تنہائی میں ڈر لگتا ہے۔"

سبق

اکبر الہ آبادی پہلے ہی لکھ گئے ہیں۔ ؎
کیا بتاؤں کیا کرینگی علم پڑھ کر بیبیاں
بیبیاں شوہر بنیں گی اور شوہر بیبیاں

حکایت ۱۵۹

ایک مِس

ایک مِس بیٹھی تھی موٹر کار میں
جا رہی تھی شوق سے بازار میں

لب پہ ہالی[1] وڈ کا اِنگلش راگ تھا
گود میں اُس کا چہیتا ڈاگ[2] تھا

مُسکراتی دندناتی جھومتی
اپنے کُتّے کے لبوں کو چُومتی

بڑھ رہی جانب موتی محل[3]
جس میں پکچر چل رہی تھی آجکل[4]

جی میں آیا موج میلہ[5] دیکھئے
چھوڑیئے مُلّا کی باتیں چھوڑیئے

وہ تھی موٹر پارک تھا اور کار تھی
اب ٹکٹ لینے کو وہ تیار تھی

ناگہانی اُس کا نوکر آ گیا!
روتے روتے گِر پڑا تھرّا گیا

بولا۔ بیگم صاحبہ! یہ کیا ہُوا!
آپ کا ہزبنڈ[6] جہاں سے چل بسا

بولی۔ شٹ اپ[7]! یُو بلیڈی ناصبُور
وہ مرا تو اس میں میرا کیا[8] قصور؟

آج پکچر دیکھنے کا مُوڈ تھا
آج ہی بے وقت ظالم مر گیا

وہ تھا اِل لٹریٹ[9] وہ تھا اولڈن[10]
مَیں ہوں اب ٹُو ڈیٹ مَیں ہوں ماڈرن

سبق

دُور سے تہذیبِ حاضر کو سلام
آدمیّت کا نہیں ہے احترام

۱۔ اِٹلی کا فلم ساز ادارہ۔ ۲۔ کُتا۔ ۳۔ سینما گھر کا نام۔ ۴۔ ایک فِلم کا نام۔
۵۔ فِلم کا نام۔ ۶۔ خاوند۔ ۷۔ تم خاموش رہو۔ ۸۔ فِلم کا نام۔
۹۔ اَن پڑھ۔ ۱۰۔ رجعت پسند۔

حکایت ۱۶۰

ایک لیڈی

ایک لیڈی کو معاً آیا خیال مہ جبینوں میں مری یوں ہے مثال
جس طرح تاروں میں ہو بدرِ کمال

وہ بھی آئینہ تھا۔ بیوٹی باکس تھا اُٹھ کے فوراً اس نے میک اپ کرلیا
سر پہ جالی مُنہ پہ پوڈر ہونٹ لال

دیکھا آئینہ تو بولی مرحبا! اک ادائے ناز پہ میری فدا
شبنم و نیلو[2] صبیحہ اور کمال

حُسن کا مَیں اک چھلکتا جام ہوں مَیں پری پیکر ہوں مَیں گلفام ہوں
مجھ کو دیکھے حور ہو جائے نڈھال

جی میں آیا چھوڑ کے گھر بار کو! آج جانا چاہیئے بازار کو!!!
سَیر ہو گی نیز اظہارِ جمال

شرعِ مصطفوی سے رشتے توڑ کر دانشِ مغرب سے رشتے جوڑ کر
کر کے یکسر شرم و غیرت پائمال

وہ گئی بازار میں پھر گھومتی دعوتِ نظارہ دیتی جھومتی!
قاتلِ شرم و حیا تھی چال ڈھال

جس نے دیکھا تھام کر دل رہ گیا ایک بولا ہائے اللہ مَیں مرا
فرح[3] دیبا مار کہ ہیں اس کے بال

سبق

ہیں زمانے کی عجب نیرنگیاں تھیں جو مستورات اب ہیں ننگیاں
فی الحقیقت! ہر من کا ہیں یہ جال

عورتوں کو اسوۂ خیرُ النساء دین و دُنیا میں عطا کر یا خدا
واحتسب خیرًا لنا یا ذُالجلال

---

[1] بناؤ سنگار کا ڈبہ۔ ۲۔ یہ سب فلم ایکٹروں کے نام ہیں۔ ۳۔ ایران کی ملکہ کا نام ہے۔